# مُحسنِ عَالَم

حسینؑ تو نے ہمارے لئے لٹایا گھر ہمارے واسطے قرباں کیا علی اکبر

ہوئی یہ حد کہ تصدق کیا علی اصغرؑ جب ہاتھ ہو گئے خالی تو تُو نے دیدیا سر

ہمارے واسطے تیروں پہ تیر کھائے ہیں

اور اپنے اہل حرم ننگے سر پھرائے ہیں

ادیمؔ نقوی

| | |
|---|---|
| تعداد | ۱۰۰۰ |
| ایڈیشن | سوم |
| سن اشاعت | ۲۰۰۳ء |

**پیشکش**

حزب الطالبین

۱۵-الف، بلاک ۲-پی ای سی ایچ ایس

کراچی

فون نمبر ۴۵۵۱۶۷

**ناشر**

القائم ویلفئیر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

سویٹ نمبر ۱۱، اے اینڈ کے چیمبرز، ۱۴ ویسٹ وہارف روڈ

کراچی، ۷۴۰۰۰، پاکستان

فون نمبر ۲۳۱۱۴۸۲، ۲۳۱۱۹۷۹، ۲۲۰۵۰۳۷

e-mail: klbehdr@khi.paknet.com.pk


نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت
سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت

اقبالؔ

# فہرست

| نمبر شمار | مضمون | نمبر نظم | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | حسینؑ محسنِ عالم ہے | | ۷ |
| ۲ | طلب ہے دل میں کہ خالق کی حمد ہم لکھیں | ۱ | ۲۰ |
| ۳ | خدا کے نام سے ہے ابتداء ہر اک شئے کی (مولائے کائنات) | ۲ | ۳۴ |
| ۴ | خدا کا ذکر ہے احمدؐ کے نورِ عین کا ذکر (غم اور شہادت) | ۳ | ۵۱ |
| ۵ | نبیؐ خدا کے جو ہیں کامگار اُن پہ سلام | ۴ | ۶۷ |
| ۶ | حسینؑ علمِ الٰہی کا ہے معلّم تو | ۵ | ۸۷ |
| ۷ | حسینؑ علم کے انوار کا نشاں تو ہے | ۶ | ۱۰۰ |
| ۸ | حسینؑ علمِ حقیقی کا اک جہاں تو ہے | ۷ | ۱۱۶ |
| ۹ | حسینؑ نفس کا انساں کے ہے مطہّر تو | ۸ | ۱۴۴ |
| ۱۰ | حسینؑ عدل کی میزانِ کاملہ تو ہے | ۹ | ۱۵۶ |
| ۱۱ | حسینؑ دینِ الٰہی کا پاسباں تو ہے | ۱۰ | ۱۶۷ |
| ۱۲ | سب جانتے ہیں قوت بازو ہے برادر (حضرت عباسؑ) | ۱۱ | ۱۸۰ |
| ۱۳ | اے مومنو جانکاہ برادر کا الم ہے (حضرت عباسؑ) | ۱۲ | ۱۹۴ |
| ۱۴ | فرزند کا ماتم بھی زمانے میں غضب ہے (شہادت علی اکبرؑ) | ۱۳ | ۲۱۴ |
| ۱۵ | اے صاحبو اولاد بھی کیا نعمتِ رب ہے (شہادت علی اصغرؑ) | ۱۴ | ۲۲۳ |
| ۱۶ | مطبوعاتِ حزب الطالبین | | |



# پیش لفظ

فقیر اپنی صحبت کلام میں شاعری کو خود نہیں بلاتا لیکن اپنے آپ چلی آئے تو روکتا بھی نہیں ۔ اس لئے کہ اس کا مقصد تو صرف مجموعی ذہن کے مطابق انتقالِ مفہوم ہے ۔ وہ جانتے بوجھتے ایسی باتوں سے بے نیاز ہو کر لکھتا ہے جیسے متحرک میں سکون آگیا، تلفظ یا لہجہ علمی کے بجائے عوامی بن گیا، قافیہ نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ ۔ قارئین کرام ذرا تحمل و تدبر سے کام لیں گے تو خود محسوس فرمالیں گے کہ اس مجموعہ کلام کے اکثر و بیشتر بنیادی حیثیت رکھنے والے نکات کہیں اور نہیں ملیں گے ۔ یہ اس لئے کہ بے معرفت و مشاہدہ عالمِ نور یا حضرات معصومین علیہم السّلام پر زبان کھولنا ظن و تخمین کی بھول بھلیوں میں گم ہو جانے کے سوا اور کچھ نہیں ۔ البتہ ایک عارف جو محرمِ راز ہے اس موضوع پر جب گفتگو کرتا ہے تو وہ اہلِ نظر کے لئے پوست نہیں مغز پیش کرتا ہے، مولانا رومؔ فرماتے ہیں ؎

من ز قرآں مغز را برداشتیم
استخواں پیشِ سگاں انداختیم

مصنف اعلیٰ اللہ مقامہ کی اہل قلم مومنین سے یہ ہی درخواست تھی کہ وہ اپنی شاعری میں محاسن حقائق کو جمالیات شاعرانہ پر غالب رکھیں ۔

ادارہ حزب الطالبین

# آغازِ سخن

بعد حمد و نعت حقیر مصنف خدمت ناظرین میں عرض پرداز ہے کہ ہماری مجالسِ عزا کو جاری رہتے ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں مگر کسی تقریر یا تحریر میں مقصدِ شہادت واضح نہیں کیا جاتا۔ چند افراد نے اشارۃً و کنایۃً اگر اظہار کیا بھی ہے تو اس طرح کہ سوائے واقفِ اسرارِ اہل بیتؑ اور کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ پچھلی صدی تک تو مقصدِ شہادت کے واضح نہ ہونے سے کچھ نقصان نہیں تھا۔ مگر اس صدی میں دہریت کا بڑا منظم پروپیگنڈا ہو رہا ہے جس کے باعث ہر نوجوان چون و چرا کے بغیر کچھ سننے کے لئے تیار نہیں ہے لہٰذا اب اس کی اشد ضرورت ہے کہ مقصدِ شہادت واضح طور پر بیان کر دیا جائے۔ اس حقیر نے ۱۹۴۲ء سے یہ کوشش شروع کی کہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے نظم و نثر میں مضامین لکھے جائیں اور وہ بالقسط ہمارے مذہبی رسالوں میں شائع ہوتے رہیں۔ اس کے لئے بہت سے مذہبی رسالوں کو لکھا گیا مگر کسی ایڈیٹر نے اس طرف توجہ نہ کی۔

۱۹۴۳ء میں ایک مضمون بہ عنوان "محسنِ عالم" جس کا کچھ حصہ نثر اور کچھ نظم میں تھا چند پرچوں کو بھیجا۔ ۴۳ء کے ایک "محرم نمبر" میں صرف نثر کا حصہ شائع ہوا۔ آئندہ قسطیں لینے سے انکار کر دیا گیا۔ یہ حقیر اس فکر میں رہا کہ جب موقع ملے "محسنِ عالم" اس طرح شائع کیا جائے کہ نثر کا



شائع شدہ حصہ اس کی تمہید ہو جائے اور اس کے بعد چودہ نظمیں متعلق مقصدِ شہادت بھی ساتھ آجائیں۔ اب بفضلِ تعالیٰ یہ تمام یکجا ہو کر اس کتاب "محسنِ عالم" میں شائع کی جا رہی ہیں۔

خادم غلامانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ

ادیم نقوی

لیا دیا تری سرکار سے جو پایا ہے
اسی دیئے سے یہ اپنا دیا جلایا ہے

ادیم



# حسینؑ محسنِ عالم ہے

حسینؑ بابِ رحمت ہے ۔ حسینؑ جانِ حریت ہے ۔ حسینؑ حیاتِ انسانیت ہے ۔ حسینؑ روحِ مدنیت ہے ۔ حسینؑ معلمِ صیانت ہے ۔ حسینؑ منزلِ مروت ہے ۔ حسینؑ شرابِ محبت ہے ۔ حسینؑ جامِ الفت ہے ۔ حسینؑ محیِ ملت ہے ۔ حسینؑ شفیعِ اُمت ہے ۔ حسینؑ تاجِ شفاعت ہے ۔ حسینؑ ماحیِ بدعت ہے ۔ حسینؑ جادۂ اطاعت ہے ۔ حسینؑ راہِ ہدایت ہے ۔ حسینؑ رازِ فطرت ہے ۔ حسینؑ روحِ امامت ہے ۔ حسینؑ شانِ رسالت ہے ۔ حسینؑ عمودِ ولایت ہے ۔ حسینؑ وجہ قدرت ہے ۔ حسینؑ رب کی نعمت ہے ۔ حسینؑ نورِ وحدت ہے ۔

بھلا حسینؑ کی ذات کو کون سمجھ سکتا ہے ۔ کون جان سکتا ہے ۔ کون لکھ سکتا ہے ۔ کون بیان کر سکتا ہے اور کون سُن سکتا ہے ۔ اگر قیامت تک لکھے جائیں، پڑھے جائیں، کہے جائیں، سُنے جائیں تو بھی مدحتِ حسینی کے بابِ اوّل کی ایک فصل کی بہار بھی ختم نہ ہو پائے گی ۔ اس آفتابِ ہدایت کی ایک شعاع کی پوری چمک بھی نظر نہ آ سکے گی ۔ اس کائناتِ علم کا ایک حرف بھی بیان نہ ہو پائے گا ۔ حسینؑ! پیارے حسینؑ! مظلوم حسینؑ! غریب الدیار حسینؑ تو ہی بتا دے ۔ تجھے کوئی جانے تو کیا جانے اور کیسے جانے ۔ پیارے مولا تجھے تو خود تو ہی جانے یا خدا جانے ۔

حسینؑ کا جاننا جیسا کہ لازم ہے، درست ہے کہ ناممکن۔ حسینؑ کا پہچاننا جیسا کہ چاہیئے صحیح ہے کہ محال۔ حسینؑ کا شکریہ ادا کرنا، حق ہے کہ امکان سے باہر۔ حسینؑ کا حق ادا کرنا تو ہمتِ بشری سے بلند تر ہے۔ مگر محسن کا شکر ادا کرنا ہر ذی روح کا فریضہ ہے اور ادائے فرض کی کوشش کرنا ہر ذی عقل کی سنت۔ اسی فریضۂ فطری کو ادا کرنے کے لئے فضائلِ حسینؑ کا ذکر بھی لازم ہے۔ اسی بناء پر خیال ہوا کہ اس سمندر میں ہم بھی اپنے سفینۂ چشم میں کچھ آنسوؤں کا نذرانہ سجا کر پیش کریں۔

ذبحِ عظیم کے تمام مقاصد کو لکھنا چاہیں تو اگر تمام سمندر سیاہی بنیں، تمام اشجار قلم ہوں، تمام جن و انس لکھنے والے ہوں اور سیاہی بھی ختم ہو جائے مگر مطلب پورا نہ ہو سکے اور جو کچھ لکھا بھی جائے وہ سب رموز و نکات دقیقہ ہوں اور عوام اس سے مستفیض نہ ہو سکیں۔ لہٰذا ایک مقصد کا صرف ایک ایک جزو ہی بحث کے لئے اختیار کرنا بہتر ہے۔ جو بسبب شہرت متواترہ قریب الفہم ہے اور ہر شخص اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ منبروں پر صدیوں سے اسی موضوع پر تقریروں کے دریا بہہ رہے ہیں۔ اخباروں اور رسالوں میں مضامین کے انبار لگا دیئے گئے ہیں لہٰذا اس کو سمجھنے میں کسی شخص کو کوئی دقت پیش نہ آئے گی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس ایک جُز کو بھی تفصیل سے لکھنے کی گنجائش نہیں، لہٰذا اجمال لازم ہے۔

ہماری قوم کے ننانوے فیصدی افراد آج تک صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ حضور سرورِ دو عالمؐ نے بحکمِ کردگار امیر المومنین، سید العارفین، اسد اللہ الغالب علیؑ ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کو خلیفہ و جانشین بنایا۔ مگر اکثر افرادِ امّت کو پسند نہ آیا اور بعد وفاتِ رسولؐ اس حکم سے بغاوت کر کے خلافتِ اجماعی قائم کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ



معاندین خاندانِ رسالت کو قوت پہنچ گئی اور انجام کار حکومت مادّی اعدائے دین اور دشمنانِ رسولؐ امین کے ہاتھ آ گئی۔ دنیا کی نظر میں یزید جیسا پلید مجسمۂ حیوانیت معائب کا پتلا نائب رسولؐ بن بیٹھا، اس نے دینِ مقدس الٰہی کے احکام کے خلاف بالاعلان بغاوت کر دی۔ اگر امام حسینؑ نے یہ عظیم قربانی پیش نہ کی ہوتی تو ان کے نانا کا دین برباد اور لا الٰہ الّا اللہ کا مقدس جھنڈا سرنگوں ہو جاتا۔ دین الٰہی کا سرسبز شجر جس کو رسولؐ نے لگایا، علیؑ نے اپنے خون سے سینچ کر پرورش کیا تھا بالکل خشک ہو جاتا۔ لہٰذا تمام کا لب لباب یہ ہے کہ حسینؑ نے اسلام کو بچا لیا اور بس۔ مگر اس پر غور نہیں کیا گیا کہ وہ اسلام کیا چیز ہے جس کو حسینؑ نے اپنا سب کچھ دے کر پناہ میں لے لیا اور سب کچھ کھو کر پا لیا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے معنی پر غور کریں۔

اسلام کے معنی جو بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :-

(۱) اطاعت کرنا اور مالک کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کر دینا۔
(۲) اپنے جان و مال کو مالک کے سپرد کر دینا یعنی اس کا بندہ مملوک بن جانا۔
(۳) امن و سلامتی۔ یعنی اس دین کے پیرو دنیا میں امن و آشتی سے رہیں اور آخرت میں عذابِ دائمی سے مامون ہوں۔

چونکہ اس مقام پر کسی ایک معنی پر تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں، لہٰذا ہر ایک کا لب لباب دیکھ لینا چاہیئے جس کے لئے حضور سرورِ کائنات کی صرف ایک حدیث ہی کافی ہوگی۔ اس لئے کہ اس میں آنحضرت ختمی نبوتؐ نے اپنی بعثت کا مقصد بیان فرمایا ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے بعثت لاتمّم مکارم الاخلاق (میں اس لئے بھیجا

گیا ہوں کہ شریف نہ عادتوں کی تکمیل کروں) یعنی اہل عالم کو اخلاقِ عالیہ عمل سے دکھلا کر سکھا دوں ۔ اب معنی اِسلام پر اس حدیث کی روشنی میں نظر ڈالیں، صاف ظاہر ہو جائے گا کہ جناب ربّ العزّت کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرنے والا کیسے اخلاقِ عالیہ پر فائز ہوگا۔ اپنے نفس کو مالک حقیقی کے سپرد کردینے والا اُس کا غلام بن جائے گا اور عبد میں آقا کی صفات کی جھلک پیدا ہوجانا لازمی ۔ لہٰذا اخلاق الٰہیہ سے متصف نظر آنا ضروری جیسا کہ مولائے کائنات کا حکم ہے تخلقوا باخلاق اللہ (لوگو تم اپنے میں اخلاق خدا کی مشابہت پیدا کرو) ۔ اب تیسرے معنی لیجئے، تو امن و سلامتی کا انحصار بھی اخلاقِ حسنہ ہی پر ہے ۔

لائقِ غور امر یہ ہے کہ کج خلقی اور بداخلاقی کا منبع کیا ہے ۔ جو دنیا کا ہر فرد جانتا ہے کہ جوش و غضب، خودغرضی، ضمیر فروشی، خودنمائی، غرور، حسد، تکبّر وغیرہ یعنی خبائث و شہوات حیوانیہ کا عقل پر غلبہ اور ہویٰ وہوس ہی اخلاقِ رذیلہ کی مُورث اور فساد فی الارض کا باعث ہیں ۔ انہیں کو قرآن و حدیث میں بندگی نفس و شیطان کہا گیا ہے، ان سے نکل کر ہی خدا کی بندگی میں داخل ہوا جاسکتا ہے ۔

مگر سوال یہ ہے کہ اصلاحِ اخلاق کا ذریعہ کیا ہے ۔ اس کا حل معلوم کرنے کے لئے اس پر نظر کریں کہ اخلاق کا اظہار عمل سے ہوتا ہے، عمل تحریک باطنی یعنی ارادہ نفس سے ظہور پذیر ہوتا ہے، پھر ہر جذبہ کسی نہ کسی خواہش سے، خواہش خیال سے اور خیال تاثرات ماحول سے پیدا ہوتا ہے ۔ لہٰذا کسی ماحول میں رہتے ہوئے اصلاحِ اخلاق ناممکن ہے جب تک تخیّل افراد کی اصلاح نہ ہولے ۔ گویا کہ خیال کی صحت ہی اصلاحِ نفس کا ذریعہ ہے اور اصلاحِ نفس خلقِ عظیم کا منبع ہے ۔

تمام ماہرینِ علم النفس و واقفانِ رموزِ فطرت، انبیاء و اوصیا علیہم السلام اِس



امر پر متفق ہیں کہ درد و الم اصلاح نفس کا بہترین ذریعہ اور تصحیح تخیل کا مفید ترین آلہ ہے ۔ اہل مغرب کو جب قوم و ملک کے خیالات میں انقلاب پیدا کرنا ہوا تو ٹریجڈی کے فطری اثر سے کام لیا ۔ یعنی غم انگیز افسانے لکھے گئے ہیں ۔ حسرت خیز ڈرامے تصنیف کرکے شائع کئے گئے اور اسٹیج پر عملی طور سے دکھائے گئے کیونکہ اس طریقۂ کار سے حصولِ مقصد میں بسہولت کامیابی ہوجاتی ہے ۔

گذشتہ صدی میں ایک انگریز اور اس کی شریک زندگی نے غلاموں کے مصائب سے متاثر ہو کر ایک کتاب تصنیف کی جس میں الم انگیز اور حسرت خیز واقعات پُردرد الفاظ میں بیان کئے ۔ اس فسانۂ غم افزا (ٹریجڈی) کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً تیس سال کے اندر اندر قریب قریب تمام ممالک میں غلاموں کی بیع و شریٰ قانونی جرم قرار پائی اور سوائے چند مقامات کے غلامی نیست و نابود ہوگئی ۔

اب ذبح عظیم پر نظر کیجئے کہ قلم چوبی سے صفحہ قرطاس پر الفاظ و حروف میں سیاہی سے لکھنے کی بجائے باغبانِ ریاضِ رسالت نے گلستانِ احمدیؐ کے پھولے پھلے اشجار اور چمنستانِ علیؑ و فاطمہؑ کے سرسبز نونہالوں کے سر قلم کرا کر امامت و رسالت کے خون سے صفحۂ روزگار پر ایسا درد انگیز فسانہ ثبت کردیا اور یہ عظیم الشان ٹریجڈی لکھ کر سچا ڈرامہ عملی طور پر عالم کے اسٹیج پر رکھ دیا جس کا اثر قیام ارض تک باقی رہے اور کبھی زائل نہ ہو سکے ۔

ٹریجڈی کا مقصد معلوم ہے کہ اصلاح تخیّل ہی ہوتا ہے ۔ لہٰذا اِس سانحۂ الم افزا کا مقصد بھی تصحیح تخیّل اور اصلاحِ نفس ہی ہے جس کا لازمی نتیجہ نفس اور شیطان کی غلامی کا عالمِ انسانیت سے نیست و نابود ہو جانا ہے

حسینؑ! مولا حسینؑ! آقا حسینؑ! خدا کی قسم تو نے حیرت انگیز کام کیا ہے

جس کے مقاصد کا سمجھنا بھی عقولِ بشری کی رسائی سے بالاتر ہے۔ سچ ہے :۔

ترے اُمور میں حیراں رہی بڑی دنیا — معاملاتِ سیاست میں ہی رہی دنیا
مباحثاتِ خلافت میں پڑ گئی دنیا — بھلا بتاؤ تو کیا جانے مادی دنیا
خدا کی خلق کو عرفاں کا ڈھنگ دینا تھا
عُروسِ غیب کے پردے کو رنگ دینا تھا

مگر دیکھنا یہ ہے کہ مقصد پورا ہو بھی گیا یا نہیں۔ دیگر مذاہب اور اقوامِ عالم کو نظرانداز کر کے صرف اسی کو دیکھ لیں کہ آیا حسینؑ کو ماننے والے، اس کو اپنا امام جاننے والے بھی بندگیٔ نفس سے آزاد ہو گئے یا نہیں۔ اِس پر نظر ڈالنے سے تو نہایت حسرت و افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اصلاحِ نفس تو درکنار یہاں تو اس کے بالکل برعکس یہ نظر آتا ہے کہ اسلام کو ہی خیرباد کہہ رہے ہیں۔ ایران میں کافی تعداد بہائی ہوئی اور بہت سی لامذہبیت کی طرف راغب ہوئی۔ پاکستان میں بھی شیعوں میں سے بہائی ہو رہے ہیں۔ اُدھر کمیونسٹ پارٹی دہریت پھیلا رہی ہے اور خاصی تعداد ہمارے نوجوانوں کی اس کا شکار ہو چکی ہے۔ علاوہ بریں شیعوں کا کوئی شاذ ہی گھر ایسا نظر آتا ہے جہاں فساد نہ ہو۔ بھائی بھائی میں اختلاف، باپ بیٹے میں مخالفت بہنوں بہنوں میں رنجش، ساس بہوؤں میں عداوت، نند بھاوجوں میں خصومت نظر آتی ہے۔ اور اس فسادِ عظیم میں مبتلا ہوتے ہوئے بھی ہر شخص اپنے تئیں مومنِ کامل اور جنت کا مالک یقین کئے ہوئے ہے۔

اس خیال میں کہ وہ خدا اور رسولؐ کا پیارا، سیدہؑ کا راج دلارا حسینؑ غریب اپنی مظلومیت کے ذریعہ سے ہم کو ہر برائی اور فتنہ و فساد سے بچانا چاہتا ہے۔ یہ حقیر ہی منفرد نہیں بلکہ یہی خیال ایسے تمام افرادِ قوم کے ذہنوں میں عرصہ سے چکر لگا رہا



ہے جو ذرا سا بھی تفکر کرنے کے عادی اور طبع رسا رکھتے ہیں۔

جناب خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری پروفیسر موگا کالج، مبلغ شیعہ تبلیغی کانفرنس پنجاب اپنے رسالہ "احیاء اسلام" میں جس کو محرم الحرام ۱۳۵۷ھ میں انجمن امامیہ قصور پنجاب نے شائع کیا۔ انہیں خیالات کا اظہار فرما چکے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۲ پر زیرِ عنوان "رنج و الم اخلاقِ حسنہ کی تعلیم و تربیتِ نفس کے لئے ایک زبردست ذریعہ ہے"۔ اس امر کو دلائلِ فطری سے واضح کیا ہے کہ غم انگیز قصوں کی تکرار باعث تزکیۂ نفس ہے۔

حقیر عرض کرتا ہے کہ اِن لوگوں پر جو اس فسانۂ درد کو عمر بھر سنتے رہتے ہیں ایسا اثر ہو بھی گیا یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟

رسالہ احیاء اسلام صفحہ ۶ سے واقعۂ کربلا کے درسیاتِ روحانیت دکھلانے شروع کئے ہیں، اسی سلسلہ میں صفحہ ۸ پر نمبر ۵ میں لکھتے ہیں :۔

"حسین علیہ السلام کی شہادت کا تذکرہ اسی لئے ہے
کہ مسلمانوں میں ایسی خداپرست جماعت پیدا ہو جائے جسے
محبت الٰہی میں کوئی چیز بھی عزیز نہ ہو۔ ایسے انسان جو
منزہ عن المکان کی محبت میں قیدِ مکان سے آزاد ہوں"۔

حسینیو! تم کو خونِ حسینؑ کی قسم بتاؤ کیا ایسی جماعت پیدا ہو گئی۔ کیا اُن لوگوں میں جو بچپن سے جوانی تک اور شباب سے شیب تک اس تذکرے کو برابر سنتے رہے ہیں ایسے انسان بن گئے۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟

صفحہ ۱۲ پر زیرِ عنوان "تلک عشرۃ کاملہ" تحریر فرماتے ہیں۔
"حسین علیہ السلام کی شہادت گناہوں کا کفارہ نہیں بلکہ تصورِ گناہ کو مٹانے کے لئے ہے"

یہاں خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا عزادارانِ حسینؑ کے ذہنوں سے تصورِ گناہ مٹ گیا۔ اگر نہیں مٹا تو کیوں نہیں ؟

کس قدر حیرت واستعجاب، غیرت وندامت کا مقام ہے کہ ایک انگریز کے قلم کا لکھا ہوا افسانۂ درد انسداد غلامی میں کامیاب ثابت ہو مگر اولادِ رسولؐ کا خونیں واقعہ نفس وشیطان کی غلامی کے انسداد میں ناکام رہے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے۔ کیا ہماری نظر میں خونِ حسینؑ کی اتنی بھی وقعت نہیں کہ ہم اس پر غور کریں اور اس کے اسباب تلاش کر کے ان حجابوں کو جو اس ٹریجڈی کے اور ہمارے درمیان حائل ہوگئے ہیں اٹھا دینے کی کوشش کریں۔ ہم کو چاہیئے کہ اب اس پر غور کریں کہ مقصدِ حسینؑ تو معلوم ہو چکا کہ ہم کو بندگی نفس وشیطان سے آزاد کرانا چاہتا ہے تاکہ ہم بندگانِ خدا میں شامل ہو سکیں جو بغیر اصلاحِ نفس ممکن نہیں۔ اور اصلاح نفس ہی سببِ حصول جنّت ہے۔ لہٰذا بُکا علی الحسین وجوب جنت کا ذریعہ ہے جیسا کہ حدیث مشہور میں وارد ہے۔

مَنْ بَکٰی عَلَی الْحُسَیْنِ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃ

(جو روئے حسینؑ پر اُس پر جنّت واجب ہے)

مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر سال روتے ہیں، ہر مہینہ روتے ہیں، ہر ہفتہ روتے ہیں مگر وجوبِ جنّت کے آثار نظر نہیں آتے۔ یعنی اصلاحِ نفس اور صفائے باطن پیدا نہیں ہوتی۔ لہٰذا اب تو لازم ہو گیا کہ خونِ حسینؑ کی قدر کریں اور اس کا تجزیہ تلاش کریں جو ہم کو تجزیۂ بُکا میں ہی مل سکتا ہے۔



# البکاء

انسان کے لئے مہیجِ گریہ صرف تین جذبات ہیں جن کا اجمالی بیان حسبِ ذیل ہے۔

## (۱) سُرور

جوشِ سُرور میں آدمی اکثر رو دیتا ہے۔ یہ رونا اصلاحِ نفس کے لئے صرف اسی وقت مفید ہوتا ہے جب جوشِ مسرت میں قلب اچھلنے لگے اور اس کو استقرار ہو جائے، اِس کو قرآن نے وجلِ قلب سے تعبیر کیا ہے۔ وجلِ قلب یعنی دل کا لرزہ خوف، شوق و محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ پس اگر آلِ رسولؐ سے ظاہری اور عرفی محبت کے بجائے حقیقی محبت ہو جائے تو فضائل پر ہی اس قدر گریہ ہونے لگے کہ مصائب سننے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ مگر اس کیف تک پہنچنے کے لئے کسی مقدمہ کی ضرورت ہے۔

## (۲) ہمدردی

بچّے کے سامنے کوئی ہنستا ہے تو وہ بھی ہنستا ہے۔ اگر کوئی روتا ہے تو وہ بھی روتا ہے۔ انسان کے لئے کسی مصیبت کا تصور، کوئی غم انگیز تخیل خواہ وہ واقعات سے پیدا ہوا ہو یا موضوعہ افسانہ سے مہیج گریہ ہوتا ہے۔ اس میں اس کی ضرورت نہیں کہ وہ کسی پیشوائے دین کا ہی واقعہ ہو بلکہ کسی ملک وقوم کسی مذہب وملت کے افراد کا ذکر ہو۔ اگر دردانگیز اور حسرت خیز لہجے، الم انگیز طرزِ ادا اور پُر درد آواز سے سنایا جائے تو سامعین کو رُلائے بغیر نہ رہے گا۔ مگر اس رونے

سے نفس میں بطور ردِ عمل سرور پیدا ہوتا ہے اور رونے کے بعد طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے ۔ لہٰذا یہ رونا اصلاحِ نفس کے لئے مفید نہیں ہوگا ۔

دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو یہ نہ جانتا ہو کہ جذباتِ غم و الم میں جو کیفیت خود اس کے اپنے ذہن پر طاری ہو جاتی ہے اور جو آثار ظاہرنا خود اس کے جسم پر وارد ہوتے ہیں، اگر ان کی مرقع کشی کی جائے اور کوئی شخص مصنوعی طور پر بھی اپنے اوپر طاری کر کے دکھلائے تو جذبۂ ہمدردی جلد ہی ہیجان میں آجاتا ہے اور باعثِ افراطِ گریہ ہوتا ہے جیسا کہ ہر پُر درد ڈرامے میں تجربہ ہوتا رہتا ہے ۔

چونکہ عرصۂ دراز سے قوم کا تخیل یہ ہو گیا تھا کہ مجالس عزا کا مقصد مقصود رونا اور صرف رونا ہے ۔ لہٰذا واقعاتِ کربلا میں جذباتِ عامہ کی مرقع کشی کو مستحبات میں ہی نہیں بلکہ فرائض میں داخل کر لیا گیا اور یہی امر تصحیحِ اخلاق کے بجائے انسدادِ اصلاح کا باعث ہو گیا اس لئے کہ سامعین اس کو ہی حقیقت سمجھنے لگے ۔

لہٰذا جب وہ سنتے ہیں کہ آلِ رسولؐ بھی مصائب پر مضطرب اور بے چین ہوتے تھے ۔ امیر المومنینؑ کے نواسے، دخترِ فاطمہؑ کے گود کے پالے بھی نام و نمود کی خواہش میں حکمِ امامؑ کے خلاف ناگواری کا احساس کرتے تھے کہ عَلم کے لئے کچھ کچھ تو ضد کر ہی بیٹھے ۔ علی اکبرؑ جیسا عارف بھی ماں سے روٹھ گیا ۔ حسینؑ جیسے ربِّ صبر کی بھی غمِ فرزند میں بینائی زائل ہو گئی ۔ بھائی کو رخصت کرتے وقت کمر پکڑے ہوئے پیچھے پیچھے نوحہ کرتے ہوئے چلے جاتے تھے ۔ پھر بتلایئے کہ سامعین کو اپنے نفوس کی کون سی کیفیت کی اصلاح کا خیال پیدا ہو ؟ ایسی ہی کیفیات تو ان کے نفوس میں خود موجود ہیں ۔ اب رہے ایثار و قربانی کے جذبات وہ تو ان مقدس ہستیوں کے لئے مخصوص سمجھے جاتے ہیں ۔ پھر ایسے حالات میں تذکرۂ حسینی سے



نفوس کی اصلاح کیسے ممکن ہو سکتی ہے ؟ یہی وہ حجاب ہے جو خونِ حسینؑ اور ہمارے نفوس کے درمیان حائل ہو گیا ہے ورنہ اُس کے مُطہر ہونے کا ذکر تو انجیل مقدس کے مکاشفات یوحنّا میں بھی موجود ہے چنانچہ لکھا ہے :-

"پھر میں نے پہاڑ پر ایسی جماعت کو دیکھا جن کے جامے سفید تھے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے جامے برّہ کے خون سے دھو کر سفید کئے ہیں وہ برّہ جو بنائے عالم کے وقت سے ذبح ہوا" ۔

دوسرے مقام پر "سفید جامہ" کی شرح بھی موجود ہے :-

"سفید جامہ سے مراد نیکوکاری اور راست بازی کے کام مراد ہیں" ۔

غرضیکہ یہ حقیقت ہے کہ اگر لباسِ باطنی تک خونِ حسینؑ کا اثر پہنچ جائے تو نجاساتِ ہوئی و ہوس اور خباثاتِ باطنی کو اس طرح صاف کر دے جیسے پیتل پر تیزاب عمل کرتا ہے مگر مذکورہ بالا حجاب حائل ہونے سے لباسِ باطنی تک اس کا اثر نہیں پہنچ پاتا ۔

## (۳) درد و الم

البتہ یہ ایسی چیز ہے جس سے اصلاح نفس ہونا ممکن ہے مگر کیف الم پر خوب غور کرنا لازم ہے ۔ جب ہماری کوئی امید منقطع ہو جاتی ہے یا کسی عزیز دوست یا محسن کے کسی بلا میں گرفتار ہونے یا فوت ہونے کی خبر سنتے ہیں تو قلب کو جھٹکا سا لگتا ہے اور کیف درد و الم طاری ہو جاتا ہے ۔ اس خبر کے سنانے والے کے لئے نہ صحت لفظی کی ضرورت ہوتی ہے نہ دردناک لہجہ یا سُر بنانے کی حاجت ۔ بلکہ وقوف ہی کافی ہوتا ہے اور

جب تک کیف الم طاری رہتا ہے خبائث قلب کے نزدیک بھی نہیں آتے اور یہی طہارتِ باطنی کا باعث ہوتا ہے ۔

حضراتِ آئمہ معصومین علیہم السلام کے زمانے کی مجالس پر اگر نظر کریں تو وہاں سیدھے سادے واقعات بیان ہوتے تھے ۔ اکثر تو یہی تھا کہ محرم کا چاند نظر آیا اور ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی ۔ فریاد و بُکا کی صدائیں بلند ہو گئیں ۔ اُس زمانے کی مجالس میں الاقتل الحسین بکربلا بہت بڑا مرثیہ تھا ۔ چونکہ تعلق قلبی اور محبتِ حقیقی موجود تھی کیفِ درد بھی طاری ہوتا تھا ۔ اب جبکہ بہت بُعد ہو گیا اور قلوب میں محبتِ حقیقی ہے ہی نہیں لہٰذا دردناک آواز پُر درد لہجہ ہیجان گریہ سُر اور رقت خیز بین سننے کی ضرورت ہے جن سے جذبۂ ہمدردی جوش میں آئے اور باعثِ گریہ ہو مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا سوائے اس کے کہ طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے ۔ نفس کو سُرور حاصل ہوتا ہے جس سے نفس اس کا شائق ہو جاتا ہے اور بار بار اُسی گریہ و بُکا کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے ۔ مگر اصلاحِ نفس اور صفائے باطنی کے واسطے کیفِ محبت درکار ہے جس سے محبوب کے لئے کیف درد و الم طاری ہو ۔ اِس حال تک پہنچانے کے لئے بھی درد ہی کی ضرورت ہے ۔ نفسِ انسان کو درد صرف اُسی وقت پہونچتا ہے جب کسی واقعہ کا تعلق اُس کی انانیت سے ہو اور اُس کی "میں" اس میں شریک ہو ۔ ورنہ صرف ہمدردی پیدا ہوگی درد حاصل نہ ہو سکے گا ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہماری مجالس میں ایسے مرثیے، نوحے اور سلام وغیرہ پڑھے جائیں جن سے بار بار اسی ذکر کی تکرار ہوتی ہو کہ اے ہمارے پیارے مولا ! اے سیدہ کے لال تو نے ہماری خاطر بلائے



عظیم سر پر اٹھالی ۔ تو نے ہماری خاطر انتہائی مصائب اٹھائے ۔ تو نے اپنے عزیز ہم پر قربان کئے ۔ تو نے اپنے بھائی ہم پر قربان کئے ۔ تو نے اپنا سب کچھ ہم پر فدا کر دیا ۔ ہمارے لئے ہی تیرے بچے پیاس سے تڑپے ۔ ہمارے لئے تیری بہنیں قید ہو کر سر برہنہ بلوائے عام میں گئیں ۔ وغیرہ وغیرہ اِس بیان سے البتہ درد پیدا ہوگا ۔ چنانچہ کچھ نوحے، سلام اور مسدس اِسی رنگ میں بطور نمونہ قوم کے سامنے پیش کرنے کو لکھے ہیں ۔ چودہ مسدس اسی کتاب میں ہدیۂ ناظرین ہیں ۔ نوحہ جات اور سلام رسالہ "راہِ ارم" میں ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں ۔ اسی مقصد کے لئے چودہ مجالس لکھی گئی ہیں جو کتاب "مجالس الصادقین" میں شائع کی گئی ہیں ۔ آلِ رسولؐ کی خوشنودی کے حصول کے لئے ان مجالس کا مطالعہ بہت ضروری ہے ۔

والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ۔

خادمِ غلامانِ اہل البیتؑ

ادیم نقوی

# ۱

۱
طلب ہے دل میں کہ خالق کی حمد ہم لکھیں
پر اس کے بعد بھی کچھ کچھ تو بیش و کم لکھیں
وہ عقل و فہم سے باہر ہے بالقسم لکھیں
مگر محال ہے کس طرح بالقلم لکھیں

یہ دو زبان سے ہر فالِ نیک لکھ دیگا
مگر یہ کیسے بھلا دوسرے ایک لکھ دیگا

۲
کریم کیسے لکھوں خالقِ کرم ہے وہ
بدیعِ لوح بھی ہے فاطرِ قلم ہے وہ
قدیم کیسا کہ جب باعثِ قِدم ہے وہ
وجودِ محض بھی اور مالکِ عدم ہے وہ

محال اس کا نہ ہونا یہ اس کا ہونا ہے
سمجھ میں آ نہیں سکتا یہی تو رونا ہے

۳
جو وہم سے بھی ہو باہر تو اس کو کیا کہیئے
ہر اک کے پاس بھی اور سب سے پھر جُدا کہیئے
ہر اک وجود کا مقصود و مدعا کہیئے
حجابِ غیب کی لیلیٰ سے کچھ سوا کہیئے

گلِ امید اسی کے کرم سے کِھلتا ہے
گلی میں اُس کی جو گم ہو اُسی کو مِلتا ہے

۴
قریب اتنا کہ جس سے نہیں کوئی نزدیک
سمجھ میں آئے تو کیسے کہ عقل ہے تاریک
بعید اتنا کہ جس کی نہیں ہے کوئی ٹھیک
اسی سے مانگ نہ لیں اک شعاعِ نور کی بھیک

جو قرب و دُور کو، دل کو سرور دیتا ہے
وہی تو قلب کی آنکھوں کو نور دیتا ہے



۵
ہر اک کے پیار سے زیادہ کہیں ہے اس کا پیار
وہ کیسا پیارا ہے محبوب اس پہ جان نثار
ہر اک کنار سے آرام دہ ہے اُس کی کنار
طلب جسے ہو وہی دیکھ لے کرم کی بہار

ہزار بار گنہ ہوں تو وہ نہ پکڑے گا
جو ایک بار بھی مجرم کہے تو بخشے گا

۶
بڑا کریم ہے تو واہ واہ اللہ رے
بڑا حلیم ہے تو واہ واہ اللہ رے
بڑا رحیم ہے تو واہ واہ اللہ رے
بڑا حکیم ہے تو واہ واہ اللہ رے

تجھے خدا کہوں اللہ کہوں الٰہ کہوں
کہ تجھ کو ڈوبنے والے کے دل کی چاہ کہوں

۷
جِلایا تُو نے تو تُو نے ہی سب کو مارا ہے
تجھے سمجھنے کا جو کچھ بھی یہ سہارا ہے
نہ ناگوار ہے تجھ کو نہ کچھ گوارا ہے
وہ تیرا صدقہ ہے اور تو نے ہی اتارا ہے

اثر بلا کا یہ صدق و صفا میں ڈالا ہے
فنا کی چاہ سے آبِ بقا نکالا ہے

۸
نہاں ہو جو نہ عیاں اس کو کوئی کیا سمجھے
سمجھ لیا یونہی جو کچھ بُرا بھلا سمجھے
ضرور پھر بھی ہر اک اس کا کچھ پتہ سمجھے
مگر سمجھ میں تو کچھ بھی نہ آیا کیا سمجھے

فقیہ فلسفے کی ریل پیل سمجھا ہے
سمجھنا اُس کا بھلا کوئی کھیل سمجھا ہے

۹
محال جس کے لئے بولنا ہو پھر بولے
ہر ایک راز چھپائے رہے مگر کھولے
کبھی نہ جاگنے پر بھی مجال ہے سولے
عطا محال مگر اس سے مانگ لے سو لے

لیا دیا تری سرکار سے جو پایا ہے
اُسی دیئے سے یہ اپنا دِیا جلایا ہے

(۱۰)

خدا کی ذات کو کوئی بتا دے کیا جانے  وہ جب ہے یا نہیں محبوبِ کبریا جانے
رہِ رضائے الٰہی کو مرتضےٰ جانے  خدا کی باتیں یا یہ جانیں کہ پھر خدا جانے

وہ کیا ہے، کون ہے، کیا جانیں ہم کہ کیسا ہے
مگر خدا کو یہ جیسا بتائیں ویسا ہے

(۱۱)

جو اُن کے صدقے نبی سب غم وہ کھانے والے ہیں  جب اُن کے خلق میں جو دہ پلانے والے ہیں
یہ جب بھی مانگیں اسی وقت پانے والے ہیں  بھلا یہ غیر کی بھٹی پہ جانے والے ہیں

قسم خدا کی کہیں اور یہ نہ جائیں گے
پئیں گے یہ تو اسی کو جو یہ پلائیں گے

(۱۲)

انھیں کا قول ہے اپنا خدا تو ایسا ہے  کہ جانتا نہیں کوئی اُسے وہ کیسا ہے
نہ عقل جان سکے گی اُسے وہ جیسا ہے  ہمیشہ جیسا بھی تھا آج بھی وہ ویسا ہے

سمجھ سکو گے نہ وہ کیا ہے اور کب سے ہے
کبھی نہ کہیو وہ جب سے ہے اور تب سے ہے

(۱۳)

وہ کیا ہے، کون ہے، کیونکر ہے، کوئی کیا جانے  بغیر مہبت کے تھا اس سے کچھ سوا جانے
وہ لاپتہ ہے کوئی اُس کا کیا پتہ جانے  جو جانے جاننا ممکن نہیں بجا جانے

وہ آئے جائے نہ جائے کہیں نہ آتا ہے
کسی کا اُس سے نہ رشتہ ہے اور نہ ناتا ہے

(۱۴)

خدا ہمارا ہے ہر ایک شان سے باہر  ہر ایک کیف سے حیث و زمان سے باہر
بعید درک سے وہم و گمان سے باہر  وہ بے نشان ہے ہر اک نشان سے باہر

یہ لفظ اُس کے لئے جو بھی بولے جاتے ہیں
وہ اک خفیف توجہ اُدھر دلاتے ہیں



(۱۵)

خدا کی بات میں حیراں ہے گی عقلِ بشر  بغیر لفظ بھلا وہ سمجھ سکے کیوں کر
مگر جو چاہتے ہو قلب پر ہو اس کا اثر  تو چاہیئے کہ کرو غور اپنی فطرت پر

جو اپنے نفس کی کیفیتیں نہ جانو گے
تو مان کر بھی اُسے جان لو نہ مانو گے

(۱۹)

نبیؐ تو دے گئے حکمِ تمسکِ ثقلین  بتا دیا نہ جدا ہوں کبھی یہ فی الدارین
ضرور ہے کہ سُنیں حکمِ سیدِ کونینؐ  اُسی کو مانیں جو ہو قولِ حیدرؑ و حسنینؑ

وہی درست ہے جو آلؑ نے بتایا ہے
وہ حق نہیں جو کسی اور نے سنایا ہے

(۱۷)

کوئی سمجھ نہیں سکتا ہے اس کے امرِ کُن  کہ کام ہوگا اُسی وقت جب کہے گا کُن
بھلا بتاؤ ہمیں کیوں لگی صفات کی دُھن  وہ خود کو کہتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ

بلا شبیہ و مثال و نظیر کہتے ہیں
صفت سے پاک جنابِ امیرؑ کہتے ہیں

(۱۸)

مگر یہ خلق نے کیا بات ہے بنا ڈالی  ہمیں عجیب سی توحید اک سکھا ڈالی
خلافِ آلِ نبیؐ دین کی بنا ڈالی  خدا کی ذات پہ توصیف بھی چڑھا ڈالی

پڑھا دیا ہمیں اللہ کی صفات ہیں آٹھ
جدا نہیں ہیں یہ جانو کہ عینِ ذات ہیں آٹھ

(۱۶)

یہ کیا ہوا ہمیں رشتہ یہ کس سے جوڑا ہے  کہ جس سے جوڑنا لازم تھا اس سے توڑا ہے
جب اس کے قول سے رُخ اپنا ہم نے موڑا ہے  یہ صاف بات ہے بالکل علیؑ کو چھوڑا ہے

خدا کو جان لیا یہ جو ہم نے جان لیا
بتاؤ جیسا بتایا تھا ویسا مان لیا

(۲۰)
بذلِ آلِ متسک اگر کیا ہوتا — کہ امرِ دین کو اُن سے ہی بس لیا ہوتا
تخیلِ اُموی ترک کر دیا ہوتا — علیؑ کے عشق میں کوئی مرا جیا ہوتا
کلام کی نہ ضرورت نہ پھر قیاس کی تھی
جو غور کرتے ذرا پھر تو بات پاس کی تھی

(۲۱)
علیؑ تو کہتے ہیں جس نے خدا کو ایک کہا — تو اُس نے گِن لیا اُس ذات کو یہ جہل کیا
اشارہ کر دیا اُس کی طرف تو گھیر دیا — شبیہہِ خلق ہوا جو، تو وہ خدا کیسا
خدا کو جاننا چاہو تو نفس کو جانو
صفت جو اِس میں ہو موجود اُس میں مت مانو

(۲۲)
چڑھا ہے عقل پہ غفلت کا آہ کیسا ضماد — علیؑ کی عقل سے جانا سمجھ کو اپنی زیاد
کہا قیاس کو دینِ علیؑ یہ ہے بیداد — تمہارے دین کی یہ گت ہے یا علیؑ فریاد
اُسے نہ مانا خدا تم نے جو بتایا ہے
جدا قیاس سے ہم نے خدا بنایا ہے

(۲۳)
پڑا ہے عقل پہ پردہ تو کوئی کیا سمجھے — ہم اپنے دین کے احبار کو خدا سمجھے
علیؑ کے دین کو چاہے اگر ذرا سمجھے — تو پہلے نفس کے باطن کا ماجرا سمجھے
نہیں تو دین کے کچھ ماجرے نہ سمجھے گا
پچاس سال کتابیں پڑھے نہ سمجھے گا

(۲۴)
جو غور نفس پہ کرتے ذرا صغیر و کبیر — بتا گئے تھے ہمیں جس طرح جنابِ امیرؑ
تو دیکھ لیتے سبھی قدرتِ خدائے کبیر — رموزِ دین کے ہوتے کشود با تغسیر
صفات کے کلمے بھی سمجھ میں آجاتے
خبر کے سُقم و صحت کی بھی خبر پاتے



(۲۵)
ضرور ہے کہ کریں غورِ نفسِ انساں میں — کہ امتیاز ہے کیا اس میں اور حیواں میں
کریں جہاد ذرا معرفت کے میداں میں — وہ کیا ہے تک کہ جہاں تک ہے اپنے امکاں میں
جو اُن کا حکم نہ مانیں تو پھر بغاوت ہے
مُصر ہیں جو اسی پر یہی عداوت ہے

(۲۶)
ضرور ہے کہ کریں غور کیا ہیں اِس کی صفات — یہ کیسے رہتا ہے مصروف کام میں دن رات
یہ کیسے سنتا ہے یا بولتا ہے کوئی بات — سمجھتا کیسے ہے سُن کر مطالبِ کلمات
یہ کیا ہے کیسے ہے کیوں ہے کہاں یہ رہتا ہے
یہ نرم و گرم زمانے کے کیسے سہتا ہے

(۲۷)
ہے ابتدا میں تو کافی اسی قدر تعریف — کہ نفس جسم کے اندر ہے ایک جسمِ لطیف
یہی رذیل بھی بنتا ہے اور یہی شریف — اسی کا وصف ہے انساں کی جو کریں توصیف
اگر درست ہوا یہ تو اہلِ جنت ہے
نہیں تو جانیئے پھر دور اس سے رحمت ہے

(۲۸)
دیئے گئے ہیں اِسے ظاہراً تو پانچ حواس — انہی سے مادی اشیاء کا یہ کرے احساس
شموم و لمس و بصر سمع و ذائقہ ہیں اساس — حصولِ علم کے آلے یہی ہیں اِس کے پاس
اِنہی سے سارے یہ دنیا کے کام کرتا ہے
سدا انہی پہ بسر صبح و شام کرتا ہے

(۲۹)
یہ نفس ایسا ہے جیسے پلیٹ فوٹو کی — ہر ایک چیز کی تصویر اس پہ ہے بنتی
ہر اک عمل، کوئی حرکت، کہ چیز جو دیکھی — ہر ایک شے جو چھوئی، یا صدا سُنی کوئی
ہر ایک بوئے خوش و بد جو سونگھ پاتا ہے
ہر اک کا ذائقہ جو چیز بھی یہ کھاتا ہے

غرض ہر ایک کے اس پر نقوش ہوتے ہیں — نقوش جاگتے ہیں جب دماغ سوتے ہیں
(۲۰)
انہی سے ہنستے ہیں سب اور انہی سے روتے ہیں — انہی نقوش سے کشتِ عمل کو بوتے ہیں

انہی پہ علم کی اپنے یہ انتہا جانے
جو اس سے آگے ہو کچھ اس کی پھر بلا جانے

یہ اِس کی شان ہے سنتا ہے جب بھی کوئی نام — وہ کوئی چیز ہو، خوشبو ہو، ذائقہ یا کام
(۲۱)
اُبھر کے آتا ہے اس کا ہی نقش اس پہ مدام — جو دیکھتا ہے ابھرتے ہیں نقشِ اسم تمام

انہی نقوش سے ہر چیز جانتا ہے یہ
ہر ایک بات انہی سے تو مانتا ہے یہ

سُنیں مثال کہے گر کوئی "گلاب کا پھول" — تو نفس سنتے ہی اس کا اثر کرے گا قبول
(۲۲)
اُبھر کے ذہن میں آئے کِھلا ہوا اک پھول — سمجھ سکے بسہولت اسے ہر اک معقول

ہر ایک چیز کا ایک نقش ہی اُبھرتا ہے
ہر ایک بات یہ اِس سے ہی سمجھا کرتا ہے

انہی نقوش پہ انساں کا علم ہے محدود — بسر اِسی پہ کرے جو ہو خلق میں مولود
(۲۳)
مگر جو نقش نہ اس میں ہو قبل سے موجود — تو اس کے جاننے کا راستہ رہے مسدود

اثر نہ ہو جو کوئی ایسا نام سُن پائے
سُنے یہ کان تو اس کان سے نکل جائے

مثال اِس کی بھی سُن لیں کہے جو کوئی "قنور" — تو سننے والے کو اس سے نہ مطلقاً ہو شعور
(۲۴)
سُنے گا صرف صدا فہم سے رہے پر دور — کسی طرح کا اثر بھی نہ آئے دل کے حضور

اثر سے دل کو نہ جب فرحناک پائے گا
بتایئے تو بھلا کیف خاک پائے گا



کہے جو کوئی کہ ہوتا تھا یہ بھی ایک ہتھیار — کسی زمانے میں اِک قوم کی تھی یہ تلوار
(۲۵)
ہر اک کنارہ پہ ہوتی تھی تیز اِس کی دھار — تمام سیدھی پر آگے سے اک ذرا خمدار

جواب "قنور" سنیں اک سرور ہوتا ہے
اثر قلوب پہ اب تو ضرور ہوتا ہے

خدا کے واسطے اتنا تو اب بتائیں حضور — کہ غیر مادّی دنیا کا جو ہے عالمِ نور
(۲۶)
جو اس خمسہ ظاہر سے ہو سکے نہ شعور — رہے ہمیشہ ہمیشہ بشر کی فہم سے دور

کوئی سمجھنا بھی چاہے تو کیسے سمجھے گا
کوئی بتائے تو آخر کو آپ سمجھے گا

خدا رسولؐ کا ہے حکم اٰمنوا بالغیب — اور اس طرح کہ نہ دل میں تمہارے آئے ریب
(۲۷)
ہوا جو غیب کا حس پھر تو نفس ہو بے عیب — کتر سکے نہ گرہ کٹ کوئی یقین کی جیب

یقینِ غیب ہو کیسے کمال حیرت ہے
سوال حل یہ کرے جس کو حق کی غیرت ہے

علومِ ظاہری سے اِس کا حل ہے ناممکن — سمجھ سکے یہ کوئی "بے محل ہے ناممکن"
(۲۸)
دلیلِ منطقی سے آئے کل، ہے ناممکن — نہ ہو بیاں، ہے زباں تک بھی شل، ہے ناممکن

جو راہ نفس میں ڈھونڈیں تو راہ پاتے ہیں
اسی کی چاہ میں دل کی لگی بجھاتے ہیں

جہاں میں ایسے بھی انساں ملیں گے گھر بار ی — کہ خود بخود ہو کبھی اُن پہ کیفِ غم طاری
(۲۹)
ہر ایک کام سے ہو جائے دل کو بیزاری — بغیر وجہ ہی آنکھوں سے اشک ہوں جاری

پتہ ہو بعد میں دل پر الم جو چھایا تھا
کسی حبیب پہ آفت کا وقت آیا تھا

(۴۰) اسے سمجھنے میں ہرگز کرے نہ کوئی باک — اسے نہ سمجھا تو پھر کیا سمجھ میں آئے خاک
یہی ہے نفس کے باطن میں قوتِ ادراک — نمو ہوا اس میں اگر کچھ ہوئی سے ہو دل پاک

یہ بڑھ گئی تو حقائق ضرور دیکھے گا
یقیں ہے چشمِ بصیرت سے نور دیکھے گا

(۴۱) بلا عمل کے نمو اِس میں ہو نہیں سکتا — سیاہی قلب کی بے اشک دھو نہیں سکتا
حصول کے لئے جو اس کے رو نہیں سکتا — تو پھر لحد میں باآرام سو نہیں سکتا

عمل کرے گا وہی جس کو ذوق پیدا ہو
حضورِ غیب کا کچھ دل میں شوق پیدا ہو

(۴۲) وجودِ غیب کی جس کو مگر خبر ہی نہ ہو — سوائے دہر کوئی اس کا مستقر ہی نہ ہو
سدا حضر میں رہے عازمِ سفر ہی نہ ہو — تو ذکرِ غیب سے اس پر کوئی اثر ہی نہ ہو

عمل کو اس سے کہے جائیں کچھ نہ مانے گا
وہ ذکرِ غیب کو مہمل سی بات جانے گا

(۴۳) مثال غیب کی اس کے لئے ہو مثلِ قنور — کہ ذکرِ جنت و دوزخ سے ہو سکے نہ شعور
نہ ہو شعور تو حس سے رہے گا کوسوں دور — نہ ہو جو حس بھی تو پھر کوئی کام کیا ہے ضرور

عمل تو خوف سے یا شوق سے ہی ہوتے ہیں
جو خوف و شوق نہ ہو تو مدام سوتے ہیں

(۴۴) عمل کے واسطے جب حس ضرور ہے ہونا — تو تخمِ غیب بھی لازم ہے قلب میں بونا
وہ بویا جائے تو کیسے، یہی تو ہے رونا — زمینِ شور میں محنت ہے رائیگاں کھونا

جو تخم ریزیٔ حسّ کسی کی چاہ سے ہو
تو آبیاری بھی اِس کی اُسی کی چاہ سے ہو



(۴۵) سب سے پہلے ضروری خدا کا ہے احساس — ضرور ہے کہ سنائیں صفاتِ ربّ النّاس
صفات وہ ہوں کہ جن میں نہ ہو اِسے وسواس — مشاہدات کو تمثیل کی بنائیں اساس

صفاتِ نفس کمالی جو ہیں وہ بتلائیں
خدا میں سب وہ ہیں موجود اس کو جتلائیں

(۴۶) تو دیکھتا ہے تو تیرا خدا بھی ہے ناظر — تو سنتا ہے تو وہ سننے میں ہے بڑا ماہر
تو چند پر تو وہ ہر ایک چیز پہ قادر — برائی اُس سے ذرا سی کبھی نہ ہو صادر

بشر کے واسطے جو بھی کمال جانے یہ
ضرور ہے کہ خدا میں تمام مانے یہ

(۴۷) صفات ایسی جو ہوں جن کو عیب گر دانے — تو اُن سبھوں سے منزّہ خدا کو یہ جانے
پر ابتدا میں کچھ اس کے سوا نہ پہچانے — اُسے کریم و علیم و حکیم ہی مانے

صفات جن سے کہ مرعوب نفس ہو جائیں
ضرور ہے کہ خدا میں تمام منوائیں

(۴۸) سُنائے جائیں تب احکامِ خالقِ اکبر — تمام کام کہ جن پر عمل کرے یہ اگر
صفائے قلب ہویدا ہو اور نکلے شر — تب آئے قوتِ ادراک نفس کے اندر

یہ ہو گیا تو پھر احساسِ غیب پیدا ہو
نمو جو قلب میں حس، وجل بھی ہویدا ہو

(۴۹) لرزنا قلب کا دنیا میں ہے عجوبہ چیز — حجاب کیسے ہی غفلت کے نفس پر ہوں دبیز
شگفتہ ہوں اسی سے پھر آئے حق کی تمیز — اسی کے بعد تو ہوتا ہے دل کو دین عزیز

خدا کے دین کے سُن کر ہزار عیب آئے
مگر نہ چشم زدن کو بھی دل میں ریب آئے

بہ دلِ خاص کریں وجل دل پہ جو طاری — وہ ایک شوق ہے یا ہیں وہ خوف و بیزاری
کمالِ شوق ہی ہے حُبِّ ایزدِ باری (۵۰) اسی سے کُل کے شہنشاہ کا ہو درباری
ثواب کا متواتر بیاں اگر ہو گا
یقیں ہے شوق کا ہر قلب پر اثر ہو گا

عذاب کا جو تسلسل رہے بیاں جاری — تو لازمی ہے کہ وحشت دلوں پہ ہو طاری
اثر بھی خوف کا ہو جائے نفس میں ساری (۵۱) نمودِ وجل ہو آنکھوں سے اشک ہوں جاری
رہے جو اِس کا تسلسل تو کچھ ثمر پائے
یقینِ غیب ہو جب دل میں نور بھر جائے

پتہ چلے گا تبھی کس کو کہتے ہیں توحید — سمجھ میں آئے گی پروردگار کی تمجید
ملے گا علمِ حقیقی یہ لطفِ ربِّ مجید (۵۲) کرے گا ہر کس و ناکس کی پھر وہ کیوں تقلید
سکونِ نفس کو دل کو سرور ہوئے گا
قریبِ حق سے خباثت سے دور ہوئے گا

توجّہ اور ارادے سے ہوں مگر یہ کام — کہ جن کو دہر میں مفقود ہو گیا ہے نام
اب ایک درد رہا جس کا وجل ہوا انجام (۵۳) یہ جس کو مل گیا ہو گا کبھی نہ وہ ناکام
ارادہ اور توجہ بھی یاں ضرور نہیں
جو درد مل گیا رحمت خدا کی دور نہیں

حسینؑ نے تو بہت کی ہے اِس کی تیاری — ہمارے نفس میں غم ہو کسی طرح ساری
جو اُس کے ساتھ تھیں بہنیں کہ بیٹیاں ساری (۵۴) مہیا کر گئیں اسبابِ گریہ و زاری
انہوں نے درد کے نشتر ہزار چھوڑے ہیں
کہ جن سے خلق کے دل بے شمار توڑے ہیں



عمل سے کی ہے یہ دینِ الٰہ کی تائید — دکھائی راہِ خدا، کی ہے شرک کی تردید
خیال ایک رہے سب کا، ہے یہی توحید (۵۵) وہ متحد ہوں، کریں جو امام کی تقلید
وہاں تو ننھے سے بچے بھی یہ دکھاتے ہیں
اِسی کے واسطے رُخ پر طمانچے کھاتے ہیں

حسینؑ تم نے عجب طرح سے ہدایت کی — کہ گھر لٹا دیا ایسی ہماری چاہت کی
تمہارے بچوں پہ اعدا نے کیا شقاوت کی (۵۶) تمہارے ساتھ تو حد ہو گئی عداوت کی
سبھی زمانے میں بچوں پہ رحم کھاتے ہیں
تمہارے بچوں پہ یاں ظلم ڈھائے جاتے ہیں

حسینیو کہو رو کر کہ اے دِلا سُن تو — ترے امام کے بچوں نے کیا کیا سُن تو
پہاڑ ظلم کا سر پر اٹھا لیا سُن تو (۵۷) ہمارے واسطے خود کو مٹا دیا سُن تو
غضب ہے دیکھ! لئے تُو تو چین بیٹھا ہے
وہ تپتی ریت پر زخمی حسینؑ بیٹھا ہے

ترے امام پہ تیغوں کا ابر ہے چھایا — قریں حسینؑ کے ابنِ بتولؑ کا جایا
حسنؑ کا لال وہ دس گیارہ سال کا آیا (۵۸) نہ نیمچہ ہی لئے ہے نہ ہے سپر لایا
نہ حرب و ضرب کا ساماں ہی ساتھ لایا ہے
فقط حسینؑ کی الفت میں دوڑا آیا ہے

وہ کہہ رہا ہے چچا تم پہ میں فدا صدقے — ذرا سی دیر میں کیا حال ہو گیا کہیئے
ہر ایک خون کا پیاسا ہے آپ کے اُٹھیئے (۵۹) قسم ہے سر کی مرے اب خیام کو چلیئے
کہیں کچھ اور مصیبت نہ سر پہ آ جائے
کوئی لعین نہ تیغِ ستم لگا جائے

(۶۰)
کبھی تو غیظ میں آ آ کے جھومتا ہے وہ — کبھی حسینؑ کے زخموں کو چومتا ہے وہ
چچا کے گردِ محبت سے گھومتا ہے وہ — لگا کے آنکھوں سے قدموں کو چومتا ہے وہ

اُسے ہے فکر کہ زخموں کا کیا علاج کرے
مددِ حسینؑ کی کس طرح سے وہ آج کرے

(۶۱)
کہ آیا تیغ لئے ایک ظالمِ غدّار — وہ چاہتا تھا لگائے دلِ رسولؐ پہ وار
دفاع کے لئے اُٹھا حسنؑ کا وہ دلدار — دکھا رہا ہے جہاں کو جہادِ بے ہتھیار

مُحبِ حسینؑ کے دفعِ فساد کرتے ہیں
خدا کی راہ میں ایسے جہاد کرتے ہیں

(۶۲)
کہو پکار کے ظالم ذرا خیال تو کر — ابھی نہ تیغِ ستم کی چلا خیال تو کر
ہے ایک طفل بھی واں پر کھڑا خیال تو کر — نہ جانے خیمہ سے کیسے گیا خیال تو کر

اٹھا لیا ہے تو رُک جا نہ ہاتھ ہلنے دے
خدارا اُس کو چچا سے گلے تو ملنے دے

(۶۳)
مگر نہ مانا وہ بیکس پہ کر ہی بیٹھا وار — حسنؑ کے لال نے ہاتھوں پہ روک لی تلوار
کٹے جو ہاتھ گرا خاک پر بحالِ زار — تڑپ رہا تھا کہ تیروں کی ہو گئی بوچھار

گلا بھی چھد گیا تیر ایسا چل گیا ہے ہے
چچا کی گود میں ہی دم نکل گیا ہے ہے

(۶۸)
کہو پکار کے یا رو کہ اے امامؑ کے لال — تجھے ہماری برأت کا کس قدر تھا خیال
ہوا نہ ماں کی جدائی کا مطلقاً بھی ملال — دکھا دیا کہ رہِ حق میں کس طرح ہو جدال

وہاں نہ تیر نہ تلوار کی ضرورت ہے
بس عشقِ حق کی کھڑی دھار کی ضرورت ہے



(۶۵)
قتیلِ جور و جفا ابنِ مجتبےٰؑ اُٹھ تو — یہ کیسی نیند تجھے آ گئی ذرا اُٹھ تو
ہیں چُور زخموں سے تنہا ترے چچا اُٹھ تو — وہ لے کے تیغ کوئی اور آ گیا اُٹھ تو

لے اُٹھ! چچا کی مصیبت میں پھر مدد کر دے
وہ ننھے ننھے سے بازو ذرا سپر کر دے

(۶۶)
درِ خیام سے ماں تک رہی ہے بیچاری — زبانِ حال سے کہتی ہے درد کی ماری
ذرا سنو تو مرے لال تم پہ میں واری — کرو جہاد کی اب پھر سے اُٹھ کے تیاری

چلے بھی آؤ یہاں آ کے پھر چلے جانا
ذرا میں تیغ و سپر باندھ دوں چلے جانا

(۶۷)
ولائیو کہو ابنِ حسنؑ ترے صدقے — ذرا سی عمر میں امت پہ تم ہوئے صدقے
دکھائی شانِ کرم ہم پہ ہو گئے صدقے — کہ ننھے ننھے سے بازو بھی کر دیے صدقے

ادیمؔ ایسے جو ظلم و ستم سے مرنا تھا
حسنؑ کے لال کو دل تیغ اغم سے بھرنا تھا

---

# ۲

خدا کے نام سے ہے ابتدا ہر اک شے کی　　اُنہی کے نام پہ ہے انتہا ہر اک شے کی
خبر کسی کو مشیّت کی کیا ہر اک شے کی　(۱)　یہ شاہ ہی تو بنی مبتدا ہر اک شے کی
خبر کی ہو نہ خبر کیسے بات مانے گا
خبر سے صرف کہاں مبتدا کو جانے گا

جو ابتدا ہی نہ ہو کیسے بات بن جائے　　کسی کے من کی چھپی کیسے کوئی سُن پائے
ہو مبتدا ہی جو غائب تو کیا خبر آئے　(۲)　کہ پہلے کلمے ہی میں لا کلام گھبرائے
خیال دل کے جو ہوں آس پاس غائب ہوں
خیال کیسا کہ ہوش و حواس غائب ہوں

ہے سہل کوئی کرے دوسروں کے عیب کا ذکر　　بشر کو پیٹ کی ہے فکر یا کہ جیب کا ذکر
کبھی ہے وسوسوں کا اور گاہ ریب کا ذکر　(۳)　مگر محال ہے کرنا جناب غیب کا ذکر
نگہ میں آئے گی جو چیز اس کو جانیں گے
نظر میں جب نہ سمائے تو کیسے مانیں گے

نکالے غیب کے کوئی جو ایک بار عدد　　تو صرف غین کے ہی ہوتے ہیں ہزار عدد
عدد میں پھنس کے کئے جائے گو شمار عدد　(۴)　سمجھ سکے نہ نکالے ہزار بار عدد
عدد نکال کے وحشت میں پھنس کے بیٹھ رہے
ملا نہ ایک بھی کثرت میں پھنس کے بیٹھ رہے



یہ غین پر جو ہے نقطہ اِسے تو پہچانے　　کہے جو ایک تو پھر ایک کو وہ کیا جانے
صفر کو بھولے، چلے تھے سمجھنے سمجھانے　(۵)　وجود رکھتا ہے پر کب کوئی عدد مانے
نظر تو آئے گا نقطے میں عیب جب ہو گا
صفر بھی جب نہ نظر آئے غیب تب ہو گا

یہ اب تو ہو گیا ظاہر کہ غیب ہی ہے کہاں　　حضورِ غیب ہی ظاہر ظہور کا ہے مآل
ہر اک کمال کو لازم ہے ایک روز زوال　(۶)　مگر زوال کا غائب ہے غیب میں تو سوال
یقیں نہ ہو تو ہر اک دل میں ریب ہو جائے
نہ ہو یہ نقطہ تو پھر غیب عیب ہو جائے

جو غور کیجئے تو یہ غنی سے غیب بنا　　بنا بھی کیسا کہ بالکل بغیر عیب بنا
غنی سے غین، نہیں اس میں کوئی ریب بنا　(۷)　یہ نقطہ آیا جو پستی میں صاف غیب بنا
علو میں نونِ نفی حرف لا ہی لا ہوتا
ظہورِ غیب کہاں تھا اگر نہ "با" ہوتا

حضور کو جو نہ جانے وہ غیب کیا جانے　　جو جانتا ہی نہ ہو کچھ بھلا وہ کیا جانے
نہ ہو جو عین تو پھر غین کیسے پہچانے　(۸)　چلے ہیں آپ بھی کیسوں سے غیب بتنے
نہ ہوتی عین تو پھر کیسے غین ہو جاتی
کتابِ ہست ہی سب عین غین ہو جاتی

ہر اک کو خلق میں لطفِ حیات عین سے ہے　　نظر میں آتی ہی ہر ایک بات عین سے ہے
وجود میں تو کمالِ صفات عین سے ہے　(۹)　غرض یہ ہے کہ سبھی کائنات عین سے ہے
حیات تب ہے جب آنکھوں میں نور ہوتا ہے
اسی سے خلق میں سارا ظہور ہوتا ہے

(۱۰)
بحارِ علم پہ ملتا ہے عین سے ہی عبور　　اِسی میں شرم جھلکتی ہے ہو جو کوئی غیور
چمک چمک کے یہ ظاہر کرے دلوں کا سُرور　　دکھاتی ہے یہی، زیادہ جو ہو الم کا وفور

جناب الٰہی سے تو دل کا غبار دُھلتا ہے
یہی ہے جس سے محبت کا راز کُھلتا ہے

(۱۱)
حبیب دور ہو پھر کیسے اِس کو کل آئے　　لگی رہے گی یہ در کو نہ گو محل آئے
تکے گی آس اب آئے کوئی کہ کل آئے　　خیال آیا کہ آنسو دہیں نکل آئے

خمیرِ درد کسی کے جو آب و گِل میں ہے
تو یہ بتائے گی فوراً کہ کوئی دل میں ہے

(۱۲)
مگر جو دل میں نہ ہو اور فقط زباں پر ہو　　یقین صرف روایات اور بیاں پر ہو
بِنا یقیں کی حکایات اور گماں پر ہو　　تو پھر یہ کیف نہ بوڑھے پہ نے جواں پر ہو

سُنی سُنائی ہے ایک بات یاد کرلی ہے
کچھ ہو نہ ہو یہ طبیعت تو شاد کرلی ہے

(۱۳)
یہ کیف یاسے خطاری وہ مے چکھی ہی نہیں　　سرور آئے کہاں سے شراب پی ہی نہیں
طلب بھی اُس کی ہو کیوں جب کبھی ملی ہی نہیں　　شراب خانہ کے در پر نظر گئی ہی نہیں

سرور سیرتِ نیا ہی پا چکے یہ جانا ہے
کتاب خانہ ہے وہ یا شراب خانہ ہے

(۱۴)
چکھی نہ وہ کہ جو رہتی ہے ہر گھڑی تازہ　　لگا سکے درِ ساقی کا کچھ نہ اندازہ
بھگت رہے ہیں اُسی کا تو آج خمیازہ　　طلب ہو اب بھی تو ڈھونڈیں اُسی کا دروازہ

ہجومِ عام بہ وہ سب کی یہی صدا ہوئے
ہمیں بھی شان کا صدقہ ترا بھلا ہوئے



(۱۵)
کھڑے ہیں رِند ترے در پہ آج اے ساقی　　یہ سُن کے آئے ہیں تیری بلند اخلاقی
مئے وِلا کا نہیں دہر میں نِشاں باقی　　یہ تیری راہ کے سالک نہیں ہیں اشراقی

نہ شرق و غرب کو ان میں سے کوئی جائیگا
یہ اب تو وہ ہی پیئیں گے جو تو پلائیگا

(۱۶)
مقر ہیں رِند کہ ہیں سب کے سب مہا پاپی　　جہاں بھی مِل گئی چوکھی سی بس وہیں جا پی
بخش کہ پاک غرض جو ملی سو ہی کھا پی　　یہی سبب ہے بڑی لمبی جو سزا نا پی

ہزار سال سے سر پر پہاڑ ٹوٹے ہیں
ہوس کی قید سے اب تک نہ رِند چھوٹے ہیں

(۱۷)
بس اب ہیں رِند بہت بیقرار اے ساقی　　بہت ہے قلب کو اب اضطرار اے ساقی
اشد ہے موت کا اب انتظار اے ساقی　　دکھا ظہور کی اب تو بہار اے ساقی

ہزار سال عجب انتظار کھینچا ہے
تو موت کیا ہے کہ جب انتظار کھینچا ہے

(۱۸)
تو چاہتا ہے ترے رِند ایسے ہوں موقِن　　جو اذنِ رب سے کہیں کُن تو رات سے ہو دِن
مگر ہم ایسے ہیں جیسے کہ طفل ہو کم سِن　　ہمارے حال پہ کر رحم خلق کے محسن

ہمارے نفس کو بھی پاک کر کے دیکھ تو لے
جَلا جَلا کے ہمیں خاک کر کے دیکھ تو لے

(۱۹)
پلا کے دیکھ تو لے ایک گھونٹ اے ساقی　　ہوئی کے کھاتے کی ہم بھی نہ کر دیں بے باقی
ہمیں بھی آ گیا اب یادِ روزِ میثاقی!　　نہیں ہے جینے کی دنیا میں آرزو باقی

بس اب تو شوق ہے دربار میں حضوری کا
جَلائے دیتا ہے اب دل کو درد دوری کا

جو جی بھی جینے کو چاہے تو اب نہیں جینا    ہمیں تو نبی کی محبت کا جام ہے پینا
(۲۰)
پھٹا ہی جاتا ہے فرقت میں درد سے سینہ    سوائے درد نہ اِس میں حسد ہے نے کینہ
سمجھ گئے ہیں کہ دل کو سرور ملتا ہے
مریں جو مرنے سے پہلے تو نور ملتا ہے

لگا دے دل میں محبت کی ایک چنگاری    کہ جس سے درد کا دریا ہو قلب میں جاری
(۲۱)
غمِ فراق میں ہر دم ہو گریہ و زاری    تکلفات سے ہو جائے دل کو بیزاری
پلا دے ایسی کسی وقت رِند شاد نہ ہو
سوائے تیرے کسی شے کی دل میں یاد نہ ہو

یونہی ہمیشہ ہمیشہ ہمیں پلائے جا    اور اپنی شانِ کریمی ہمیں دکھائے جا
(۲۲)
کہ رند پیتے رہیں پے بہ پے تو لائے جا    ہمیشہ تجھ کو بلاتے رہیں تو آئے جا
مگر یہ شرط ہے دل میں سمائیو ساقی
ابد تلک انہیں یونہی پلائیو ساقی

تو جانتا ہی ہے ساقی ہماری مے نوشی    ہماری مستی و رندی و خود فراموشی
(۲۳)
تری شراب سے ہوتی ہے کیسی مدہوشی    کہ ہوش جاتے ہی آتا ہے ہوشِ حق کوشی
نبیؐ کا پڑھتا ہے کلمہ وہ جو مزا چکھے
خدا کا نام ہے ساقی تجھے خدا رکھے

اسی سے بنتا ہے عاقل ہر ایک دیوانہ    سفیہہ ہوتا ہے پینے سے اس کے فرزانہ
(۲۴)
دعائیں دیتا ہے ساقی ہر ایک مستانہ    ابد تلک رہے آباد تیرا مے خانہ
جو پینے والا ہے پی کر خموش ہوتا ہے
یہاں کے رند کو مستی میں ہوش ہوتا ہے



سمجھ گئے ہیں اب اتنا تو یہ ترے مے نوش    کہ ہوش تھا تو حقیقت میں تھے سبھی بے ہوش
(۲۵)
چڑھا ہوا تھا دلوں پر جو خواہشات کا جوش    نہ آنکھ دیکھ رہی تھی نہ سُن رہے تھے گوش
ہوائے نفس کے پیالے مدام پیتے تھے
اِسی پہ مرنے کی خاطر سدا یہ جیتے تھے

نشہ ہویٰ کا جو اترا تو کچھ نظر آیا    ہمارے نفس کو تھا مادی جہاں بھایا
(۲۶)
ہوس کے نشے میں من کو خودی نے بہکایا    نہ ہم نے نور کے عالم کا کچھ پتہ پایا
ٹٹولتے ہوئے کثرت میں رہ گئے ہم تو
غضب ہے سیلِ ضلالت میں بہہ گئے ہم تو

یہ رِند آئے ہیں اب شرمسار اے ساقی    مئے ہوس کا ہے کچھ کچھ خمار اے ساقی
(۲۷)
یہ رو رہے ہیں بس اب زار زار اے ساقی    دلوں پہ طاری ہے اک اضطرار اے ساقی
پتہ یہ چل گیا اِن کو، نجس ہے یہ بالکل
صفائے قلب کی خاطر تو بس ہے یہ بالکل

قسم ہے اب نہ چکھیں گے ہویٰ کا کوئی جام    مئے ہویٰ کا نہ ان میں سے کوئی لے گا نام
(۲۸)
ہم عہد کرتے ہیں اِس سے رہیں گے باز مدام    پلا دے ساقیا اب تو بادۂ گلفام
کرم کا ذکر ترے بالعموم ہے ساقی
عطا کی، فیض کی، بخشش کی دھوم ہے ساقی

وہی پلا جو نبیؐ نے الست میں پی تھی    حسینؓ نے جو گلستانِ ہست میں پی تھی
(۲۹)
وہی خدائی کے جو بند و بست میں پی تھی    علیؓ نے جو کہ بتوں کی شکست میں پی تھی
ہمیں بھی اُس میں سے کچھ تو ملے جو تم کو ملی
وہی جو بوذرؓ و سلمانؓ وغیرہم کو ملی

(۲۰)
دلا یہ چھوٹا سا منہ اور یہ بڑی سی بات — بھلا سیاہ تو ادل کہاں کہاں مرآت
کہاں خصائلِ شیطاں کہاں خدا کی صفات — کہاں وہ یومِ منوّر کہاں یہ کالی رات

کہیں گے لوگ کہ پیدا خیالِ خام ہوا
کہ مینڈکی کو بھی دیکھو ذرا زکام ہوا،

(۲۱)
رہے جو لوگوں کے کہنے پہ پی چکے پھر تو — لباسِ باطنِ تقویٰ کو سی چکے پھر تو
رہو گے میّتِ بے روح جی چکے پھر تو — پھنسے رہو نہ بُری انے بھلی ملے پھر تو

گناہگار ہیں ہم، وہ رحیم ہے کہ نہیں؟
کرو یہ غور کہ ساقی کریم ہے کہ نہیں؟

(۲۲)
سبھی جو مست ہوں ساقی کی پھر ضرورت کیا — پیے ہوئے ہوں تو جام و سبو کی حاجت کیا
جو پاک نفس ہوں سب حاجتِ طہارت کیا — تو پھر کہاں کی رسالت ہو اور امامت کیا

نہ ہو علیل تو پھر حاجتِ دوا کیا ہے
شکم ہو سیر تو پھر حاجتِ غذا کیا ہے

(۲۳)
تمام خلق ہو ذاکر تو ہوں مذکّر کیوں — جو دل ہوں پاک تو تھا حاجتِ مطہّر کیوں
نہ ہوں جو عیب تو ہو خواہشِ مدثّر کیوں — امور ٹھیک ہوں آئے کوئی مدبّر کیوں

وہ لائے ہیں مئے عرفاں ہمیں پلانے کو
کہ مُہر کردہ خُمِ مئے فقط دکھانے کو؟

(۲۴)
ہمارا صرف یہ مقصد ہے ہم نے جان لیا — کہ مئے کے وصف کا اک سائبان تان لیا
ہیں اُس کے سائے میں رحمت کے خُم یہ مان لیا — لباسِ سمع کو توصیفِ مئے سے سان لیا

وہ تھی تو اصل میں باطن کا رِجس دھونے کو
ہمارے کان کا یا میل ہی بھگونے کو



(۲۵)
اِسی لئے تو بنایا گیا ہے مئے خانہ — کہ پینے والے وہاں آئیں بے حجابانہ
وہاں پہ آئے کوئی بے خرد کہ دیوانہ — وہ ایک جام میں بن جائے عاقل و دانا

مگر وہی تو پئے گا جسے طلب ہوگی
جسے خبر ہی نہ ہو اُس کو چاہ کب ہوگی

(۲۶)
کتابِ حق میں ہے یہ قولِ کبریا آیا — وہ بندے نفسوں پہ اپنے جنھوں نے ظلم کیا
کرم سے اُس کے نہ مایوس ہوں وہ لوگ ذرا — وہ ہے تمام گناہوں کو بخشنے والا

اُسی کے لطف سے دل کو سُرور ملتا ہے
ہر ایک کور کو باطن کا نور ملتا ہے

(۲۷)
یہ خُم پہ خُم جو یہاں پر لنڈھایا جاتا ہے — نفوسِ خفتہ کو اِس سے جگایا جاتا ہے
یہ دل کی آنکھوں میں سُرمہ لگایا جاتا ہے — اِسے یہیں سے سہارا کا بنایا جاتا ہے

وہاں پہ کور سے کچھ کام ہو نہ دھندا ہو
نکل سکے نہ کبھی وہ غضب کا پھندا ہو

(۲۸)
مگر ہمیں تو سبق ہی پڑھا دیا اُلٹا — ہمارے ذہن کو مطلب سمجھا دیا اُلٹا
ہمیں اندھیرے کی جانب بڑھا دیا اُلٹا — ہمارے نفس کو نقشہ دکھا دیا اُلٹا

کہ یاں نہ کوئی سبو ہے نہ جام و ساقی ہے
یہ ذکر صرف ہے عقبیٰ کا وہ ہی باقی ہے

(۲۹)
یہاں تو خوب کئے جاؤ تم گنہ پہ گناہ — پہ آخرت میں ملے گی تمہیں غضب سے پناہ
یہاں نہیں کوئی خم خانۂ جنابِ اِلٰہ — مئے طہور کے پینے کی یاں غلط ہے چاہ

یہاں رہے گا جو اندھا وہاں سہارا کا ہو
نجس شراب یہ پی لیں تو غم کہاں کا ہو

(۴۰)
اُم تو جب ہو کہ جب مے کی کچھ خبر ہوئے
خبر تبھی ہو کہ جب دل پہ کچھ اثر ہوئے
اثر ہو دل پہ کہ جب عازمِ سفر ہوئے
تبھی حصار میں اس کو تلاشِ در ہوئے
ملے جو در تو اسے کھولنے کی چاہت ہو
عیاں قلوب پہ پیرِ مغاں کی عادت ہو

(۴۱)
پتہ چلے تبھی کیسا کریم ہے ساقی
جہاں میں مظہرِ ربِّ رحیم ہے ساقی
سخی، حلیم، علیم و حکیم ہے ساقی
غرض کہ منبعِ خُلقِ عظیم ہے ساقی
اُسی کے دم سے تو جام و سبو و بادہ ہے
اُسی کے فیض سے رحمت کا در کشادہ ہے

(۴۲)
اُسی کے دم سے ہے علم و ادب کے دم میں دم
اُسی کے دم سے حسب اور نسب کے دم میں دم
اُسی کے دم سے ہے مخلوقِ رب کے دم میں دم
اُسی کے دم سے ہے دنیا میں سب کے دم میں دم
اُسی کے دم سے ہے ہر چیز کی بقا ہوتی
نہ ہوتا وہ تو پھر اک دم میں یہ فنا ہوتی

(۴۳)
ملے کسی کو جو جانِ جہاں کا مے خانہ
جو رند چاہیں تو گردش میں آئے پیمانہ
کسی پہ ہو گئی شفقت اگر کریمانہ
تو دل کے آئینے میں آئے روئے جاناناں
غنی کے لطف و کرم کا ظہور دیکھے گا
ہر ایک شے میں نمودار نور دیکھے گا

(۴۴)
وہ نور جس سے ہے مملو تمام کائنات
وہی جو کلمۂ کُن ابتدائے مخلوقات
صفات جس کی کہی جاتی ہیں خدا کی صفات
وہی حجاب بنا جس میں ہے خفی کوئی ذات
کسی کے قلب سے جب وصلِ تام ہوتا ہے
جناب اُسی کا "انا الحق" مقام ہوتا ہے



(۴۵)
سنو وہ منبرِ کوفہ سے آ رہی ہے صدا
اَنا ہی اوّل و آخر خفی جلی بھی اَنا
کلیمِ طور سے کَلَّمْتُ اِنِّی تَکْلِیْمَا
تمام لشکرِ فرعون میں نے غرق کیا
میں لوح ہوں میں قلم ہوں میں حیّ و قائم ہوں
اَنَا الْمُصَوِّرُ فِی الرَّحِم امرِ دائم ہوں

(۴۶)
میں ہی ہوں آدمؑ اوّل و نوحؑ و ابراہیمؑ
میں خود کلام بھی ہوں اور میں ہی آپ کلیم
میں ابر و برق و ہوا ہوں میں ہی علیؑ عظیم
صبور و شکر و شکور و غنی، غفور و رحیم
میں خود ہی موسیٰؑ عمران و عیسیٰؑ دوراں
محمدؐ عربی میں ہوں ظاہر و پنہاں

(۴۷)
علیؑ کی جنگ کے میدان میں صدا میں ہوں
ملائکہ کو فرائض پہ بھیجتا میں ہوں
جلاتا میں ہوں خلائق کو مارتا میں ہوں
کرے گا وہ جو قیامت میں فیصلہ میں ہوں
تنوں کو میں نے ہی بخشا ہے ان کی جانوں کو
بلند میں نے کیا سارے آسمانوں کو

(۴۸)
اُسی کا قول ہے اُس نے ہی انبیاء بھیجے
کتب بھی اور صحیفے بھی جا بجا بھیجے
اُسی نے خلق میں چن چن کے اصفیا بھیجے
غرض کہ بھیجتا ہے وہ جسے خدا بھیجے
وہ پڑھ کے دیکھ نہیں مولا کی جو زیارت ہے
"سلام اُس پہ جو معدنِ رسالت ہے"

(۴۹)
بتائے کوئی کہ عقدہ یہ غیر منحل ہے؟
سمجھ میں آ ہی نہ سکتا ہو ایسا مشکل ہے؟
جو ہیپناٹائز ہوا اس سے عبدِ کامل ہے
وہی تو مظہرِ اوصافِ ربِّ عادل ہے
بلند خلق میں خالق کا نام کرتا ہے
وہ ہے تو بندہ خدائی کے کام کرتا ہے

(۵۰)
وَیَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ صاف ہے آیا — اِلَی السُّجُوۡدِ وَیُدۡعَوۡنَ یہ بھی فرمایا
لسانِ صدق پہ پھر یہ کلام بھی آیا — نہ جھک سکیں گے نہ ہو حسن پہ لطف کا سایہ

وہ دیکھ لے گا احادیث جو بھی چاہے گا
یہ نورِ قربِ قیامت ظہور پائے گا

(۵۱)
غرض کہ دہر میں جو وہ ہیں محلِ عامل — فنا ہیں ذات میں لاریب فیہ ہے شامل
وہی بناتے ہیں بندوں کو مومنِ کامل — وہی تو کہتے ہیں اے عبدِ رب ہے تو جاہل

یہی تو کوثر و تسنیم و نار و جنّت ہیں
یہی صراط و موازین اور عدالت ہیں

(۵۲)
شرابِ حق کا ابد تک یہی تو ہے ساقی — اِسی کے دم سے ہے خمِ خانۂ ازل باقی
اِسے ملانے میں اُس سے ہے ایسی مشاقی — عطا اشارے سے کر دے بلند اخلاق

یہ ناخدا ہی تو بیڑے کو پار کھیتا ہے
یہی تو ناؤ کا محصول نقد لیتا ہے

(۵۳)
دھڑا لگائے وہ بیٹھا ہے در پہ پیرِ مغاں — کھلے خزانے مئے ناب بک رہی ہے وہاں
چلے ہی آتے ہیں سب عاشقانِ دل بریاں — کہیں تو ہاتھوں پہ سر ہے کہیں ہتھیلی پہ جاں

یہاں تو دیکھنے میں نقد کوش ہے ساقی
کرم ہے درم نہیں کچھ، مئے فروش ہے ساقی

(۵۴)
یہ جان لیجئے سب ظاہری یہ باتیں ہیں — وہ مفت بانٹتا ہے سب یہ اُس کی گھاتیں ہیں
کہ ایک دولہا ہے اور سینکڑوں براتیں ہیں — ہے فیضِ عام نہ قومیں وہاں نہ ذاتیں ہیں

وہاں تو لطف و عنایت ہے جود و بخشش ہے
طلب ہے جتنی پیئے اپنی اپنی کوشش ہے



(۵۵)
یہ مول تول جو ظاہر ہے، صرف ہے خیالی — کہ بیع اُس نے ہے بندوں کے ہاتھ میں ڈالی
یقین لائیں کہے پر، یہ اُن کی دلّالی — کہ جاں تھی اُس کی، ملی ہم کو، ہم نے اپنا لی

بس اب تو کھل گیا کیوں نقد جان لیتا ہے
ہمارا وہ یہ فقط امتحان لیتا ہے

(۵۶)
وہ مے فروش نہیں اُس کا ظرف عالی ہے — طلا و نقرہ سے اُس کا خزانہ خالی ہے؟
وہاں تو حوض ہیں یاں قطرہ بھر کی پیالی ہے — وہ مادّی نہیں ہے بلکہ ذوالجلالی ہے

جو ایک پیالی بھی اُلٹے تو جاگ جگ جائے
تمام عالمِ امکاں میں آگ لگ جائے

(۵۷)
کریں سوال تو مے ہاتھ میں نہیں ملتی — نہ ہو جو ظرف کوئی ساتھ میں، نہیں ملتی
زباں چلا کرے وہ بات میں نہیں ملتی — سوائے عجز، مباہات میں نہیں ملتی

ہر ایک پاتا ہے اُس در سے جو سوالی ہو
ملے گا اتنا ہی جتنا کہ ظرف خالی ہو

(۵۸)
کتابِ حق میں بقلبِ سلیم آیا ہے — یہ ہم کو قاعدہ میخانے کا بتایا ہے
صراحیِ قلب کی خالی جو کر کے لایا ہے — اُسی نے ساقی سے بھرپور جام پایا ہے

جو پینے والا ہے وہ بے حجاب پیتا ہے
وہ قبلِ موت کے دنیا میں مر کے جیتا ہے

(۵۹)
جسے طلب ہو مرے اور مر کے جی اٹھے لے — حجابِ غیب میں ہر چند ہے خفی نے لے
غرض ہر ایک جو ہو پی کی تو اپنا پی لے — ملا جو پی تو خفی کو بھی پھر جلی لے لے

جو ایک گھونٹ پیا اُن کو پاک پائے گا
جسے طلب ہی نہ ہوگی وہ خاک پائے گا

۶۰
طلب ہے قلب میں اب تو پلا پلا ساقی
مٹا دے اب تو یہ آپس میں ہے جو ناچاقی
کہ حُبِّ غیر نہیں قلب میں رہا باقی
تجھے ملانے میں دل، ہے کمال مشاقی
ترا تو کام ہی خلقت کو مے پلانا ہے
پلا کے خالق و مخلوق کو ملانا ہے

۶۱
یہ چُھپ چھپا کے پلانا بھی کیا بھلا ساقی
ہر ایک کہتا ہے تو ہے بڑا بھلا ساقی
ہمیں تو کُھل کے پلا، ہو ترا بھلا ساقی
جو ہچکچایا، نہ اُس کا ہوا بھلا ساقی
الٹ حجاب کو لے اب کھلے خزانے پلا
کہ ہیں پلانے کے سینکڑوں بہانے پلا

۶۲
یہ رند کہتے ہیں شاید وہ اب پلائے گا
تڑپ ہو قلب میں پیدا وہ تب پلائے گا
مگر جو چاہ نہ ہوگی تو کب پلائے گا
طلب جو دل میں ہوئی بے طلب پلائے گا
دلوں میں سب کے طلب کا جو نور ہو جائے
تو غیبِ غیب بھی ظاہر ظہور ہو جائے

۶۳
مگر یہ امر ہے مشکل ظہور ہو کیسے
چلن جو اس نے بتائے چلیں وہ سب ویسے
کہاں ہیں دہر میں کہیئے تو باادب ایسے
عمل اُسی پہ کریں اُس کا حکم ہو جیسے
ہمارے پاس بجز جہل کوئی چیز نہیں
لحاظ و پاس و ادب کی ہمیں تمیز نہیں

۶۴
یہیں پہ دیکھ لیں ہم کیسا کام بھول گئے
تمام خلق کا جو ہے امام، بھول گئے
کہ سب سے پہلا ضروری کلام بھول گئے
یہ کیا غضب کیا اُس کو سلام بھول گئے
بلا سلام پکارا بڑا گناہ ہوا
یہ کیسی بے ادبی کی، یہ کیا گناہ ہوا



۶۵
کریم بخش ہماری خطا خدا کے لئے
تو ہو نہ جائیو ناراض مرتضٰےؑ کے لئے
خفا نہ ہم سے ہو محبوبؐ کبریا کے لئے
قصور کر دے بحل آج فاطمہؑ کے لئے
گناہ بخش دے زہراؑ اے حسین کا صدقہ
حسنؑ کا واسطہ مولا حسینؑ کا صدقہ

۶۶
ولیِ خلقِ خدا ہم سلام کرتے ہیں
ہمیشہ یاد تری صبح و شام کرتے ہیں
سلام نذر یہ سارے غلام کرتے ہیں
یہ وِرد نام کا تیرے مدام کرتے ہیں
خدا کے پیارے ہمارا سلام ہو تجھ پر
ولی ہمارے ہمارا سلام ہو تجھ پر

۶۷
سلام تجھ پہ بھی اور تیرے سارے آبا پر
شہیدِ جور و جفا بے دیار مولا پر
علی الخصوص سلام اُس غریب آقا پر
حسینؑ بے کس و مظلوم ابنِ زہراؑ پر
سلام ظلم سے غربت میں مرنے والے پر
رسولؐ پاک کے کاندھوں پہ چڑھنے والے پر

۶۸
سلام اس پہ نبوت تھی جس کی اسواری
ہمارے واسطے جس نے ہے جان تک واری
ملی جوانوں کی جنت کے جس کو سرداری
سرِ بریدہ سے جس کے لہو رہا جاری
سلام اُس پہ جسے عشق یہ ہمارا تھا
ہمارے واسطے ہر درد و غم گوارا تھا

۶۹
سلام اُس پہ کہ جو خاک و خون میں تڑپا
سلام اُس پہ کہ تیروں کا جس پہ مینھ برسا
سلام اُس پہ جو پانی کو تین دن ترسا
سلام اُس پہ بنے خاک و خون جس کی ردا
سلام اُس پہ کئی دن سے جو پیاسا تھا
سلام اُس پہ کہ جینے سے جو نراسا تھا

سلام اُس جسدِ پاش پاش پر پہنچے — کہ جس کو ظلم کی تیغوں سے کر دیا ٹکڑے
(۷۰)
سلام اُس پہ نہ جس کے کسی نے زخم سیئے — نہ زخمہائے بدن کا شمار تھا جس کے

سلام ہو ابدی اُس سرِ بریدہ پر
کہ جس نے پائی ہے معراج نوکِ نیزہ پر

سلام اُس پہ کہ جس کا قفا سے سر کاٹا — سلام اُس پہ کہ جس کا لباس لوٹ لیا
(۷۱)
سلام لاشِ مطہّر پہ جو ہوئی مثلہ — سلام اُس پہ کہ گھوڑوں سے جس کو روند دیا

سلام اُس پہ کہ یہ ظلم جس کے ساتھ کئے
انگشتری کے لئے قطع جس کے ہاتھ کئے

سلام اُس تنِ بے سر پہ خاک پر جو رہا — سلام اُس پہ، نہ تھا جس کی لاش پر سایہ
(۷۲)
سلام اُس پہ کہ اسباب جس کا لوٹ لیا — سلام اس پہ کہ جس کے حرم کو قید کیا

وہ شاہ جس کے یتیموں کے دُرّا تار لئے
وہ جس کی بچّی کے رُخ پر طمانچے مار لئے

سلام اُس پہ کہ جس کے جلا دیئے خیمے — سلام اس پہ حرم جس کے سر برہنہ پھرے
(۷۳)
سلام اُس پہ کہ جس کے پسر پہ ظلم ہوئے — گلے میں طوقِ گراں پیر بیڑیوں میں رہے

سلام اُس پہ ہمارا، جسے کفن نہ ملا
سلام اُس پہ، کبھی جس کے سر سے تن نہ ملا

سلام اُس پہ جو بیوؤں کا ساربان بنا — سلام گردنِ نازک میں جس کے طوق پڑا
(۷۴)
سلام اُس پہ جو کانٹوں پہ ننگے پاؤں چلا — غریب و مضطر و بیکس مریضِ آلِ عبا

تکان و ضعف و نقاہت سے غش جو آتے تھے
تو اس کی پشت پہ دُرّے لگائے جاتے تھے



ہزار بار سلام اُس سرِ مقدس پر — جو ابتدا میں رہا سیدہؑ کے سینے پر
(۷۵)
جسے لگاتے تھے چھاتی سے اپنی پیغمبرؐ — رکھا جو رہتا تھا اکثر نبیؐ کے شانے پر

وہ سر کہ جس کی قسم جبرئیل کھاتے تھے
ملائکہ بھی زیارت کو جس کی آتے تھے

کٹا جو سجدۂ پروردگار میں وہ سر — ہر ایک بام سے جس پر برستے تھے پتھر
(۷۶)
رکھا تھا خولی نے جس کو تنور کے اندر — سرِ حسینؑ کہاں اور کہاں یزیدؔ کا در

سلام اس پہ جو نذرِ شراب خوار ہوا
وہ سر جو باعثِ تفریحِ اہلِ نار ہوا

رسولؐ چومتے تھے جن لبوں کو اُن پہ سلام — وہ لب کہ جن پہ سدا رہتا تھا خدا کا کلام
(۷۷)
وہ جن کا آہ یہ حسرت بھرا ہوا انجام — چھڑی سے بید کی کھیلا کیا امیرِ شام

کل انبیاء و رسل کا سلام اُن پر ہو
نزولِ رحمتِ باری مدام اُن پر ہو

سلام اُس پہ کہ جس کی بہن ہوئی تشہیر — عدو نے جس کے حرم کی نہ کی کوئی توقیر
(۷۸)
برہنہ سر انہیں بلوے میں لے گئے بے پیر — لعینِ شام کا دربار و زینبِؑ دل گیر

مخدرات نے پشتوں پہ نیزے کھائے ہیں
ہمارے واسطے سارے یہ دکھ اٹھائے ہیں

رسن سے خلنے جو باندھے گئے تھے اُن پہ سلام — وہ اک رسن میں جو بارہ گلے تھے اُن پہ سلام
(۷۹)
ہجومِ عام میں جو سر کھلے تھے اُن پہ سلام — جو قیدِ ظلم میں در در پھرے تھے ان پہ سلام

مخدرات جو بازارِ شام میں آئیں
سلام ان پہ جو دربارِ عام میں آئیں

(۸۰)
آدیمؔ وقتِ اجابت ہے اب دُعا کرلے — بُکا کا جوش ہے دل کھول کر بُکا کرلے
درِ کریم ہے وا عرضِ مدعا کرلے — بصدق دل طلبِ مرضیٔ خدا کرلے
جھکا دے سرکہ وِلائی یونہی جھکاتے ہیں
درِ کریم سے جو مانگتے ہیں پاتے ہیں

---



# ۳

(۱)
خدا کا ذکر ہے احمدؐ کے نورِ عین کا ذکر — نبیؐ کا ذکر ہے زہراؑ کے دل کے چین کا ذکر
ہے اُس کا ذکر شہہ فاتحِ حنین کا ذکر — ہر اک عمل سے ہے افضل غرض حسینؑ کا ذکر
سُرورِ سینۂ شاہنشۂ نجف ہے حسینؑ
گہر جو نورِ حقیقت ہے تو صدف ہے حسینؑ

(۲)
حسینؑ مطلعِ حق ہے حسینؑ منبعِ نور — حسینؑ قربِ الٰہی حسینؑ وجد و سرور
حسینؑ درد کا خالق حسینؑ صبر و صبور — حسینؑ جانِ دو عالم حسینؑ شکر و شکور
درِ حسینؑ پہ جو مانگنے کو جاتا ہے
مئے الست کا بھرپور جام پاتا ہے

(۳)
حسینؑ خلق کا آغاز ہے حسینؑ انجام — حسینؑ بادۂ عرفاں کا ہے چھلکتا جام
حسینؑ نامِ خدا ہے خدا کا اصلی نام — حسینؑ قربِ الٰہی کا سب سے اونچا بام
حسینیو کو خدا کی طلب ضرور نہیں
حسینؑ مل گیا تو پھر خدا بھی دور نہیں

(۴)
حبیبِ خالقِ اکبر نبیؐ کی جان حسینؑ — شہہ بقا ہے، نہیں من علیہا فان حسینؑ
خدا کے دین کی شوکت خدا کی آن حسینؑ — خدا کے قدس کا مظہر خدا کی شان حسینؑ
خدا نے ابنِ نبیؐ الوریٰ کو اپنا یا
بنا وہ اُس کا تو اس نے خدا کو اپنا یا

(۵)
حسینؑ عشق کا مرکز حسینؑ عشق پناہ
حسینؑ عشق کا دل عشق کی حسینؑ نگاہ
حسینؑ عشق کے مذہب میں عاشقوں کا الٰہ
خدا ہی مل گیا جس کو ملی حسینؑ کی چاہ

جو اس کی چاہ میں دنیا میں کوئی غرق رہے
تو پھر جناب من و تو میں کچھ نہ فرق رہے

(۶)
حسینؑ اصل میں اک پرتوِ خدا ہے تو
جو عارفین ہیں سالک، رہِ رضا ہے تو
ذبیح اعظمِ درگاہِ کبریا ہے تو
قسم بخالقِ کُن خالق وفا ہے تو

جہاں میں اور بھی اہل وفا ہیں اگر مانیں
جو ایسے وعدہ وفا کر دکھائیں تو جانیں

(۷)
وفا جو کرنے کو عہدِ طفولیت آیا
تو بھولتا نہیں تُو نے یہ صاف جتلایا
تمام رات نہ سو کر بھی تو نے دکھلایا
تُو اُس کا ہو گیا تو اُس کا تُو نے سب پایا

خدا سے ملنے کی جو دل میں ٹھن گئی آخر
حسینؑ مدح تری حمد بن گئی آخر

(۸)
سبھوں نے ہیں ترے ساتھی بڑے جری مانے
کہ بھوکے پیاسے گئے نیزہ و تبر کھانے
دکھا دیا تھا انہیں تو نے کیا خدا جانے
گرے ہی پڑتے تھے شمعِ ازل پہ پروانے

کشودِ رازِ حیات و ممات کر ڈالا
حسینؑ موت کو تو نے حیات کر ڈالا

(۹)
ترے اُمور میں حیراں رہی بڑی دنیا
تخیلاتِ سیاسی میں ہی رہی دنیا
مباحثاتِ خلافت میں پڑ گئی دنیا
بھلا بتاؤ تو کیا جانے مادی دنیا

خدا کی خلق کو عرفاں کا ڈھنگ دینا تھا
عروسِ غیب کے پردے کو رنگ دینا تھا



(۱۰)
حسینؑ چاہ تری تھی قلوب ہوں طاہر
پر ہم یہ جانے کہ حد ہے طہارتِ ظاہر
تجھے یہ چاہ کہ فطرت نہ ہم پہ ہو قاہر
کتابِ فطرتِ عالم کے ہم بنیں ماہر

حسینؑ تو نے تو دنیا کو دیں بنایا ہے
پر ہم نے دین کو دنیا بنا دکھایا ہے

(۱۱)
کیا تھا تو نے عیاں لا الٰہ کا مطلب
مگر پھنسے ہیں بشر طاعتِ ہوی میں سب
خدا ہی جانے کہ بندوں کو ہوش آئے کب
جہادِ نفس کریں لا الٰہ ہو گا تب

الٰہ صرف بتوں ہی کو ہم سمجھ بیٹھے
رسوم ہی کو فقط تیرا غم سمجھ بیٹھے

(۱۲)
نئی سی ہوتی ہے معلوم آج تو یہ بات
مگر قدیم ہے اس پر گواہ حق کی ذات
مریں جو موت سے پہلے تو پائیں رازِ حیات
نہیں ہے کیا یہ حدیثِ رسولِ نیک صفات؟

جو چاہے دیکھ لے قرآن میں بھی آیا ہے
الٰہ نفس کی خواہش کو ہی بتایا ہے

(۱۳)
حسینؑ تو نے ہمارے لئے لٹایا گھر
ہمارے واسطے قرباں کیا علی اکبرؑ
ہوئی یہ حد کہ تصدّق کیا علی اصغرؑ
جب ہاتھ ہو گئے خالی تو تُو نے دیدیا سر

ہمارے واسطے تیروں پہ تیر کھائے ہیں
اور اپنے اہلِ حرم ننگے سر پھرائے ہیں

(۱۴)
ہمیں نہ اُس کے مقاصد کا کچھ خیال آیا
الم ہوا نہ طبیعت پہ کچھ ملال آیا
اگر سنا بھی تو جانا کہ اک وبال آیا
کہ باپ دادا کے مذہب پہ اب زوال آیا

حسینؑ کے لئے کہتے ہیں وہ ہمارا ہے
کریں جو غور تو آباء کا دین پیارا ہے

(۱۵)
حسینؑ ہوتا جو پیارا تو کچھ تو کرتے غور
کہ اُس نے کس لئے جھیلے ہیں ایسے ظلم و جور
رہا ہے آلِ محمدؐ پہ کیوں سِتم کا دور
حقیقت اور تھی اور ہم سمجھ لئے کچھ اور
خلافت اور سیاست کا اک بہانہ تھا
اُسے تو خالق و مخلوق کو ملانا تھا

(۱۶)
ہمارے جاننے کی انتہا ہوئی اِس پر
کہ حق کے حکم سے تھے نائبِ نبیؐ حیدرؑ
اُنہیں جو مانتے سب جانشینِ پیغمبرؐ
تو امن دہر میں ہوتا نہ کوئی اُٹھتا شر
عدو نے پائی حکومت اگر نہ یوں ہوتا
تو اہلِ بیتؑ کا یہ قتلِ عام کیوں ہوتا

(۱۷)
یہی سمجھ کے یہ جانا کہ ہم نے جان لیا
خدا کو ایک جو سمجھے تو اُس کو مان لیا
قسم ہی کھانے کو بس ہاتھ میں قرآن لیا
اِسی پہ ہاتھ میں شبیرؑ کا نشان لیا
نبیؐ و آلِ نبیؐ کو جو دل سے مان گئے
تو ہم نے جانا کہ ہم ان کا دین جان گئے

(۱۸)
ہمیں تو آج تلک صرف یہ ہوا تھا پدید
کہ ہاشمی اُموی گھر میں دشمنی تھی شدید
خلافِ آلِ نبیؐ چال پر تھی چال مزید
یہاں تلک کہ خلیفہ بنا یزیدِ پلید
وہ چاہتا تھا کہ اسلام کو مٹا ڈالے
تمیزِ پاک و نجس چیز کی اُٹھا ڈالے

(۱۹)
مگر مجھے تو تحیر ہر ایک بات میں ہے
تمام قوت و قدرت خدا کی ذات میں ہے
عطاءِ ملک بھی تو اُس کی ہی صفات میں ہے
اُسی کا قول ہے سب مُلک اس کے ہاتھ میں ہے
جسے وہ چاہتا ہے اُس کو مُلک دیتا ہے
وہ جس سے چاہتا ہے مُلک چھین لیتا ہے



(۲۰)
خدا کا ہاتھ ہے اب کون؟ کیجئے تو مقال
خدا کے ہاتھ سے چھینے کوئی یہ کس کی مجال
کلام ہے متشابہ بیاں ہوئی ہے مثال
محال امر ہے ملکِ خدا پہ آئے زوال
خدا کا ہاتھ زمانے میں کام دیتا ہے
وہی تو دیتا ہے اور وہ ہی چھین لیتا ہے

(۲۱)
علیؑ کے راز ہیں داخل نہیں وجوب و جواز
وہ آپ کہتا ہے "میں" مومنین کی ہوں نماز
پڑھیں نمازِ حقیقی کھلیں گے سارے راز
رکھیں گے ہاتھ جو پردے پہ تب بجے گا ساز
خدا کے نفس پہ چالیں چڑھیں مجال نہیں؛
سفینہ عقل سے آگے بڑھیں مجال نہیں!

(۲۲)
ہمارے علم کی اس پر ہی انتہا ہے جناب
خدا کا دین ہوا کچھ خلافتوں سے خراب
مٹائے دین کو اُس پر یزید تھا بیتاب
مگر حسینؑ نے اِس پر دکھائی راہِ صواب
حکومتوں نے تو دینِ خدا مٹایا ہے
مگر حسینؑ نے اسلام کو بچایا ہے

(۲۳)
کیا نہ غور کہ اسلام کیا ہے وہ آخر
جسے بچانے میں آلِ رسولؐ تھے ماہر
وہ باطنی ہے و یا ہے طہارتِ ظاہر
برازوبول سے کیسے لباس ہوں طاہر؟
وہ یا کہ صرف حلال و حرام ظاہر ہے؟
وہ یا کہ راہ ہے باطن کی جو مطہر ہے؟

(۲۴)
کتابِ حق میں بہت سے ہیں ظاہری احکام
صفائے قلب کو لیکن کہا ہے راہِ سلام
ہیں اہلِ بیتؑ تو تعلیمِ باطنی کے امام
پر ہم طہارتِ قلبی کا بھول بیٹھے نام
کتب میں فصلِ حلال و حرام کر ڈالا
اسی پہ آلؑ کا مذہب تمام کر ڈالا

(۲۵) سنیں بغور یہی تو علیؑ کا ہے فرماں — کہ مطمئن ہو اگر قلبِ صاحبِ ایمان
تو شرک سے بکراہت نہیں اُسے نقصان — نہیں ہے حرج ملوث ہو کفر سے جو زباں
سلام خود ہے تو قلبِ سلیم چاہے گا
جو ہے حلیم وہ طبعِ حلیم پائے گا

(۲۶) اسی کی مثل جو دیکھیں تو اور بھی ہے کلام — کہ ہم نے مَیۡتَہ و خنزیر و خوں کیے ہیں حرام
نجس بھی کھائے کوئی اضطرار میں جو طعام — نہیں گناہ جو دل میں نہ ہو بغی کا نام
جو مدعی ہو احادیث جمع کر لائے
کہیں نجاستِ باطن کا اِذن دکھلائے

(۲۷) وہ کیا نجاستِ باطن ہے حق نے بتلایا — ہوئی اِلٰہ ہے قرآں میں صاف ہے آیا
لسانِ رب ہے علیؑ، اُس نے صاف جتلایا — ہوئی ہے اکبرِ معبود اہلِ دنیا کا
کرو نہ بندگیٔ نفس صاف کہتا ہے
کہیں ہوئی کی پرستش معاف کہتا ہے؟

(۲۸) ہر اک گناہ کا منبع جو ہے وہ کیا ہے؟ ہوئی — کہ دل کی چاہ کی تسکیں کو جو بھی کام ہوا
وہ دین کا ہو کوئی کام یا کہ دنیا کا — جو نفس اِس میں ہے شامل تو وہ عمل ہے ریا
ہر ایک کام ہوس دل کی جس میں شامل ہے
یہ جان لیجئے شرک و ریا میں داخل ہے

(۲۹) ہر ایک خواہش و جذبہ کو پہلے پہچانو — ہر اک کا مقصدِ اصلی ہے کیا اسے جانو
حصولِ مقصدِ اصلی ہے فرض یہ مانو — ہر ایک کام کی عِلّت اُسی کو گردانو
ادائے فرض کو جو کام ہو عبادت ہے
خدا کی خلق پہ شفقت ہو تو عبادت ہے



(۳۰) یہی عبادتِ اصلی ہے یہ بتایا ہے — صلوٰۃ و صوم اسی واسطے سکھایا ہے
ہم اِس کے اہل بنیں یہ خدا کو بھایا ہے — اسی کے واسطے مولاؑ نے سر کٹایا ہے
اسی کے واسطے ساری یہ بزمِ ماتم ہے
اسی کے واسطے ہی بس حسینؑ کا غم ہے

(۳۱) خدا کا دین ہے کیا کچھ ہمیں پتہ ہی نہ تھا — پتہ ہو کیسے کہ بچپن سے جب سُنا ہی نہ تھا
کسی نے ذکر بھی اِس کا کبھی کیا ہی نہ تھا — ہوائے نفس کا تو نام تک لیا ہی نہ تھا
فقط مسائلِ ظاہر کو دین سمجھے تھے
اُسی کو آلؑ کا بھی ہم تو دین سمجھے تھے

(۳۲) خدا کا دین جو ہے اب وہی سناتا ہوں — رسولؐ کا جو ہے مذہب وہی جتاتا ہوں
علیؑ کی راہ جو ہے اب وہی دکھاتا ہوں — جو ہے حسینؑ کی تعلیم وہ بتاتا ہوں
وہ جو محبتِ آلِ رسولؐ رکھتے ہیں
ہر ایک بات کو اچھی طرح پرکھتے ہیں

(۳۳) سُنیں جناب سکوں سے، کریں نہ تاویلیں — کہ پہلے آئے گا اجمال بعد تفصیلیں،
سمجھ میں آئے گا جب پیش ہوں گی تمثیلیں — جو حکم بعد میں ہوں ان کی ہوں گی تعمیلیں
جو ابتدا میں سمجھنے میں کچھ خلل ہو گا
کریں گے غور تو عقدہ تمام حل ہو گا

(۳۴) بنیں خدا کے، یہی دینِ کبریائی ہے — جو اُس کا ہو گیا اُس کی ہی سب خدائی ہے
ہر اک کتابِ خدا جو جہاں میں آئی ہے — تو اُس نے دین کی غایت یہی بتائی ہے
"خدا کو مانو" نبیؐ سب یہ کہتے آئے ہیں
اسی لئے تو مصائب وہ سہتے آئے ہیں

(۳۵)
وجودِ حق کی مُقر ہو گئی جو صرف زباں — ہر ایک سے جو سنا دل میں ہو گیا ایقاں
رسولؐ جس کے ہیں طالب نہیں یہ وہ ایماں — بتا گئے ہیں وہ اس کی فقط یہی پہچاں ،
خدا کے واسطے ہر ایک کام ہو جائے
اسی کی یاد کو دل میں دوام ہو جائے

(۳۶)
ہر ایک شخص کہیگا کہ اس سے کیا مطلب — خدا کو ماننا ہی صرف دین ہو گا جب
تو پھر خدا کو جہاں میں تو مانتے ہیں سب — تو فرق مسلم و کافر میں کیا رہیگا اب
سوائے دہریوں کے سب خدا کو مانتے ہیں
بہت سے ایسے بھی ہیں اس کو ایک جانتے ہیں

(۳۷)
جناب جو نہ نبیؐ کو رسولؐ کو جانے — نہ اہلبیتؐ کو آلِ رسولؐ کو مانے
امورِ دین میں کیا ان کو بھی نہ پہچانے — نہ جس کو آیا ہو کوئی بھی دین بتلانے
نہ ہو سکے وہ کبھی حق کے دین میں داخل
نہ پیروانِ رسولِؐ امین میں داخل

(۳۸)
خیال آپ کا بھی ہے یہ ایک حد تک ٹھیک — مگر سمجھ نہ سکے بات ہے بہت باریک
خدا کے ماننے سے دل رہے نہ جو تاریک — اور اُس سے مانگنے پر مل گئی ہو نور کی بھیک
جسے ملا ہے تقرب خدا سے دور نہیں
تو اُس کے واسطے ہادی کوئی ضرور نہیں

(۳۹)
اسی پہ قصہ اصحابِ کہف ہے شاہد — ہوئے تھے راہِ خدا میں وہ آپ ہی جاہد
بنے وہ آپ ہی عابد بھی آپ ہی زاہد — ہوئے تھے عہدِ الٰہی کے آپ ہی عاہد
نہ اُن کے پاس نبی نے رسول آئے تھے
بتائیں کوئی وحی جبرئیل لائے تھے



(۴۰)
جہادِ نفس کیا خود ہی اور پہچانا — تو پھر ہر ایک خدا کے رسول کو جانا
ہر اک نبی و وصی و امام کو مانا — خدا کے دین میں وہ سب تھے عاقل و دانا
مگر یہ امر ہے مشکل ہر اک کا کام نہیں
خواص پاتے ہیں اِس کو یہ جنس عام نہیں

(۴۱)
مگر مثال نہیں، ایسے بھی موحّد تھے — کسی رسول نبی کے کبھی نہ پاس گئے
انہوں نے نفس سے خود ہی بڑے جہاد کئے — خدا کو پا بھی لیا جب خدا کی راہ چلے
مگر یہ راہ قریباً محال ہیں صاحب
بلا مدد کے چلے کیا مجال ہے صاحب

(۴۲)
اِسی کے واسطے خالق نے انبیاء بھیجے — اسی کے واسطے ہیں اس نے اوصیاء بھیجے
اور اپنی راہ دکھانے کو مصطفٰےؐ بھیجے — اسی کے واسطے سب اپنے اولیاء بھیجے
غرض یہ تھی کہ وہ خالق کی راہ دکھلائیں
خدا کو پانے کا آساں طریق سکھلائیں

(۴۳)
مگر سوال ہے وہ کِس لئے ہے منواتا — ہمارے ماننے سے کیا ہے اُس کو مل جاتا
کہ وہ غنیؐ عن العالمین ہے داتا — کھلاتا سب کو ہے پر آپ کچھ نہیں کھاتا
غنی ہے جب، تو کہو کیا اُسے ضرورت ہے
کہ اپنے آپ کو منوائے کیوں یہ حاجت ہے

(۴۴)
جناب تھوڑا بہت تو صحیح ہے یہ گماں — مگر بغور جو سوچیں تو ہو گا صاف عیاں
کہ اُس کا فائدہ ہے اس میں اور نہ کچھ ہے زیاں — مگر اُسی کا تو پیدا کیا ہوا ہے جہاں
ضرور ہے کہ وہ چاہے نہ شر ہویدا ہو
فساد عالمِ امکاں میں نہ پیدا ہو

(۴۵) یہاں تلک تو تمدن ہے اور سیاست ہے — جو یہ بھی ہو گیا تو ایک اور آفت ہے
کہ مادے کی تو محتاج ساری خلقت ہے — ہر ایک چیز کو انساں سے عداوت ہے

مگر یہی تو ہے جس میں یہ قابلیت ہے
بنے یہ نور کا حامل یہ واقعیت ہے

(۴۶) فضائے کون میں اک خاص نور ہے شامل — وہی ہے سب سے بڑا اُس کا پردہ عامل
بشر سے ہوئیگا انساں جو نور ہو حاصل — بنے گا پھر تو صفاتِ اللہ کا حامل

ہر اک صفت جو خدا کی بیان ہوتی ہے
وہ صرف نورِ حقیقت کی شان ہوتی ہے

(۴۷) ہر ایک ذرے میں یوں تو شعاع ہے نوری — ہر ایک چیز شعاعوں سے ہی تو ہے مبنی
شعاع جس سے ہو خارج فنا وہ ہوئیگی — صفاتِ نور کا مظہر مگر نہیں کوئی

فقط بشر ہے جو اُس کا نشان بنتا ہے
ملے کمال تو خالق کی شان بنتا ہے

(۴۸) یہی منازلِ ایماں سے ہے بڑی منزل — پہنچ گیا جو یہاں سلم میں ہوا داخل
کمال اس میں تمام انبیاء کو ہے حاصل — مگر ولی وہ ہے جو ہو کمال میں کامل

یہ منزلت نہ کسی کو ملی زمانے میں
کہ منحصر ہے محمدؐ کے ہی گھرانے میں

(۴۹) یہ سلم کیا ہے؟ سنیں قولِ حاکمانِ ملک — بلا رضائے الٰہی جھپک سکے نہ پلک
کمال اِس میں کسی کو ملا نہ زیرِ فلک — اسی کے واسطے آیا ہے مسلمین لک

بڑا ہے ذریتِ اسمٰعیلؑ کا پایا
کمالِ تام کسی اور تک کہاں آیا



(۵۰) علیؑ کا پیروِ کامل جو کوئی ہو جائے — وہ پست منزلِ سلم و رضا میں در آئے
وہی تو شیعۂ کامل علیؑ کا کہلائے — کہے جو کُن تو اُسی وقت کام ہو جائے

جو سلم تام میں کوئی کمال پاتا ہے
خدائی بھر کا وہی تو ولی کہاتا ہے

(۵۱) جب آگیا ہے یہاں ذکرِ اہلِ پُرسُن لیں — قلوب جن سے منور ہوں ایسے سِر سُن لیں
حضورِ غیب ہو گر سِرِّ مُستتر سُن لیں — جو ایک دفعہ نہ سمجھیں حضور پھر سُن لیں

یہی وہ ذکر ہے جس سے سرور ملتا ہے
اسی سے قلب کو طالب کے نور ملتا ہے

(۵۲) کلامِ پاک میں یہ بات حق نے فرمائی — تمام عالمِ امکان کا ولی ہے وہی
جلائے مُردے کو قدرت ہو اُس کو ہر شے کی — صفات جس میں یہ ہوں ہو گا اس کا نائب ہی

یہی تو عبد کی وہ منزلِ نیابت ہے
یہ جانئے کہ یہی مطلقہ ولایت ہے

(۵۳) یہ ہے وہ شان کسی کو نہ جو ملی تھی کبھی — کسی رسولؐ نے یہ مرتبت نہ لی تھی کبھی
کسی کی ارث میں یہ منزلت چلی تھی کبھی؟ — خدا کی شان بھی بندوں سے منجلی تھی کبھی؟

یہ انتما سے محمدؐ کے گھر میں آئی ہے
اسی گھرانے میں اس شان کی سمائی ہے

(۵۴) ولی تمام کے ہیں یہ جہاں جہاں ہے جہاں — علیؑ تمام میں ہیں یہ جہاں جہاں ہے جہاں
جلی تمام پہ ہیں یہ جہاں جہاں ہے جہاں — خدا کی سمت سے ہیں یہ جہاں جہاں ہے جہاں

کہاں کہاں نہ گئے اور کہاں کہاں پہنچے
انہیں کی تھی وہ ولایت جہاں جہاں پہنچے

(۵۵)
طلب تو ہے کہ ابھی اور درد سہہ لیتا
بحارِ نور میں تھوڑا سا اور بہہ لیتا
خدا کے سائے میں کچھ دیر اور رہ لیتا
ولی کی شان میں تھوڑا سا اور کہہ لیتا
مگر وہ ختم نہ ہوگی، کہے ہی جاؤں گا
تو جو سنانا ہے پھر کس طرح سناؤں گا

(۵۶)
غرض کہ ہیں متعدد مدارجِ ایماں
نہیں ہے مجھ سے یہ ممکن کروں جو سب کا بیاں
مگر جو پست منازل کئے خدا نے عیاں
یہ لازمی ہے کہ واقف ہوں اُن سے اہلِ جہاں
ہمیں تو چلنا ہے ادنیٰ ترین منزل پر
جو لازمی ہے ہر اک لا الٰہ کے قائل پر

(۵۷)
اگر طلب ہو تو لازم ہے دیکھئے قرآں
کہ پست منزلِ ایماں یہ کر رہا ہے بیاں
سوائے اُن کے نہیں کوئی صاحبِ ایماں
کہ جن کے قلب ہوں اللہ کی یاد میں لرزاں
ہمارے قول جو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں
تو ان کے قلب میں ایمان کو بڑھاتے ہیں

(۵۸)
ہر ایک شخص جو اِس پر کرے ذرا بھی غور
کہ اس جہان میں فطری اصول کا ہے دور
امورِ دین کے ہوئیں گے اُس پہ واضح اور
یہ امر حق ہے نہ باطل سمجھ سکے فی الفور
کسی کے قلب میں جب تک نہ وجل پیدا ہو
خدا کی خلق پہ کیسے وہ دل سے شیدا ہو

(۵۹)
خدا کا عشق ہی ایمان کی علامت ہے
تمام خلق پہ شفقت خدا کی عادت ہے
یہ ہو جو عبد میں پیدا بڑی سعادت ہے
خدا کی خلق پہ شفقت ہی تو عبادت ہے
تمام دین کا مقصود و مُدّعا یہ ہے
جناب منزلِ ایماں کی ابتدا یہ ہے



(۶۰)
تمام علمِ تمدّن کا مدّعا ہے یہی
تمام خلق میں ہر ایک جانتا ہے یہی
عمل ہو یا نہ ہو ہر ایک مانتا ہے یہی
جناب روحِ تمدّن کا مدّعا ہے یہی
ہر ایک دل میں جو پیدا یہ شان ہو جائے
فضائے دہر میں امن و امان ہو جائے

(۶۱)
اب اِس سے پست جو ہے وہ ہے ظاہری ایماں
خدا رسولؐ کو مانے اگر کوئی اِنساں
نبیؐ کی آل کو جانے جو نائبِ رحمٰں
طلب ہو دل میں ملے نورِ الفتِ یزداں
طلب جو دین کے احکام کے مطابق ہے
وگرنہ صاحبِ ایماں نہیں منافق ہے

(۶۲)
مگر سوال یہ ہے وجل کیسے پیدا ہو
خدا کی خلق پہ کس طرح کوئی شیدا ہو
بتاؤ کیسے وہ نورِ خفی ہویدا ہو
دلوں سے کس طرح خارج اکیدٌ کیدا ہو
خدا رسولؐ نے یہ راستہ دکھایا ہے
صلوٰۃ و صوم اسی واسطے بتایا ہے

(۶۳)
اسی کے واسطے احکامِ دین ہیں سارے
یہی تو چاہتے تھے پیشوائے دیں سارے
خدا کی خلق میں ہیں یہ بشر جو بیچارے
کہیں نہ ذلّت و خواری میں ہی پھریں مارے
انہیں خدا کی محبت کا نور مل جائے
رہیں امان سے دل کو سرور مل جائے

(۶۴)
کریں یہ غور کہ وہ ہیں اصولِ فطری کیا
کہ جن سے ہوتا ہے پیدا قلوب میں لرزہ
وہ خوف و شوق و محبت ہیں رعب ہے چوتھا
ہے درد پانچواں لیکن یہ سب سے ہے اعلیٰ
اگر قلوب میں اس کا قیام ہو جائے
تو دل سے دور خباثت تمام ہو جائے

(۶۵)
نمازِ دل کی توجہ سے گر کوئی پڑھ لے — تو چند ماہ میں ہی قلب پر اثر دیکھے
خفیف بٹیس رہے دل میں سخت گھبرائے — کچھ آئے ہوش جو یہ حال چند سال رہے
شعاعِ نور کا احساس دل میں ہو جائے
خمیر حُبِّ خدا آب و گِل میں ہو جائے

(۶۶)
اب اس سے اور بھی زیادہ صیام میں ہے کمال — کہ اس سے ہوتا ہے حرص و ہویٰ کا استیصال
جو زود ہضم غذا کا ہو شب میں استعمال — اور اِس پہ دل میں رہے ہر گھڑی خدا کا خیال
تو ایک ماہ میں حسنِ ثواب پائے گا
بطونِ نفس میں اِک انقلاب پائے گا

(۶۷)
توجّہ اور ارادہ یہاں ضروری ہے — مگر ثقیل بہت قلب کی حضوری ہے
اسی سبب سے ہر اک دل میں ناصبوری ہے — یہی سبب ہے کہ رحمت سے ہم کو دوری ہے
جو ادعیہ کو ہی مطلب سمجھ کے پڑھتے ہیں
رہِ خدا میں وہ تھوڑا بہت تو بڑھتے ہیں

(۶۸)
مگر جو سب میں ہے اعلیٰ وہ ہے حسینؑ کی یاد — ہمارے واسطے اس پر ہوئی ہے کیا بیداد
ہمارے واسطے گھر اس کا ہو گیا برباد — بتاؤ نکلے نہ کیوں دل سے ہر گھڑی فریاد
کہ گھر بتولؑ کا اچھا بھلا تباہ ہوا
چمن رسولؐ کا پھولا پھلا تباہ ہوا

(۶۹)
مرے حسینؑ خدا اور رسولؐ کے پیارے — ہمارے واسطے تو نے یہ دکھ سہے سارے
لعین تیری سکینہؑ کو سیلیاں مارے — پھرائے جائیں حرم سر برہنہ بیچارے
ہمارے واسطے سب کچھ ہو ہم نہ مر جائیں
ترے لئے کوئی ہم بھی تو کام کر جائیں



(۷۰)
حسینؑ تیری یہ ہم پر کمال شفقت ہو — جوان بیٹے کو قرباں کرے یہ الفت ہو
تو پھر ہمیں بھی نہ کس طرح سے محبت ہو — ہمارے دل پہ نہ کیوں کر الم کی شدّت ہو
عزیز بھائی کے شانے کٹا دیئے تو نے
ہمارے واسطے موتی لُٹا دیئے تو نے

(۷۱)
حسنؑ کے باغ کا وہ نونہال مہ پارہ — جو اپنے اکبرؑ و اصغرؑ سے تھا تجھے پیارا
وہ جس کا سن ابھی مشکل سے سال تیرہ تھا — ہُوا وہ ظلم کی تیغوں سے پارہ در پارہ
ہمارے واسطے اس کو بھی کر دیا صدقے
حسینؑ تیرے بھتیجے پہ میں فدا صدقے

(۷۲)
سماں وہ یاد ہے پھولوں سے تھا سجا گلزار — فدائیوں سے وہ تیرا بھرا ہُوا دربار
عجیب وقت تھا آباد تھی تری سرکار — ریاضِ احمدؐ و زہراؑ پہ تھی عجیب بہار
مگر ہمارے لئے سب لُٹا دیا تو نے
ہمارے واسطے سر بھی کٹا دیا تو نے

(۷۳)
وہ ذکر صبح کا ہے شام کی ہے یہ گفتار — اجاڑ ہو گیا سارا ہرا بھرا گلزار
لٹی ہوئی ہے وہ تیری بھری ہوئی سرکار — حسینؑ کیا ہوا سنسان ہے ترا دربار
صدا سکینہؑ کے رونے کی صرف آتی ہے
وہ بے قصور ہے پھر بھی طمانچے کھاتی ہے

(۷۴)
کہاں گئے وہ ترے خیمہ ہائے زنگاری — کہاں گئے مرے مولا وہ تیرے درباری
خبر تو لے کہ پریشاں ہیں بیبیاں ساری — کسے مدد کو پکاریں بتا وہ بے چاری
لعین اُن کے سروں سے ردا اتارتے ہیں
تری سکینہؑ کو مولا! طمانچے مارتے ہیں

(۷۵) نہ کیسے لب پہ ہمارے ہوں آہ کے نعرے — حسینؑ والو ذرا دیکھنا یہ نظارے
ستم کی حد نہیں خیمے جلا دیئے سارے — وہ پھر رہے ہیں حرم بے پناہ بیچارے

نبیؐ کے گھر پہ یہ اُفتاد پڑ گئی یارو
ہری بھری تھی جو کھیتی اُجڑ گئی یارو

(۷۶) چمن بتولؑ کا یارو اجڑ گیا ہے ہے — حرم کی زیست کا نقشہ بگڑ گیا ہے ہے
یہ چند گھنٹوں میں کیا فرق پڑ گیا ہے ہے — ہر اک عزیز حرم سے بچھڑ گیا ہے ہے

ارے رسولؐ کا گھر رن میں بارہ باٹ ہوا
ادیم تیرا نہ دنیا سے دل اچاٹ ہوا

---



# ۴

(۱) نبی خدا کے جو ہیں کامگار اُن پہ سلام — امامؑ بارہ جو ہیں نامدار اُن پہ سلام
خدا کی خلق کے ہیں تاجدار اُن پہ سلام — سُنیں! جو آلؑ کے ہیں غمگسار اُن پہ سلام

فَاِنَّ هٰذَا الشَّيْئُ عجیب لایا ہوں
یہ نظم لکھ کے عجیب و غریب لایا ہوں

(۲) یہ ذکر ان کا ہے جن کو کہیں اماں نہ ملی — کہیں بھی چین کی جا زیرِ آسماں نہ ملی
کہاں کہاں انہیں شمشیرِ خونچکاں نہ ملی — کسی کی ایسی کہیں غم کی داستاں نہ ملی

کسی کو زہرِ ہلاہل ملا یہ خبریں ہیں
عراق و طوس میں یثرب میں انکی قبریں ہیں

(۳) جو چاہتا ہو کہ چاہے خدا کے پیاروں کو — اُتارے قلب میں ان عرش کے ستاروں کو
طلب ہو دیکھ سکے خلد کی بہاروں کو — تو نذر دے وہ خدائی کے تاجداروں کو

جو سب سے زیادہ ہو پیاری وہ چیز پیش کرے
یہ جان و دل جو ہیں سب سے عزیز پیش کرے

(۴) یہ ذکر اُس کا ہے جو غمگسار ہے سب کا — ہو شاہ یا کہ گدا تاجدار ہے سب کا
پیئے کوئی نہ پیئے مے گسار ہے سب کا — غرض یہ ہے وہ شہہِ نامدار ہے سب کا

خدا کی خلق میں منظور سب کی خاطر ہے
اسے تو جو بھی پکارے مدد کو حاضر ہے

۵

وہ کون بُرجِ ہدایت کا ماہتاب علیؑ — سمائے دہرِ ولایت کا آفتاب علیؑ
عروسِ غیب کا سب سے بڑا حجاب علیؑ — نشانِ صدقِ رسُولِ فلک جناب علیؑ

علیؑ گواہ نہ ہوتا اگر خدائی میں
خدا گواہ ! نہ ہوتا اثر خدائی میں

۶

علیؑ ہے نامِ خدا مظہرِ و نشانِ خدا — علیؑ کو عینِ خدا یا کہیں زبانِ خدا
وہی کلامِ الٰہی وہی بیانِ خدا — وہی ہے کلمۂ ایجادِ کُن فکانِ خدا

علیؑ نیام سے جب ذوالفقار لیتا ہے
وہیں صفاتِ خدا کا ثبوت دیتا ہے

۷

نہ ہوتا یہ تو کوئی اُس کو جانتا کیونکر — کوئی نگاہ کی تلوار تانتا کیونکر
نظر چُرائے ہوئے دل کو چھانتا کیونکر — بغیرِ وجہ کوئی اُس کو مانتا کیونکر

علیؑ جو ساتھ نہ ہوتا تو کوئی ساتھ نہ تھا
خدا کا پھر تو خدائی میں کوئی ہاتھ نہ تھا

۸

خدا کی شان ہوئی جس سے منجلی وہ ہے — فضائے دہر میں جو ہے مہابلی وہ ہے
خدا کی راہ ہے جس عبد کی گلی وہ ہے — اب اور کیا کہوں کونین میں علیؑ وہ ہے

جنابِ احمدِؐ مرسل کے دل کا چین ہے وہ
کمال یہ ہے کہ خالق کا نورِ عین ہے وہ

۹

خدا کی ذات ہے اعلیٰ تو اُس کا ہاتھ علیؑ — خدا کا نفسِ مقدس ہے دو جہاں کا ولی
وہی ہے اوّل و آخر وہی خفی و جلی — علیؑ ہے گلشنِ توحید کی شگفتہ کلی

وہ بے نشان کا پورا نشان ہے گویا
وہ بے زبان کے منہ کی زبان ہے گویا



۱۰

علیؑ جہان کے شاہوں کے سر کا تاج ہے تو — جہانِ جان کا اک صاحبِ خراج ہے تو
خدا کا راج دُلارا خدا کا راج ہے تو — علیؑ ہی پہلے بھی تھا اور علیؑ ہی آج ہے تو

بلند ہونے کو کتنوں نے سر نکالا ہے
تمام پست ہوئے تو ہی سب سے اعلیٰ ہے

۱۱

نبیؐ کے قول کو سچّا بنا دیا تو نے — مئے حیات کا پیالہ پلا دیا تو نے
خُدا تجھے خالق و خلقت ملا دیا تو نے — خدا کو ایک بنا کر دکھا دیا تو نے

بتوں کو دہر سے معدوم کر دیا تو نے
دوئی کا نام مِٹا کر ہی دم لیا تو نے

۱۲

تو ہی ہے بندۂ مقبولِ ایزدِ باری — تجھ ہی سے گلشنِ اسلام کی ہے گلکاری
تری حسام نے لی ماسوا کی سرداری — ترے کرم سے ہیں ایماں کی ندیاں جاری

خدا کے نور سے دنیا کے دل کو بھر ڈالا
جہانِ شرک کو خاکِ سیاہ کر ڈالا

۱۳

خدا کا فعل زمانے میں ہے تمہارا کام — خدا کا نام حقیقت میں ہے تمہارا نام
خدا کا کام وہی ہے جو ہے تمہارا کام — یہی دکھایا ہے کر کر کے تم نے صبح و شام

ہوئے جو کعبہ میں پیدا تو یہ اشارہ ہے
دکھا دیا ہے کہ دیکھو یہ گھر ہمارا ہے

۱۴

رسولِؐ حق کی حمایت کی جب قسم کھالی — خدا گواہ کہ توحید کی بِنا ڈالی
بیان کیسے ہو تفصیل ہے یہ اجمالی — خدا کے دین کی سو کر بھی کی ہے رکھوالی

نبیؐ کے فرش پہ ایماں کا بیج بویا ہے
خدا کا دین جگانے کو شب میں سویا ہے

۱۵ ہے سہل عہد پہ دشوار ہے وفا کرنا    کسی کے حق کو کما حقہٗ ادا کرنا
جناب کھیل ما ہے کچھ جان کا فدا کرنا    بیان کیا کروں کیا کچھ اسے ہوا کرنا

وطن جو اُن کا تھا خیرالوریٰ کو دلوایا
خدا کا گھر بھی بتوں سے خدا کو دلوایا

۱۶ غرض محال ہے شانِ علیؑ بیاں کرنا    شعاعِ شمس کو مرأت میں نہاں کرنا
ہَوا میں کیسے ہو قائم کوئی نشاں کرنا    رموزِ غیب کا ممکن نہیں عیاں کرنا

محال امر ہے یہ اِس میں کچھ کلام نہیں
ولیِ امرِ خدا ہے فقط امام نہیں

۱۷ اُسی کا یوں تو ہے ہر ایک کام کاج کا دِن    ہر ایک دن ہے خدا کے ولی کے راج کا دِن
علیؑ کے ذکر سے مخصوص ہے پر آج کا دِن    یہ اولیائے خدا کے ہے سر کے تاج کا دِن

خفی جو راز تھا اُس کا ظہور آج ہوا
خدا کی خلق پہ حیدرؑ کا راج آج ہوا

۱۸ جو مانگنا ہو وہ مانگو سعید یوم ہے آج    بنا جہانِ ولایت کا وہ سخی سرتاج
کہ جس نے پائی ہے دوشِ رسولؐ پر معراج    طلب جو اس سے کریں پائیں اپنے نفس پہ راج

جو صدق دل سے کوئی اُس سے مانگ لیتا ہے
علیؑ "علو" اُسے دنیا میں بخش دیتا ہے

۱۹ کھُلا ہے بابِ عطا آج ہے غدیر کا دن    یہ آمرانِ خلائق کے ہے امیر کا دِن
کمر جو توڑ دے اُس "وِزر" کے وزیر کا دن    یہ ہے بڑے سے بڑے پیر کے بھی پیر کا دِن

کسی کا ہاتھ جو اُس کے قدم کے ساتھ لگے
قسم خدا کی کہ اللہ اس کے ہاتھ لگے



۲۰ کہو پکار کے سب سے چلو چلو رِندو    تمام عمر تنا سوئے ہو اب اٹھو رِندو
نہ دھوؤ منہ کو پہ آنکھوں کو تو مَلو رِندو    کہ راستہ نظر آجائے پھر بڑھو رِندو

ہر ایک کھائے گا ٹھوکر یہ کچھ ضرور نہیں
طلب ہو دل میں تو میخانہ کچھ بھی دور نہیں

۲۱ ازل کے پیرِ مغاں کا کھُلا ہے دروازہ    لگاتا ہے وہ طلب سے ہر اک کا اندازہ
جو بے طلب کوئی جائے اٹھائے خمیازہ    نہ چکھ سکے وہ جو رہتی ہے ہر گھڑی تازہ

وہ مے کہ جس سے دوامی سرور ملتا ہے
وہ جس کے پینے سے باطن کا نور ملتا ہے

۲۲ پلا دے شان کا صدقہ مے ولا ساقی!    نفوس سارے ہیں میت انہیں جلا ساقی!
سوالیوں سے نظر تو ذرا ملا ساقی!    ترس رہے ہیں تری خیر ہو پلا ساقی!

ذرا سا جام و سبوچہ ہمیں نہیں بھاتا
خُمِ غدیر کو ہی کیوں نہیں اٹھا لاتا

۲۳ سدا لگائے رکھیں منہ سے گر یہی مٹکا    رہے مصائبِ دنیا کا پھر نہ کچھ کھٹکا
ہوئی و حرص مٹانے کا ہے یہی لٹکا    جو ایک قطرہ بھی چکھے پھرے نہ پھر بھٹکا

بدن کا ذکر ہے کیا روح بھی مٹکنے لگے
سرور و کیف سے دل کی کلی چٹکنے لگے

۲۴ شرابِ نور ہے جس کی چمک میں ہے وہ بھڑک    کہ اک جھلک کو بھی دل دیکھتے ہی جائے پھڑک
وہ اس کا نشہ دکھائے جو راستی کی سڑک    کہے خدا ابھی جسے وحی ہو وہ دل میں دھڑک

طلب کرو وہ شرابِ طہور ہے رِندو!
وہی تو بخششِ ربِ غفور ہے رِندو!

کرم کا جوش دکھا آکے ہے کہاں ساقی — (۲۵) — بنا دے آج مکاں بہرِ لامکاں ساقی
حجابِ غیب میں ہر چند ہے نہاں ساقی — ترے کرم سے مگر وہ بھی ہو عیاں ساقی

بس ایک چھوٹا سا وحدت کا جام ملجائے
برائے نام ہی اللہ کے نام ملجائے

پلا دے ایسی کہ دل سے کہوں علیؑ مولا — (۲۶) — ترا ہی امر ہو احکامِ نفس سے اَولیٰ
نہ وسوسہ کبھی کہنے میں ہو نعَم اَولیٰ — کہ تا ابد ہی نہ کہتا پھروں کہیں "لَولَا"

پلا دے آج تو ایسی یقین مل جائے
علیؑ جو دل سے کہوں یہ زمین ہل جائے

پلا دے ایسی کہ طاری ہو کیف وہ دل پر — (۲۷) — کہ دل کی آنکھ سے میں دیکھ لوں وہی منظر
غدیرِ خم میں ہے پالان کا بنا منبر — اور اس پہ جلوہ فگن ہے خدا کا پیغمبرؐ

یہ کہہ رہا ہے کہ اب میں تو جانے والا ہوں
کہ دل سے شائقِ وصلِ علیِ اعلیٰ ہوں

خدا سے پائے تھے بندے نے جسقدر احکام — (۲۸) — خدا گواہ ہے پہنچا دیئے وہ تم کو تمام
اب ایک امر ہے آخر جو ہے حقیقی کام — وہ یہ کہ بعد مرے خلق کا علیؑ ہے امام

بتاؤ! نفسوں سے تم سب کے کیا میں اولیٰ ہوں؟
خدا کے حکم سے کیا میں سبھوں کا مولیٰ ہوں؟

تمام مجمعے میں سب نے بلیٰ زباں سے کہا — (۲۹) — ہر ایک نفس کا بے شک رسولؐ ہے مولا
ہمارے نفس میں خواہش جو ہو کوئی پیدا — تو اُس کے سامنے حضرت کا حکم ہے اولیٰ

ہر ایک چاہ سے گو دل کی چاہ پیاری ہے
نبیؐ کی چاہ نہ چاہے اگر تو ناری ہے



بڑھے ہیں سوئے علیؑ سیدالورٰیؐ کے ہاتھ — (۳۰) — نبیؐ نے شانوں سے تھامے ہیں مرتضیٰؑ کے ہاتھ
نبیؐ کے ہاتھ بقولِ خدا، خدا کے ہاتھ — خدا کے ہاتھ لگے دستِ کبریا کے ہاتھ

غدیرِ خم میں تماشہ عجب دکھایا ہے
خدا کے ہاتھ نے دستِ خدا اٹھایا ہے

خدا یہ کہتا ہے قرآں میں دو ہیں میرے ہاتھ — (۲۱) — یہ عالمین بھی پیدا کئے ہیں دو کے ساتھ
مگر دوئی سے منزّہ ہیں کبریا کی صفات — عمل سے آج نبیؐ نے دکھائی وحدتِ ذات

جو خیر چودہ جگہ ہو عمل وہ نیک ہی ہے
ہزار بھی ہوں مظاہر ظہور ایک ہی ہے

شعاعِ نور ہزاروں بھی ہوں تو نور ہے ایک — (۲۲) — حرا کا غار ہے، فاراں ہے، کوہِ طور ہے ایک
ہزار کیف ہوں طاری مگر سرور ہے ایک — اگر حضوری ہزاروں بھی ہوں حضور ہے ایک

جو بے شمار بھی حس ہوں شعور واحد ہے
تمام عالمِ کثرت میں نُور واحد ہے

غرض نبیؐ نے علیؑ کو بلند فرمایا — (۲۳) — تمام مجمع میں ہر ایک سمت دکھلایا
دکھا دکھا کے علیؑ کو ہر اک کو جتلایا — اسی کے واسطے آیۂ یہ آج ہے آیا

ہر ایک نفس کہ جس سے رسولؐ اولیٰ ہے
اسی کا جان لو بس یہ علیؑ بھی مولا ہے

کرم کا جوش ہے اس دم آدمیم مانگ دعا — (۲۴) — کہ لطف و رحمت و راحت کا ابر ہے چھایا
بحارِ نور ملے جو کبھی ہوئے تھے جُدا — اسی میں ڈوب کے پا جا سراغ ہستی کا

ازل کے لُؤلُؤ و مرجان کی طلب کر لے
متاعِ گوہرِ ایمان کی طلب کر لے

(٣٥)
علیؑ خلیفۂ برحق ہے ہم نے مان لیا — وہی امامِ زمانہ ہے یہ بھی جان لیا
لڑیں گے اس کے مخالف سے ٹھان لیا — یہ کون مانے کا ہم نے امام مان لیا
یہی ثبوت ہے اس کا زبانی کہتے ہیں؟
کریں یہ غور کہ ہم اُس کے پیچھے رہتے ہیں؟

(٣٦)
امام گر ہے کریں اُس کے فعل کی تقلید — وہاں جو جائیں کریں اُس کے قول کی تائید
جو عہد ٹوٹے تو بارِ دگر کریں تجدید — یہاں تو قول ہو یا فعل سب کی ہے تردید
عمل کی یہں ہوں ترازو علیؑ یہ کہتا ہے
کہیں کسی کو بھی اُس کا دھیان رہتا ہے

(٣٧)
دھیان کیوں رہے جب جہل کی بنا ڈالی — اور اپنی ایک ترازو جدا بنا ڈالی
تُلیں گے اس پہ عمل خلق کو دکھا ڈالی — علیؑ کی ہم نے تو تعلیم ہی مٹا ڈالی
پھر اس پہ زعم کہ حیدرؑ امام ہے اپنا
کیا نہ غور وہ کیونکر امام ہے اپنا

(٣٨)
کتب ہائے سیر و دیں سے حدیث ہے آئی — علیؑ نے راہ جو چل کر تمہیں ہے دکھلائی
یہی کتابِ خدا میں صراط کہلائی — صراط اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی صاف بتلائی
ہوں سارے کام خدا کے لئے صراط ہے یہ
پلک نہ جھپکے ہویٰ کے لئے صراط ہے یہ

(٣٩)
قرآن میں کہیں آیا کہ ایک پُل ہے صراط؟ — کبھی نبیؐ نے بتایا کہ ایک پُل ہے صراط؟
علیؑ نے کب یہ جتایا کہ ایک پُل ہے صراط؟ — تو پھر کہاں سے یہ آیا کہ ایک پُل ہے صراط؟
وہ معنی بھولے پیمبرؐ نے جو بتائے ہیں
قیاس ہی سے جہنم پہ پُل بنائے ہیں



(٤٠)
یہی تمسکِ ثقلین ہے کہ نقل کرو — پکڑ لو خوب کہ اُن کے ہی ساتھ ساتھ چلو
نہ چھوٹ جائیں کہیں پھر نہ راہ میں بھٹکو — یہ ہے رکوبِ سفینہ، پر اِس کو جانے دو
یہ منزلت تو تمسک سے بھی زیادہ ہے
جنابِ صبر و رضا کا یہی تو جادہ ہے

(٤١)
سنو تو کہتا ہے کیا تم سے عبدِ ربِ وَدُود — فضائے دہر میں سب سے بڑا جو ہے معبود
بنا جو رہتا ہے ہر وقت خلق کا مسجود — ہوائے نفس سے بس ہو گئے خدا معدود
یہی رسولِؐ خدائے قدیر کہتے ہیں
ارے یہی تو جنابِ امیرؑ کہتے ہیں

(٤٢)
کتابِ حق میں ہیں کتنی ہی آیتیں موجود — ہے ان میں صاف، بناؤ نہ نفس کو معبود
قرار دیجیو شہوات کو نہ تم مسجود — ہویٰ پرست رہا جو، ہُوا وہی مردُود
خدا رسولؐ یہ بات عام کہتے ہیں
یہی تو آپ کے سارے امام کہتے ہیں

(٤٣)
خدا کو مانا ہے تو اس کا حکم پہچانو — جو مانتے ہو تو پھر اس کی بات سچ جانو
ارے رسولؐ کو آلِ رسولؐ کو مانو — کہیں نہ اُن کی ہو توہین، مرتبہ جانو
صفات اہلِ جناں کی جو وہ بتاتے ہیں
ہم اپنے نفس میں اُن میں سے کوئی پاتے ہیں؟

(٤٤)
کہیں گے لوگ کہ یہ تو محال ہے بھائی — علیؑ کی راہ چلیں کیا مجال ہے بھائی
درست تھوڑا بہت یہ خیال ہے بھائی — جو دین ہو یہی پھر تو وبال ہے بھائی
محال امر ہے یہ اس میں کچھ کلام نہیں
علیؑ کی راہ پہ چلنا ہمارا کام نہیں

(۴۵)
اب اس مقام پہ پیدا سوال ہوتا ہے — کہ جب صراط پہ چلنا محال ہوتا ہے
تو پھر یہ امر تعجب کمال ہوتا ہے — کہ اس پہ جو نہ چلے بد مآل ہوتا ہے

نجات یافتہ ہے جو بھی اس پہ چلتا ہے
چلے نہ اس پہ تو نارِ غضب میں جلتا ہے

(۴۶)
چلیں صراط پہ بالکل بجا ہے ناممکن — بشر کے واسطے یہ تو رہا ہے ناممکن
مگر یہ بے مددِ کبریا ہے ناممکن — خدا کے واسطے کہیئے کہ کیا ہے ناممکن

علیؑ کی جو بھی محبت میں چُور ہوئے گا
اسی کے واسطے آساں عبور ہوئے گا

(۴۷)
جو آئے ہاتھ کسی کے، رسولؐ کا دامن — علیؑ کا اور حسنؑ کا بتولؑ کا دامن
شہیدِ جورِ شہہؑ دل ملول کا دامن — غرض ملے جسے آلِ رسولؐ کا دامن

عبور اُس کے مقدر میں ہے، محال نہیں
مگر بغیر مودّت کے یہ مجال نہیں

(۴۸)
نبیؐ و آلِ نبیؐ سب یہی تو کہتے ہیں — سدا جو بندگیٔ نفس ہی میں رہتے ہیں
ہمیشہ سیلِ ہویٰ و ہوس میں بہتے ہیں — انھیں کے واسطے ہم سب یہ ظلم سہتے ہیں

کہ اُن کے دل میں محبت کی راہ پیدا ہو
ہماری راہ پہ چلنے کی چاہ پیدا ہو

(۴۹)
بس اب تو صاف ہوا دینِ مصطفٰےؐ کیا ہے — علیؑ نے چل کے دکھایا جو راستہ کیا ہے
حسینؑ بے کس و مظلوم چاہتا کیا ہے — یہ گھر لٹانے کا مقتل میں مدعا کیا ہے

وہ چاہتے تھے کہ آسان راہ ہو جائے
ہمارے دل میں بھلائی کی چاہ ہو جائے



(۵۰)
غرض کہ دینِ خدا کیا ہے نفس کی اصلاح — رضائے ربِّ عُلیٰ کیا ہے نفس کی اصلاح
رسولؐ حق کی رضا کیا ہے نفس کی اصلاح — ولیِ رب کی وِلا کیا ہے نفس کی اصلاح

ہر اک برائی سے ہم بچ سکیں یہ کوشش ہو
مدد علیؑ سے ولی سے ملے یہ خواہش ہو

(۵۱)
علیؑ سا جب کہ ہو مشکلکشا تو غم کیا ہے — مدد کو جب وہ ہو موجود پھر الم کیا ہے
ہمارے واسطے نصرت علیؑ کی کم کیا ہے — طلب ہی اُس کی نہیں ہم کو یہ ستم کیا ہے

تمام عمر بڑے اس نے ظلم جھیلے ہیں،
ہمارے واسطے کیا کیا نہ کھیل کھیلے ہیں

(۵۲)
ہر اک کو ہم میں سے لازم ہے یہ کہے اے دل! — علیؑ نے تیرے لئے ظلم کیا سہے اے دل!
تو اپنی چاہ میں ہی ہر گھڑی بہے اے دل! — نہ کچھ دھیان علیؑ کا تجھے رہے اے دل!

وہ تو کریم ہے جو اس کا نام لیتا ہے
وہ اُس کے ڈوبتے بیڑے کو تھام لیتا ہے

(۵۳)
دِلا جو ایسا ترا صاحبِ کرم ہوئے — کہ اُس کا نام ہدایت کا اک علم ہوئے
نہ اُس کی راہ پہ چلنے کا تجھ کو غم ہوئے — مدد بھی مانگنا اس سے تجھے ستم ہوئے

ہر ایک خلق میں اس کے ہی در کا سائل ہے
تو اتنا بھی نہیں جانا، وہ عبدِ کامل ہے

(۵۴)
جو حق کے بندۂ کامل ہیں درد سہتے ہیں — تمام خلق سے وہ بے نیاز رہتے ہیں
نہ ایک لمحہ کبھی بحرِ شک میں بہتے ہیں — وجود میں وہی آتا ہے جو وہ کہتے ہیں

ہر اک عمل انھیں مخلوق کو دکھانا ہے
یہ کھانے پینے کا تو صرف اک بہانا ہے

(۵۵) محبو دیکھ لو وہ بیلچہ اٹھاتا ہے
وہ سر پہ ٹوکری مٹی کی لے کے جاتا ہے
کوئی پسینہ میں اِس طرح بھی نہاتا ہے
کہ سر سے پاؤں کی ایڑی پہ بہہ کے آتا ہے
نظر میں اپنی جو محنت ذلیل کام ہوا
یہ پوچھو دل سے وہ کیسے ترا امام ہوا

(۵۶) کہو یہ دل سے کہ مولا سے اپنے عرض تو کر
مرے کریم، امامِ زماں، مرے سرور
یہ عہد کرتا ہوں میں ہاتھ قلب پر رکھ کر
کہ آنے دوں گا نہ ایسا خیال بھی دم بھر
جو کام تم نے کئے کب ذلیل ہیں مولا
تمہارے فضل کی وہ تو دلیل ہیں مولا

(۵۷) بس اب ہمارے دکھانے کو ایسے کام نہ کر
اٹھا نہ بوجھ، نہ مٹی کی ٹوکری سر پر
ہے بوسہ گاہ ہماری، نہیں وہ تیرا سر
سمجھ گئے، تری مرضی اب ایسے دکھ مت بھر
یتیم و بے کس و بے پر کی ہم خبر لیں گے
خدا کے مال کو اپنا کبھی نہ سمجھیں گے

(۵۸) محبو دیکھو کہ وہ کر رہا ہے کیا کیا کام
وہ جاتا رہتا ہے بازار میں بھی صبح و شام
خرید کرتا ہے اور بیچتا ہے مالِ امام
اُسے تو اِس میں نہیں ہے ذرا بھی شرم کا نام
شرع و بیع کو جو ہم ذلیل سمجھے ہیں
اُسی کو الفتِ شہہؑ کی دلیل سمجھے ہیں

(۵۹) وہ جا رہا ہے ضعیفہ کی مشک اٹھائے ہوئے
اور اُس کے بارِ گراں سے کمر جھکائے ہوئے
ہوا ہے گرم، پسینہ میں ہے نہائے ہوئے
قسم ہے خدمتِ مخلوق کی وہ کھائے ہوئے
محبو گھر میں ضعیفہ کے اب وہ جاتا ہے
ارے تنور میں وہ آگ بھی جلاتا ہے



(۶۰) بڑھا جو زور ذرا آگ کی تمازت کا
اثر ہوا رُخِ مولا پہ اُس کی شدت کا
تو کہہ رہا ہے علیؑ چکھ مزا یہ غفلت کا
خبر نہ ان کی لی آیا نہ دھیان شفقت کا
تو بے خبر ہوا بیوہ سے لے جزا اس کی
خدا کی خلق کو بھولا یہ ہے سزا اس کی

(۶۱) پڑوس سے کوئی آئی تو دیکھتی ہے کیا
تنور کرتا ہے روشن امیرِ شاہ و گدا
تو اُس ضعیفہ سے افسوس کر کے اُس نے کہا
تجھے خبر بھی ہے یہ تو ہے خلق کا مولا
امامِ وقت پہ تو لوگ جان دیتے ہیں
کہیں امام سے خدمت کا کام لیتے ہیں

(۶۲) یہ بات سن کے ضعیفہ کماں گھبرائی
قدم پہ گر پڑی حضرت کے اور چلائی
کہا معاف ہو میری رسولؐ کے بھائی
ارے یہ کیا ہوا کیوں تم یہ آگ جلوائی
منگائی مشک بھی کیا میں حقیر بھی تھی
ارے امیرؑ کو کیا میں فقیر سمجھی تھی

(۶۳) یہ عذر سنتے ہی مولا نے سر جھکایا ہے
عجیب طرح کا فقرہ زباں پہ لایا ہے
علیؑ تو تجھ سے ہی خود عذر خواہ آیا ہے
تری خبر جو نہ لی تجھ کو یوں ستایا ہے
علیؑ کے دل کو بس اب اور بے قرار نہ کر
خطا علیؑ کی بحل کر دے شرمسار نہ کر

(۶۴) سڑک پہ کوفہ میں ایک روز آپ جاتے ہیں
اور اک کنیز کو روتا ہوا جو پاتے ہیں
بڑی کریمی و شفقت اُسے دکھاتے ہیں
سبب بھی پوچھتے ہیں جب قریب آتے ہیں
وہ کہتی ہے مجھے قصاب نے دیا دم ہے
یہ گوشت آپ بھی دیکھیں کہ کس قدر کم ہے

(۶۵) غرض کہ شاہِ زماں اُس کے ساتھ جاتا ہے — کمی کو سودے کی قصاب کو جتاتا ہے
مگر قصائی طمانچہ انہیں لگاتا ہے — کہ ناگہاں کوئی واقف وہاں پہ آتا ہے

یہ کیا غضب کیا قصاب سے وہ کہتا ہے
تجھے خبر بھی ہے یہ وقت کا خلیفہ ہے

(۶۶) وہ عذر خواہ ہوا ہاتھ جوڑ کر یہ کہا — بڑا قصور ہوا بخش دے مرے آقاؑ
خبر مجھے یہ نہ تھی تو ہے خلق کا مولا — یہ دیکھو شانِ رحیمی ذرا نہ عذر کیا

کہا قصائی سے دل میرا صاف ہے بھائی
قصور تیرا یہ بالکل معاف ہے بھائی

(۶۷) خلیفہ گو کہ زمانے کا وہ کہاتا ہے — مگر وہ کوفہ کی منڈی میں روز جاتا ہے
تمام گھر کا جو سودا خرید لاتا ہے — تو اپنے کاندھے پہ اُس کو اٹھا کے لاتا ہے

دکھا رہا ہے مساوات اس کو کہتے ہیں
ہوں شاہ یا کہ گدا ایک سے ہی رہتے ہیں

(۶۸) ملا جو ایک شناسا وہ عرض ہے کرتا — حضور آپ تو ہیں ساری خلق کے مولاؑ
خلافِ شان ہے حضرت کا بوجھ لے جانا — یہ مجھ کو دیجئے میں اس کو لے کے جاؤں گا

کہا جو گھر کے لئے بوجھ لے کے جاتا ہے
وہ اپنا مرتبہ ہرگز نہیں گھٹاتا ہے

(۶۹) خدا کے شیر نے یارو یہ کیا دکھایا ہے — تمام عمر تمدّن تمہیں سکھایا ہے
یہ درسِ عجز کا اس نے ہمیں پڑھایا ہے — مگر ہمیں تو تکبّر پسند آیا ہے

اُٹھا کے بوجھ کا چلنا ہمیں قیامت ہے
مگر علیؑ سے ہمیں دعویٰ ولایت ہے



(۷۰) محبّو دل سے کہو یہ پکار کر کہہ دے — کریم تیرے مقاصد کو ہم ذرا سمجھے
کریں گے نقل تری اب یہ کام رہنے دے — یہ بار کاندھے سے اب تو اتار کر رکھ دے

ذلیل بوجھ اٹھانے کو اب نہ جائیں گے
گھروں کو بار یونہی ہم بھی لے کے جائیں گے

(۷۱) کہو پکار کے مولا ذرا مدد کر دے — ہمارے سینے کو بھی نورِ صدق سے بھر دے
یہ مانگتے نہیں تجھ سے کہ دولت و زر دے — ہمارے دل سے ہٹا دے غرور کے پردے

ہمارے واسطے کیا کیا یہ دکھ اٹھائے ہیں
ہمارے واسطے تو نے طمانچے کھائے ہیں

(۷۲) ہمارے واسطے کھودی کبھی زمیں بوئی — ہمیں سکھانے کو مٹی کی ٹوکری ڈھوئی
نہ ہوگا ایسا بھی ؏ [illegible] کوئی — کرے یتیموں کی بیواؤں کی جو دل جوئی

کمال فاقوں پہ فاقے کا دکھ اٹھایا ہے
مگر اسیر کو مسکین کو کھلایا ہے

(۷۳) غضب ہے دوستو انیسویں شب آئی ہے — گھٹا ستم کی خدا کے ولی پہ چھائی ہے
یتیم ہونے کو اب فاطمہؑ کی جائی ہے — خدا کے گھر میں ستم ہوگیا دہائی ہے

عدو نے زہر کی شمشیر سر پہ ماری ہے
لہو کی دھار رواں ہے غشی سی طاری ہے

(۷۴) محبّو آپ کا محسن لہو میں ڈوبا ہے — خدا کے عبد کا مسجد میں خون بہتا ہے
غضب ہے خون میں بسمل سا وہ تڑپتا ہے — قسم خدا کی میں فائز ہوا یہ کہتا ہے

ارے وہ نور کی مورت لہو میں ڈوب گئی
خدا کے شیر کی صورت لہو میں ڈوب گئی

ہمارا چاہنے والا جو تھا ہوا زخمی ‎ ‎ ہمیں جو سب سے تھا پیارا اُسے کیا زخمی
(۷۵)
امیرِ خلق کو ظالم نے کر دیا زخمی ‎ ‎ ہمارا سب کا مددگار ہو گیا زخمی

خبر تو یہ ہے مسجد میں لوگ روتے ہیں
حسینؑ اور حسنؑ اب یتیم ہوتے ہیں

غضب ہوا کہ یہ اکیسویں کی شب آئی ‎ ‎ عجیب درد و الم اپنے ساتھ ہے لائی
(۷۶)
وداع ہوتا ہے سب سے رسولؐ کا بھائی ‎ ‎ کلیجہ پکڑے ہوئے ہے بتولؑ کی جائی

جِلانے والا غریبوں کا آج مرتا ہے
شفیق خلق کا دنیا سے کوچ کرتا ہے

محبّو خلق پہ اللہ کی جو تھا رحمت ‎ ‎ خبر بھی ہے تمہیں دنیا سے ہو گیا رخصت
(۷۷)
وہ لے کے جاتے ہیں حسنینؑ باپ کی میّت ‎ ‎ ہر ایک روئے گا اب یاد کر کے وہ شفقت

ہر اک مریض کا، مفلس کا دکھ بٹاتا تھا
ارے وہ اندھوں کی ٹانگیں تلک دباتا تھا

محبّو آہ وہ اُلفت کے درس ختم ہوئے ‎ ‎ وہ سب مشقت و محنت کے درس ختم ہوئے
(۷۸)
خدا کی خلق پہ شفقت کے درس ختم ہوئے ‎ ‎ تمدن اور سیاست کے درس ختم ہوئے

ہجومِ رنج و الم ہے ہر ایک روتا ہے
پڑھانے والا تو اب زیرِ خاک سوتا ہے

کہو پکار کے اب، سیدا ترے صدقے ‎ ‎ ہمارے واسطے زخمی ہوا ترے صدقے
(۷۹)
ہمارے واسطے ہر دکھ سہا ترے صدقے ‎ ‎ ہمارے غم میں ہی رخصت ہوا ترے صدقے

ترے کمال محبت پہ ہم فدا مولا
کرم پہ، رحم پہ، شفقت پہ ہم فدا مولا



روایتوں میں ہے یہ ذکر جا بجا آیا ‎ ‎ شہید ہو گیا تیغِ ستم سے جب مولا
(۸۰)
بہت سے اندھے اپاہج ملے جنہوں نے کہا ‎ ‎ ہمارے پاس تو اک شخص روز آتا تھا

وہ ہم غریبوں پہ شفقت کمال کرتا تھا
وہ مثل ماں کے ہمارا خیال کرتا تھا

مگر خبر نہیں کیا سانحہ ہوا اس پر ‎ ‎ کہ تین روز سے آیا نہیں وہ لینے خبر
(۸۱)
کوئی نہیں جو خبر اس کی پوچھ لے جا کر ‎ ‎ سُنائے خیریت ہم کو کہ قلب ہے مضطر

خدا کرے نہ کہیں اُس پہ آنچ آئی ہو
کرم سے اُس کے سدا بہرہ ور خدائی ہو

زیادہ باپ سے ماں سے بھی اُس کی شفقت ہے ‎ ‎ وہ آدمی نہیں سچ مچ خدا کی رحمت ہے
(۸۲)
اُسے عزیزوں کی مانند ہم سے الفت ہے ‎ ‎ یہ تین دن سے ہماری تباہ حالت ہے

خدا کی خلق پہ دائم اُسی کا سایہ ہو
خدا کرے نہ کہیں زخم سر پہ کھایا ہو

خبر امام حسنؑ سے اُنہیں ملی ناگاہ ‎ ‎ گدا نواز وہ، تھا سارے عالموں کا شاہ
(۸۳)
خبر نہیں تمہیں احوال ہے سبھی کا تباہ ‎ ‎ شہید ہو گیا مسجد میں وہ شہہِ ذیجاہ

گزر گئے کئی دن تیغ سر پہ کھائی ہے
ہم اُس کو دفن کئے آتے ہیں دُہائی ہے

یہ سُن کے کرنے لگے وہ غریب بھی فریاد ‎ ‎ یہ کیا غضب ہوا ہم لوگ ہو گئے برباد
(۸۴)
ارے وہ کون تھا ملعون سنگدل جلاد ‎ ‎ کوئی کریم پہ کرتا ہے اس طرح بیداد

سروں کو پیٹتے تھے اور پچھاڑیں کھاتے تھے
لبوں پہ آہ کے نعرے تھے خاک اُڑاتے تھے

۸۵ ہزار حیف کہ اب کوئی آسرا نہ رہا — جو ہم پہ کرتا تھا شفقت وہ دلربا نہ رہا
کرے کفاف وہ مصداقِ قُلْ کَفٰی نہ رہا — ادیم روئے کہ دنیا میں نور ہا نہ رہا

رہے گا کون جو محبوبِ کبریا نہ رہے
حسنؑ حسینؑ بتولؑ اور مرتضیٰؑ نہ رہے

۸۶ کہو محمدؐ کہ ہم تجھ پہ سیّدا صدقے — یتیم و بیوہ و مسکیں پہ نور ہا صدقے
ہمارے واسطے ہی سارا گھر کیا صدقے — ترا حسینؑ بھی ہم پر سے ہو گیا صدقے

ہر اک کی آپ تو مولا مدد کو آتے ہیں
ہر ایک عقدۂ مشکل کو کھول جاتے ہیں

۸۷ ہر اک یتیم کی سنتے ہیں آپ تو فریاد — ہر اک رسولؐ کی بھی کی ہے آپ نے امداد
تمہارے گھر پہ مگر ہو گئی عجب بیداد — ستا رہے ہیں یتیموں کو بے طرح جلاد

حضور کرب و بلا میں تو دیکھئے آکر
خبر ذرا تو یتیموں کی لیجئے آکر

۸۸ تڑپ رہے ہیں پیاسے حسینؑ کے بچے — عجیب درد میں ہیں تین روز سے بچے
کئی تو پیاس سے بے ہوش ہو گئے بچے — جواب بھی ملا نہ خبر جانیئے چلے بچے

تڑپ کے ایک تو جھولے سے گر بھی جاتا ہے
عطش سے اصغرِؑ بے شیر کو غش آتا ہے

۸۹ ترے حسینؑ کو مولا فلک ستاتا ہے — گرا ہے گھوڑے سے اکبرؑ اسے بلاتا ہے
پسر کی لاش پہ تنہا حسینؑ جاتا ہے — جوان بیٹے کی میت کو وہ اٹھاتا ہے

مدد کو آیئے مولا حسینؑ تنہا ہے
ضعیف باپ ہے کڑیل جواں کا لاشہ ہے



۹۰ ترے حسینؑ پہ مولا ہجومِ اعدا ہے — نبیؐ کے لاڈلے کو دشمنوں نے گھیرا ہے
وہ تیرے لال پہ تیروں کا مینھ برستا ہے — نڈھال ہو گیا گھوڑے پہ ڈگمگاتا ہے

نبیؐ کی لاڈلی کے دل کا چین گرتا ہے
سنبھالو، گھوڑے سے مولا حسینؑ گرتا ہے

۹۱ سوارِ دوشِ رسولِؐ خدا گرا دیکھو — وہ ریگِ گرم پہ اب ہے تڑپ رہا دیکھو
سُلاتی تھیں جسے سینے پہ سیّدہؑ دیکھو — اُسی کے سینے پہ شمرِ لعیں چڑھا دیکھو

فلک لرزتا ہے چھاتی زمیں کی پھٹتی ہے
کہ بوسہ گاہِ رسالت چھری سے کٹتی ہے

۹۲ ہر اک کی آپ تو امداد کرتے ہیں مولا — شہید ہو گیا مقتل میں آپ کا پیارا
تمہاری زینبؑ و کلثومؑ رہ گئیں تنہا — لعین چھین رہے ہیں سروں سے اُن کے ردا

بچائے کون کہ باقی کوئی دلیر نہیں
تمہارے بیشہ میں اس وقت کوئی شیر نہیں

۹۳ نہ اب ہیں عونؑ و محمدؑ نہ اکبرؑ و عباسؑ — حرم کا اب کوئی باقی نہیں ہے قدر شناس
شہید ہو گئے سب جن سے تھی حرم کو آس — خیام میں بھی گھس آئے عدو بلا وسواس

خبر تو لیجئے بیووں پہ ظلم ہوتا ہے
حضور ننھے یتیموں پہ ظلم ہوتا ہے

۹۴ تمہارے لال کے وہ خیمہ ہائے زرنگاری — کہ تھیں پناہ گزیں جن میں بیبیاں ساری
لگا دی آگ کی اعدا نے ان میں چنگاری — بتایئے تو کہاں جائیں اب وہ بیچاری

بلند ہو گئے شعلے قناتیں جلتی ہیں
تمہاری بیٹیاں اب ننگے سر نکلتی ہیں

کسی کے لب پہ تو ہے وامحمدا کی صدا — پکارتی ہے کوئی واحسینؑ مظلوما
۹۵
غریب سب کی ہوئی دیکھتا قتیلِ جور و جفا — حرم کی اپنے مصیبت تو دیکھ جاؤ ذرا

سروں سے ان کے لعیں چادریں اتارتے ہیں
جو بھاگتی ہیں تو پشتوں پہ نیزے مارتے ہیں

خدا کے شیر تری راز کو بھی ہم سمجھے — ہر ایک کی تو مدد کے لئے ہو تم جاتے
۹۶
پر اپنے گھر کے تڑپتے ہیں عورتیں بچے — وہ ظلم سہتے ہیں پر تم مدد نہیں کرتے

غنی ہر اک حرمِ شاہِ کربلائی ہے
رضا سے اپنی یہ تصویرِ غم بنائی ہے

تمہاری بیٹیاں خود ہی یہ ظلم سہتی ہیں — پہاڑ غم کے جو ٹوٹے وہ سر پہ لیتی ہیں
۹۷
ہمارے واسطے درد و الم میں رہتی ہیں — نہ ایک لفظ برا وہ کسی کو کہتی ہیں

ہمارے ہی لئے سارے یہ دکھ اٹھائے ہیں
ہمارے ہی لئے پشتوں پہ نیزے کھائے ہیں

تمہاری بیٹیوں کی ہمتوں کے ہم صدقے — بہادری کے فدا جراتوں کے ہم صدقے
۹۸
نثار شان پہ اور شوکتوں کے ہم صدقے — وہ کیسی پاک تھیں ان طینتوں کے ہم صدقے

گلوں میں بازوؤں میں رسیاں بھی بندھوائیں
ہمارے واسطے بلوے میں ننگے سر آئیں

غضب تمہارے یتیموں نے کام دکھلائے — ہمارے واسطے بندے انہوں نے چھنوائے
۹۹
غضب ہے رخ پہ طمانچے بھی شمر کے کھائے — ہمارے واسطے کیسے ستم سہے ہائے!

ادیم اس پہ بھی تجھ کو نہ ہوش آئے حیف!
نچے نہ شرم سے ترا نفس سوئے جائے حیف!

---



# ۵

حسینؑ علمِ الٰہی کا ہے معلّم تو — رہِ رضا ہے اگر سلم تو مسلّم تو
۱
کلیمِ طور ہیں موسیٰؑ تو ہے مکلّم تو — اٹھائے ظلم بہت بن گیا مُنا اَلَم تو

حصولِ درد کا سامان کر دیا تو نے
دلوں میں خلق کے یوں نور بھر دیا تو نے

بدونِ واسطہ ہوتے نہیں خدا کے کام — گذر گئے تھے بہت انبیائے نیک انجام
۲
ملا نہ خلق کو حبِّ خدا کا پورا جام — پلائی تو نے پر ایسی اٹھے حجاب تمام

خفی کے چہرے کو بھی بے نقاب کر ڈالا
خدا کے کام کو یوں بے حجاب کر ڈالا

مشاہدات سے سب نے یہ بات ہے جانی — ہر ایک چیز یقیناً جہاں میں ہے فانی
۳
بعید عقل سے ہے فتح موت پر پانی — عمل حسینؑ نے پر کر دکھائے لاثانی

فنا کو فتح کیا فتح کر کے چھوڑ دیا
اجل کے پنجے سے پنجہ ملا کے موڑ دیا

خدا کے بھیجے ہوئے انبیاء جو تھے معصوم — بشر ہیں مثل ہمارے یہ صرف تھا معلوم
۴
خوشی سے ہوتے ہیں مسرور رنج سے مغموم — مگر مٹا دیئے شبیرؑ نے گماں مذموم

غبار دامنِ عصمت سے جھاڑ کر چھوڑا
خدا کے دین کے جھنڈے کو گاڑ کر چھوڑا

حسینؑ! کی ہے نبوت کی تو نے رکھوالی ⑤ حسینؑ تو نے رسالت کی لاج رکھ ڈالی
ہر ایک دیتا تھا تعلیم خلق کو خیالی ⑤ عمل کا کھوٹا ہے پر تو نے مدرسہ عالی

یہ تو نے گنجِ شہیداں جو اک بنایا ہے
خزانہ علم کا مخلوق پر لٹایا ہے

حسینؑ تو نے اُٹھائے جو انتہا کے ہموم ⑥ قبول کر لیا اپنے لئے سِتم کا ہجوم
نبیؐ کے باغ میں چلنے جو دی ہے بادِ سموم ⑥ حسینؑ راز ترا ہم کو ہو گیا معلوم

سِتم اٹھانے کی خاطر بنا جو بھولا ہے
ہمارے واسطے بابِ علوم کھولا ہے

ہر اک امامؑ و نبیؐ نے یہی سُنایا ہے ⑦ خدا نے بھی یہی قرآن میں جتایا ہے
کہ علم نفس کو انساں کے سب پڑھایا ہے ⑦ عمل بھلے بھی بُرے بھی ہیں سب بتایا ہے

حجاب ان پہ ہیں لیکن ہٹا جو پائے گا
ہر ایک علم کو پھر خوب جان جائے گا

سُنا ہے سب نے یہ ہے قولِ حیدرؑ صفدر ⑧ ہر ایک چیز جو ہے کائنات کے اندر
محیط سب کو ہے قرآنِ خالقِ اکبر ⑧ جو کل کتاب میں ہے فاتحہ میں ہے یکسر

جو فاتحہ میں ہے وہ ہے میانِ بسم اللہ
پھر اُس کی "با" میں ہے سارا بیان بسم اللہ

وہ کُل ہے نقطۂ "با" میں جو علم "با" میں ہے ⑨ جو علم نقطہ میں ہے وہ ہی سب انا میں ہے
جو کائنات کی پھیلی ہوئی فضا میں ہے ⑨ تمام علم وہ انساں کی آتما میں ہے

اِسی کا جاننا ہی سب کا جان لینا ہے
وقوفِ نفس ہی تو رب کا جان لینا ہے



بتائیے کہ بجا ہے علیؑ کا فرمانا ⑩ کہ جان جائے گا سب کچھ جو نفس کو جانا
علیؑ کا قول ہے سچا یہ ہم نے کب مانا ⑩ بتائیں نفس کو ہم میں سے کون پہچانا

علیؑ کو مانتے باطن کا علم پڑھتے ہم
خدا کی راہ میں دو اک قدم تو بڑھتے ہم

نبیؐ کی آلؑ نے کھولی تھی ہم پہ راہِ سلام ⑪ یہی بتاتا رہا خلق کو ہر ایک امام
ہر ایک پر طلبِ معرفت ہے فرضِ عام ⑪ مگر بنا لیا اُس کے خلاف علمِ کلام

صفت سے پاک خدا کو وہ سب بتاتے ہیں
یہاں صفاتِ قیاسی پڑھائے جاتے ہیں

ہر اک امامؑ نے ہم کو یہی ہے بتلایا ⑫ تمام علم ہر اک شخص ساتھ ہے لایا
اسی کا جاننا مذہب ہے سب نے جتلایا ⑫ مگر غضب ہے کہ آلِ نبیؐ کو جھٹلایا

پڑھا دیا ہمیں ہر شخص جہلِ سالم ہے
پڑھے علوم قیاسی وہ صرف عالم ہے

یہی بتایا ہے مقصد خدا نے بعثت کا ⑬ کہ تزکیہ ہو کسی طرح نفسِ خلقت کا
اسی کے بعد کھلے باب علم و حکمت کا ⑬ یہ علم دین کا ہے فقط علم اپنی فطرت کا

خدا کے قول سے پر منہ کو موڑ بیٹھے ہم
کہ علمِ دین جدا دل سے جوڑ بیٹھے ہم

ہر ایک علم ہے دینِ خدا میں جب شامل ⑭ بتائیے کہ رہے ہم تمام کیوں جاہل
جو تیس سال میں ہوتے ہیں عالمِ کامل ⑭ ہر اک فریضہ و سنت پہ گو ہیں عامل

مگر علوم میں فطرت کے محض جاہل ہوں
غضب ہے علم کے ہم مشرکوں سے سائل ہوں

(۱۵)
کہ ہو نہیں ہے عقیدہ ہر ایک شیعہ کا — کہ ہے محیط ہر اک علم کو کتابِ خدا
ہر اک امام کو ہر شے کا علم حاصل تھا — تو پھر بتایئے وہ کیوں نہ ہم کو بتلایا
خدا سے لائے تھے وہ علم سب کو دینے کو
کہ اپنے سینے میں رکھ رکھ کے لطف لینے کو

(۱۶)
خدا سے تھے جو آئمہ پڑھے ہوئے سب کچھ — غلط خیال ہے وہ ساتھ لے گئے سب کچھ
قصور اُن کا نہیں وہ تو دے گئے سب کچھ — طلب کسی کو اگر دل سے ہو تو لے سب کچھ
ہمارے ہاتھ میں حق کی کتاب دے کے گئے
ہر اک سوال کا وہ تو جواب دے کے گئے

(۱۷)
وہ ایک تو ہمیں خالق کی دے گئے ہیں کتاب — دعائیں دے کے دکھائی ہے صاف راہِ ثواب
کہ نفسِ خلق پہ غفلت کے آ گئے ہیں حجاب — کریں جو اُن کے ہٹانے کی فکر شیخ و شاب
پڑھیں جو نفس کو فطرت کی کتاب کھل جائے
ہر ایک علمِ حقیقی کا باب کھل جائے

(۱۸)
کریں یہ غور جو اقوالِ ربِّ اکرم ہیں — تو اُن میں کچھ متشابہ ہیں بعض محکم ہیں
مگر جو آیۂ محکم ہیں وہ بہت کم ہیں — غریبِ طوس امام رضاؑ جو عالم ہیں
یہ کہتے ہیں متشابہ ہیں جیسے قرآں میں
اسی طرح متشابہ ہیں اپنے فرماں میں

(۱۹)
یہ جان لو کہ جو محکم ہیں قولِ عزّ و جل — ثواب پائے گا وہ جو کرے گا ان پہ عمل
پڑے گا اُس کے نہ ایماں میں ذرا بھی خلل — ملے گا نور جو اُس کو کھلے گا دل کا کنول
چلے مگر متشابہ پہ جو کرے گم راہ
کبھی نہ پائے ہدایت سدا رہے گمراہ



(۲۰)
بتائیں جو کوئی علم الرجال پڑھ ڈالے — تمام راویوں کا سارا حساب پڑھ ڈالے
مناظرے کے جواب و سوال پڑھ ڈالے — مع تجربہ یہ علومِ کمال پڑھ ڈالے
حسن، غریب کہ مرسل تو جان جائے گا
پتہ مگر متشابہ کا کیسے پائے گا ؟

(۲۱)
کلام، فلسفہ، منطق کا جو بنے عالِم — حدیث و فقہ و تاریخ پڑھ چکے سالِم
یہ جان لے کہ وہ عادل تھے اور فلاں ظالِم — مگر یہ غور تو کیجے کہ اِس میں کیا ہے لِم
یہ بات رہ کے کتابوں میں غرق دکھلا دے
کہ محکم و متشابہ کا فرق دکھلا دے

(۲۲)
جو یہ سمجھ نہ سکے خود رہے گا وہ گمراہ — تو دوسروں کو بھلا کیا دکھائے گا وہ راہ
گرے ہیں قعرِ ضلالت میں سب کے سب ہم آہ — ہمیں پتہ ہی نہیں کیا ہے اصل دینِ الٰہ
پڑے ہیں لفظ پرستوں کے ہم جو پنجے میں
تو پھنس گئے ہیں روایات کے شکنجے میں

(۲۳)
پڑھا لکھا نہ سہی کوئی مردِ جاہل ہو — ریاضِ نفس سے پر اُس نے نور پایا ہو
نبیؐ کا قول اُسے صرف لکھ کے دکھلا دو — یہ ہے حدیثِ نبیؐ یا نہیں ذرا پوچھو
تو دیکھتے ہی حقیقت کا وہ پتہ دے گا
کہ یہ قولِ نبیؐ یا نہیں بتا دے گا

(۲۴)
اگر سنائیں اُسے اُس حدیث کا مفہوم — حقیقت اُس کی کریں اُس سے آپ پھر معلوم
نہ ہوئے گا متفکر وہ بندۂ قیوم — نہ غور کی ہو ضرورت ذرا نہ ہو مہموم
پتہ چلے گا وہ رازِ خدا کا محرم ہے
کہے گا یہ متشابہ ہے یا کہ محکم ہے

(۲۵) مگر پڑھے جو، تب ہی کوئی پچاسوں سال — یہاں تلک اُسے ہو جائے حفظ علمِ رجال
مگر کھے نہ ریاضت کا نفس کی وہ خیال — ہویٰ و حرص سے اپنی کبھی کرے نہ جدال
تمام عمر کو وہ رائیگاں گنوائے گا
کہ محکم و متشابہ نہ جان پائے گا

(۲۶) ہے علمِ دین کی از بسکہ پُر خطر وادی — مگر ہمارے تو آلِ رسولؐ ہیں ہادی
انہوں نے بات ہمیں صاف صاف بتلادی — کہ ہے ہر ایک کا شیطاں عدوئے مرصادی
ہویٰ پہ پائی نہ جس نے ظفر وہ میت ہے
نہیں خدا کی وہ شیطان کی رعیت ہے

(۲۷) کسی نے ہادیٔ دینِ خدا سے جب پوچھا — حضور جب ہو زمانے میں غیبتِ کبریٰ
بتلایئے کہ کریں اتباع ہم کس کا — بنو تم ایسے کے پیرو امامؑ نے یہ کہا
ہوائے نفس پہ اپنی جو غالب آیا ہو
خدا کے حکم جو ہیں وہ بھی جان پایا ہو

(۲۸) حدیثِ ہادیٔ دیںؑ ہے، ہوئے ہیں سب قائل — کرے جو حکمِ خدا کی اطاعت کامل
کہ جو فقیہہ ہو صیانت پہ نفس کی مائل — مخالفت پہ ہویٰ کے سدا رہے عامل
محافظت میں وہ دینِ خدا کی سالم ہو
بنیں عوام مقلد جو ایسا عالم ہو

(۲۹) مگر ہویٰ پہ جو غالب نہ تھے بنے عالِم — بِنا ہویٰ متشابہ پہ دین کی قائم
پڑھا کئے وہ نمازیں بھی اور ہوئے صائم — مگر جگا نہ سکے نفس کو رہے نائم
خدا کے دین کی پھر راہ کیا دکھاتے وہ
جو آپ سوئے تھے اوروں کو کیا جگاتے وہ



(۳۰) یہی سبب ہے پڑا دین میں بڑا فتنہ — کہ علمِ دینِ الٰہی کا بڑھ گیا اتنا
ہر ایک سمجھے گا اتنا ہی کم پڑھے جتنا — بھلا بتاؤ تو آخر کوئی پڑھے کتنا
پڑھے ہی جائے کتابوں کو عمر آخر ہو
تو ایک علم میں امکان ہے کہ ماہر ہو

(۳۱) کہو تو کس نے بتائے تھے مسئلے اتنے — کہ ہیں مسائلِ ظاہر کے ڈھیر یاں جتنے
بتائے ہیں جو آئمہ نے ہیں ہی وہ کتنے — پھنی ہے بال کی جو کھال پڑ گئے فتنے
بس اپنی جیب کو آباد کر کے چھوڑا ہے
خدا کے دین کو برباد کر کے چھوڑا ہے

(۳۲) یہ فلسفہ کہو کس نے بھلا سکھایا ہے — کہ علمِ دین ہے منطق، یہ کب بتایا ہے
یہ کس نے علمِ معانی بیاں بنایا ہے — ذرا بتائیں تو یہ سب کہاں سے آیا ہے
قیاسیات کتب میں تمام بھر ڈالے
نبیؐ کی آیاتِ منسوب پھر وہ کر ڈالے

(۳۳) علوم دہر میں جتنے ہیں آجکل کسبی — پڑھی تھیں حضرتِ سلمانؓ نے کے سطر انکی
جناب بوذرؓ و عمارؓ پیروانِ نبیؐ — تمام جتنے بھی گذرے ہیں عاشقانِ علیؑ
خدا کی راہ میں وہ روز و شب جو بڑھتے تھے
بتائیں کون سا ان میں سے علم پڑھتے تھے؟

(۳۴) حبیبؑ ابنِ مظاہر کہ وہبؑ و جونؑ و ہلالؑ — زہیر قینؑ و بریرؑ و نعیمؑ اہلِ کمال
محب حسینؑ کے سارے کیا جنہوں نے قتال — پڑھے تھے کتنی کتابیں ذرا تو کیجے خیال
جو ان سبھوں نے پڑھا اس کو پڑھ کے دیکھ نہ لیں
خدا کی راہ میں کچھ ہم بھی بڑھ کے دیکھ نہ لیں

(۳۵)
طلب تھی اُن کے دلوں میں خدا کی رحمت کی
انھیں جو فکر تھی دن رات رب کی سنّت کی
تو پڑھتے رہتے تھے ہر دم کتاب فطرت کی
تو اُن کی ہوتی تھی ہر ایک بات حکمت کی

قدم بڑھائے رہِ معرفت پہ جاتے تھے
تو چند سال میں باطن کا نور پاتے تھے

(۳۶)
حسینؑ کی بھی یہ مرضی ہے نفس کو جانو
خدا کا دین یہی ہے کہ اِس کو پہچانو
اِسی میں علمِ حقیقی ہے اِس کو سچ مانو
اِسی میں پاؤ گے سب کچھ ہمیں کے انسانو

جو جان پاؤ گے اپنے کو سب کو جانو گے
"انا" کو جان لیا پھر تو رب کو جانو گے

(۳۷)
سُنیں یہ فطرتِ حق کا اصول ہے کامل
کسی کا خوف سے یا شوق سے جو لرزے دِل
کہ وجلِ قلب سے ہوتا ہے علمِ دیں حاصل
تو چند سال میں پائے گا علم ہر جاہل

لرزنا قلب کا ایمان کی علامت ہے
اِسی اصول پہ قرآن کی شہادت ہے

(۳۸)
حصولِ وجل کی خاطر نماز بتلائی
کہ اس نے تیروں کی بارش میں پڑھ کے دکھلائی
اِسی لئے تو وہ مولا کو اس قدر بھائی
بوقتِ ذبح بھی ہم کو نماز سکھلائی

ہمیں نماز کا یہ مرتبہ دکھایا ہے
کہ اُس نے سجدۂ خالق میں سر کٹایا ہے

(۳۹)
نماز کے لئے تعلیم اہلِ بیتؑ ہے جو
کہ چند ماہ میں ہی وجلِ قلب پیدا ہو
تو اُس طریقہ سے کچھ روز پڑھ کے دیکھو تو
کرو جو اُس کی حفاظت تو نورِ باطن لو

یہ چند سال میں اس کا ثواب ہوتا ہے
کشودِ علمِ حقیقی کا باب ہوتا ہے



(۴۰)
نبیؐ کی آلؑ کی خدمت میں جو بھی آتا تھا
نماز پڑھتے کئی بار دیکھ پاتا تھا
نماز تھوڑے سے وقفے میں سیکھ جاتا تھا
پھر ایک مرتبہ خود پڑھ کے وہ دکھاتا تھا

ریاضِ نفس میں اس سے یہ پھول کھِلتا تھا
کہ چند سال میں ہی نورِ قلب مِلتا تھا

(۴۱)
مگر نماز کی ہم نے یہ گت بنا ڈالی
خدا کے دیں سے جدا دین بن گیا جعلی
کہ بے شمار مسائل بنا لئے خیالی
کسی کو ملتی نہیں اِس سے منزلت عالی

پچاس سال نمازوں کا درد سہتے ہیں
مگر جہاں سے چلے تھے وہیں یہ رہتے ہیں

(۴۲)
جو سونگھنا کوئی چاہے بہشت کی خوشبو
کرے جو مشق اِسی کی اُس کی ڈالے خو
تو چاہیئے کہ توجہ کو وہ کرے یکسو
عروسِ علم کے دیکھے گا عارض و گیسو

خلوِ معدہ کی اس کے لئے ضرورت ہے
وہ کر کے دیکھ لے فاقے جسے یہ ہمت ہے

(۴۳)
حصولِ علم کو قطع ہوئی بہت ہے مفید
تو چند سال میں حاصل ہو اُس کو نور کی دید
ہوائے نفس کی جو ہر گھڑی کرے تردید
ملے حبیب تو اس وقت ہو حقیقی عید

اسی کے واسطے روزے ہمیں سکھائے تھے
طریقِ قطع ہوئی کھول کر دکھائے تھے

(۴۴)
مگر یہ کام ہیں انساں کے واسطے بھاری
رہے جو نفس پہ کیفیتِ الم طاری
اک امر اور ہے گر درد دِل میں ہو جاری
تو چند سال میں گھٹ جائیں غفلتیں ساری

یقیں ہے نفس میں احساسِ غیب بڑھنے لگے
یہ لازمی ہے کہ فطری کتاب پڑھنے لگے

(۴۵) ہماری فکر بہت تھی حسینؑ بےکس کو — وہ چاہتا تھا ہمیں علمِ دین حاصل ہو
تمام رنج و مصیبت سہے ہیں اُس نے جو — یہ کیسا درد کا ساماں بنا ہے دیکھو تو
جو اُس کی یاد کریں دَرد دِل میں بھر جائے
اُڑے ہوئی کی ہوا اور خیالِ شر جائے

(۴۶) تمام چونکہ ہے مجمل کلامِ ربِّ جلیل — تو اُس کی کر کے دکھائی حسینؑ نے تفصیل
لکھی ہر اک متشابہ کی خون سے تاویل — حسینؑ ہی نے سکھائی علوم کی تحصیل
ہر ایک علم کی تعلیم باعمل دے دی
کہ آج تک کے لئے طالبوں کو کل دے دی

(۴۷) حسینؑ کُل کے معلّم، علیم، عالی جاہ — جہانِ علم میں ہر جُزو و کُل کے شاہنشاہ
علیؑ کی آنکھوں کے تارے رسولِؐ حق کے ماہ — صغیر طفل بھی کٹوائے تیغِ ظلم سے آہ
چمن کے اپنے جو غنچے قطع کرائے ہیں
ریاضِ علم میں تو نے یہ گُل کھلائے ہیں

(۴۸) مِرے حسینؑ غریب الدّیار بےچارے — علیؑ کے لال خدا اور رسولؐ کے پیارے
نبیؐ کی دخترِ مظلوم کے جگر پارے — مِرے اُمام مصیبت کے درد کے مارے
کبھی کسی نے بھی نہ تھے ظلم ایسے سہہ ڈالے
ہمارے واسطے یہ درد کیسے سہہ ڈالے

(۴۹) کرا کے قطع سبھی اے جہانِ علم کے شاہ — تمام اپنے اعزّا تمام اپنی سپاہ
نہا کے خوں میں جو سوئے زمیں پہ مہر و ماہ — برائے خلق بنا دی حصولِ علم کی راہ
بچھا کے خاک پہ لاش اپنی روندوائی ہے
یہ شاہراہ درِ علم تک بنائی ہے



(۵۰) پڑھانے والے ہمارے مرے غریب حسینؑ — سماءِ علم کے تارے مرے غریب حسینؑ
شکستہ دل کے سہارے مرے غریب حسینؑ — یہ کیسے دُکھ سہے پیارے مرے غریب حسینؑ
ہمارے دل سے خیالِ طرب ہٹا ڈالا
ہمارے واسطے سجدے میں سر کٹا ڈالا

(۵۱) مرے امام خدا کے رسولؐ کے بیٹے — ہمیں پڑھانے کو سامان کر گیا کیسے
حصولِ علمِ حقیقی اگر کوئی چاہے — تو وہ حبیبؑ کی خوں سے بھری کتاب پڑھے
غلام گر کوئی چاہے تو جَونؑ کو پڑھ لے
جو نوجواں ہو، محمدؑ کو عونؑ کو پڑھ لے

(۵۲) اگر جوان کوئی نوعروس ہو لایا — تو اُس کو چاہیئے پڑھ لے وہ وہبؑ کا قصّہ
جواں ہو کوئی جو حُسن و جمال میں یکتا — تو اُس کے پڑھنے کو کافی ہے ذکر اکبرؑ کا
یہ خون سارے اعزّا کے جو بہائے ہیں
ہمیں پڑھانے کو صحفِ الم بنائے ہیں

(۵۳) کوئی جوان وجیہہ اور خوبصورت ہو — جری ہو جنگ کے فن میں اُسے مہارت ہو
تو رکھ دو سامنے مقتل کی اِس عبارت کو — پڑھے گا غور سے عباسؑ کی شہادت کو
جو اُمنڈیں اشک تو دل کا غبار دھل جائے
اور اُس کے سامنے فطری کتاب کھل جائے

(۵۴) حسینؑ! اے دل و جانِ محمدؐ عربی — تجھے تھی فکر جو عورات کے پڑھانے کی
تو اپنی بہنوں کے سر کی رِدا بھی لٹوا دی — کتاب عصمت و غیرت کی اُن کو پڑھوا دی
کہ طالبات طہارت کے باب کو پڑھ لیں
نساءِ دہر بھی حق کی کتاب کو پڑھ لیں

۵۵ ہر اک کی کر دی تھی امت میں اس کو رکھوالی تو لڑکیوں کے لیے بھی کتاب لکھ ڈالی
حسینؑ امامِ غریباں کی گود کی پالی جو چار سال کی تھی آہ ننھی سی بالی
فسانہ درد کا کانوں کے خون سے لکھا
ضمیمہ ننھے سے گالوں کے خون سے لکھا

۵۶ کسی فضا میں کہیں ہو جو علم کا چرچا تو ہوگا شوق ہر اک نوجوان کو پیدا
پڑھے تمام کتابیں رواج ہو جن کا کتاب کتنی بھی عمدہ ہو کیسی ہی اعلیٰ
صغیرِ سن کی سمجھ میں کہاں وہ آتی ہے
ہر ایک ننھے بچے کو چھوٹی کتاب بھاتی ہے

۵۷ کتاب چھوٹی سی بچہ جو دیکھ پاتا ہے تو اُس کے لینے کو بے چین ہو ہی جاتا ہے
کہ اِس شوق سے سینے سے پھر لگاتا ہے اُسے سمجھتا بھی ہے گر کوئی پڑھاتا ہے
غرض کہ چھوٹی کتابوں سے اُن کو رغبت ہے
فضائے دہر میں اطفال کی یہ فطرت ہے

۵۸ حسینؑ کے جو خیالات تھے بہت عالی وہ جانتا تھا ہر اک سن کی حالت خیالی
یہ چاہ تھی نہ رہیں طفل علم سے خالی تو ایک ننھی سی غم کی کتاب لکھ ڈالی
فسانہ چھوٹا سا خونِ صغیر سے لکھا
گلوئے خشک پہ ظالم کے تیر سے لکھا

۵۹ زبانِ خشک کا بھی اس میں ذکر آتا ہے صغیر ننھی سی سوکھی زباں دکھاتا ہے
مگر وہ پیاس میں گردن پہ تیر کھاتا ہے ہر ایک ننھے بچے کو دیکھو یہ ذکر بھاتا ہے
عجب فسانہ ہے جب اس کا ذکر ہوتا ہے
تو تین سال کا بچہ بھی اس پہ روتا ہے



۶۰ جہانِ علم کے شاہنشہوں کے سر کے تاج ہمیں پڑھانے میں تیرا چمن ہوا تاراج
تری صدا کو یہ ممکن تھا سن نہ سکتے آج تو نوکِ نیزہ پہ پائی ہے اس لیے معراج
کہ تیرے وعظ کو بد ہو کہ نیک سن پائے
صدا بلند ہو تا کہ ہر ایک سن پائے

۶۱ حسینؑ کام ترا وعظ ہی رہا ہے سدا کبھی رسولؐ کے کاندھے پہ چڑھ کے وعظ کیا
نبیؐ کی پشت پہ سجدے میں گاہ جا کے چڑھا حسینؑ آج تو لیکن بڑا کمال کیا
فساد و شرک کی راہوں کو بند کر ڈالا
کہ نوکِ نیزہ پہ بھی وعظ و پند کر ڈالا

۶۲ تمہارے جد نے مواعظ میں کھائے ہیں پتھر ہمیں پڑھانے میں تجھ کو بھی بھائے ہیں پتھر
ستم ہے اشقیا جھولی میں لائے ہیں پتھر سرِ بُریدہ پہ تیرے لگائے ہیں پتھر
جبینِ ابنِ رسولِؐ کریم شق ہوئے
الم سے کیسے نہ قلبِ ادیم شق ہوئے

---

# ٦

۱

حسینؑ علم کے انوار کا نشاں تُو ہے — خدا کے علم کا سر سبز گلستاں تُو ہے
فضائے کون میں اک علم کا جہاں تُو ہے — غلط نہیں کہ مکاں بہرِ لامکاں تُو ہے
تجھے جو علم کا مخزن کہوں تو بے جا ہے
جو عرشِ علمِ الٰہی کہوں تو زیبا ہے

۲

خدا کی بات چھپی تجھ سے آشکار ہوئی — تجھی سے عالمِ امکاں میں بہار ہوئی
تجھی سے خلق بھی خالق سے ہمکنار ہوئی — یہ لا الٰہ کی تجھ سے ہی تو پکار ہوئی
خدا محب سے قریں دشمنوں سے دور ہوا
حسینؑ تیرے کرم کا یہ سب ظہور ہوا

۳

کلامِ حق ہے بلا ریب علم کا مخزن — مگر وہ گھر ہے تمہارا تم اُس کے ہو مسکن
تمہارے خون سے سینچا گیا ہے اس کا چمن — تم ہی ہو روحِ رواں گر کتابِ حق ہے بدن
زمیں پہ خوں کی جو اپنے ندی بہائی ہے
کلامِ پاک کی تفسیر کر دکھائی ہے

۴

خدا کی بات کو کیسے کوئی سمجھ پاتا — جو سوچتا تو خدا کی قسم بہک جاتا
نہ ایک حرف سمجھ میں کسی کی کچھ آتا — کہ ایک نقطے میں غوطے ہزار ہا کھاتا
کلامِ حق کو عمل سے بیان کر ڈالا
خدا کے بول کو دنیا میں کر دیا بالا



۵

زباں سے ویسے تو واقف عرب بھی سارے ہیں — مگر سمجھ سکیں اس کو وہ کیا بے چارے ہیں
جناب اس میں کنائے ہیں اور اشارے ہیں — کتابِ حق میں تو سارے ہی استعارے ہیں
یقیں نہ ہو تو ہدایت کے باب کو دیکھو
جو حفظ کی ہے خدا کی کتاب کو دیکھو

۶

خدا یہ کہتا ہے قرآں میں وہ ہے وہ ہی — کہ جس نے تم پہ یہ اپنی کتاب نازل کی
پس اِس میں ہیں متشابہ بھی اور محکم بھی — صریح حکم جو ہیں پیروی کرو اُن کی
مگر جو ہیں متشابہ انہیں نہ سمجھو گے
کیا قیاس تو شیطاں کی راہ چل دو گے

۷

مگر ہے جن کے دلوں میں کجی و گمراہی — نفوس پر تو ہے غفلت قلوب پہ سیاہی
خیالِ خام سے تاویل کرتے ہیں واہی — ہمیشہ وہ متشابہ کے پیچھے ہیں راہی
مگر جو علم میں راسخ ہیں حق ہی مانتے ہیں
ہر اک حقیقتِ امری کو خوب جانتے ہیں

۸

اگر نہ جانتے ہو تم، خدا نے فرمایا — تو اہلِ ذکر سے پوچھو یہ صاف ہے آیا
ہماری آلؑ ہے راسخ نبیؐ نے فرمایا — نبیؐ کی آلؑ نے سب کچھ عمل سے دکھلایا
خدا کے قول کی تفسیر کر دکھائی ہے
ہر اک امام نے وہ عمر بھر دکھائی ہے

۹

معلم اپنے ہوں موجود پھر الم کیوں ہو — بتانے والے معموں کے ہوں تو غم کیوں ہو
بھلا بتاؤ ہمیں فکرِ بیش و کم کیوں ہو — طلب میں علم کی پھر اپنی چشم نم کیوں ہو
ہو بابِ علم بدستِ خدا نہ کھولیں کیوں
خدا سے آنکھ کی نعمت ملی ٹٹولیں کیوں

پھریں وہ مانگتے چھوڑا جنہوں نے دروازہ ⑩ قیاس کرتے پھریں اور لگائیں اندازہ
نہ دیکھیں آنکھ سے بھگتیں اب اس کا خمیازہ ٹٹولیں جا کے اندھیرے میں روشنی تازہ
نہ دیکھنے کی ہو جس میں صفت ہُوَ الاعمیٰ
جو یاں نہ دیکھے تفی الآخرت ہُوَ الاعمیٰ

نبیؐ کا قول تو بھولے سمجھ بھی ہے گم کیا ⑪ سمجھ سکو گے بھلا کیا ہے اس میں ھُو ھَم کیا
بغیر پردے کے ہو ساز میں ترنم کیا ملے جو آب تو جائز ہے پھر تیمم کیا؟
بغیر زینے کے بالائے بام چڑھ تو لے
کوئی بغیر معلم کتاب پڑھ تو لے

خدا کا قول ہے یہ کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ ⑫ کہیں اسی کو ہے تبیان کُلِّ شَیْءٍ کہا
کہو طہارتِ ظاہر میں صرف شے ہے کیا کہ صرف فقہ ہی ہے کُلَّ شَیْءٍ مَا خَلَقَا
سوائے فقہ کے دنیا میں اور شے ہی نہیں؟
بجز مسائلِ ظاہر کچھ اور ہے ہی نہیں؟

بتا گئے تھے ہمیں جیسے صاحبِ معراج ⑬ کہ اہلِ علم کے ہیں اہل بیتؑ سر کے تاج
جو اُن سے لیتے علومِ کتابِ حق تو آج ہر ایک علم میں یورپ کے ہوتے کیوں محتاج
ہمیں سے اہلِ زمیں بھیک مانگتے ہوتے
ضیاء پئے رہِ تاریک مانگتے ہوتے

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں حَسْبُنَا جو کہتے ہیں ⑭ کہانیاں ہیں یہ اِس وہم میں ہی رہتے ہیں
قیاس کے ہی سمندر میں روز بہتے ہیں بڑا جناب تفکر کا درد سہتے ہیں
مگر دکھائیں تو اس سے انہوں نے کیا پایا
نبیؐ کی آلؑ کو چھوڑا کہاں خدا پایا



بغیر آلؑ کتابِ خدا کو پڑھ نہ لیا ⑮ نبیؐ قصص کا گھڑا، حق کا کوئی گھڑ نہ لیا
رہِ خدا ہیں کوئی ان بغیر بڑھ نہ لیا بلا علیؑ کے بلندی پہ کوئی چڑھ نہ لیا
وہ مئے نہ پی کہ پیمبرؐ نے جو پلائی ہے
لگی ہے ایسی یہ ٹھوکر کہ منہ کی کھائی ہے

رسولِ حقؐ نے کہا چھوڑتا ہوں میں ثقلین ⑯ کتاب و آلؑ، یہ حبلِ خدا ہیں فی الدارین
علیؑ و فاطمہؑ زہرا مرے حسنؑ و حسینؑ خدا کے پیارے یہی ہیں یہی مرے دل کے چین
یہ ساتھ اُس کے، کتاب ان کے ساتھ رہتی ہے
انہی سے پوچھیو جو شک میں بات رہتی ہے

ہوا تمسکِ ثقلین کا مگر یہ جہال ⑰ کسی نے بھی نہ رکھا قولِ مصطفےٰؐ کا خیال
کہیں کسی کو ہُوا ہو ذرا جو اس کا ملال امامؑ اپنے تو ہوں نورِ علم، ہم جہال
غضب ہے ہم نے علومِ کمال کو چھوڑا
خدا، رسولؐ، کتاب اور آلؑ کو چھوڑا

کتاب کو تو کہا ہم سمجھ نہیں سکتے ⑱ یہ آشکار ہے اس کو تو آپ چھوڑ چکے
اب ایک ثقل جو باقی ہے اہلِ بیتؑ رہے کہاں ہے اُن میں سے ظاہر کوئی بتا تو دے
کہیں گے لوگ روایات اُن سے آئی ہیں
وہ راویوں نے ہمیں سینکڑوں سنائی ہیں

کوئی بتائے تو راوی تمام تھے معصوم؟ ⑲ خطا سے پاک تھے سب نفس کے نہ تھے محکوم:
حضور آپ کو مجھے یہ ہو گیا معلوم صحیح معنوں میں تھے وہ امامؑ کے ماموم
یہ قول جو بھی سُنا ہے امام ہی کا ہے؟
حضور والا! یہ غیرت کی، شرم کی جا ہے

۲۰ حدیث تھی کہ یہ دونوں کبھی جدا ہی نہ ہوں — جدا جدا بھی کرو تو علیحدہ بھی نہ ہوں
خدا جو ہو گئے پھر باعثِ ہدیٰ ہی نہ ہوں — یہ یا خدا جو نہ ہوں پھر تو نا خدا بھی نہ ہوں

ہیں اہلِ بیتؑ کتابِ خدا کے سینے میں
کتابِ ربِّ ہدیٰ آلؑ کے سفینے میں

۲۱ نہیں گے لوگ عجب مخمصے میں ہے ڈالا — بڑے معمّے سے ہے آج پڑ گیا پالا
نہیں ہے عقدۂ مشکل یہ حضرتِ والا — کرے جو غور ذرا اُس کا بول ہو بالا

حدیثِ آلؑ تو حق کے مقال سے سمجھو
کلامِ حق کو احادیثِ آلؑ سے سمجھو

۲۲ مگر یہ حکم تو ہے محکمات تک محدود — کتاب میں متشابہ بھی ہیں بہت موجود
تمام جتنے ہیں اُمر و نہی وہ ہیں معدود — تو پھر رہا متشابہ کلامِ ربِّ وُدود

سمجھ لیا کہ روایات سے سمجھ لیں گے
قصص تمام حکایات سے سمجھ لیں گے

۲۳ اِسی خیال سے ہم راہ سے ہوئے بے راہ — نہ سمجھے قولِ خدا اور رسولؐ کو ہم آہ
امام ضامنِ ثامنؑ جو ہیں رضائے اللہ — یہ کہتے ہیں متشابہ کی پیروی ہے گناہ

وہ کہتے ہیں متشابہ بہت حدیث میں ہیں
نبیؐ و آلِ نبیؐ بھی خدا کی ریس میں ہیں

۲۴ بتائیے کہ متشابہ کو کیسے جانیں اب — رسولؐ و آلِ نبیؐ کہتے آئے ہیں یہ سب
کلامِ حق کے سمجھنے کی ہو جسے بھی طلب — خدا کے قول کا مطلوب ہو اگر مطلب

وہ محکمات کی تو پیروی کرے پہلے
کہ قبل موت کے تھوڑا بہت مرے پہلے



۲۵ ہے محکمات میں پہلے تو انقطاع ہوئی — اسی کے واسطے ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
پھر اس کے بعد تفکر کا حکم ہے آیا — خدا کا ذکر بکثرت جو صاف ہے آیا

عمل جب اِس پہ کریں تب سمجھ سکیں گے کچھ
وگرنہ لاکھ پڑھیں کب سمجھ سکیں گے کچھ

۲۶ اسی سے آیتِ حق کا نشان ملتا ہے — بیانِ نفس سے حق کا بیان ملتا ہے
کبھی جو راز کا فطرت کے گیان ملتا ہے — اسی سے تو متشابہ بھی جان ملتا ہے

کتابِ حق سے اگر چاہتے ہیں کچھ گُن لیں
تو جو سناتا ہوں یہ چند مسئلے سُن لیں

۲۷ یہ سب ہیں ایسے مسائل جنہیں سُنا ہی نہیں — سوائے چند نفر اور کو پتہ ہی نہیں
جناب ان سے کوئی گوش آشنا ہی نہیں — سُنے تو کیسے کہ جب کوئی چاہتا ہی نہیں

اگر طلب ہو تو لے حسینؑ کا صدقہ
جنابِ فاطمہؑ کے نورِ عین کا صدقہ

۲۸ یہ ان کا صدقہ ہے جو سیدہؑ کا پیارا ہے — سبیل اس کی ہے پیاسا ہی جس کو مارا ہے
قفا سے جس کے سرِ پاک کو اُتارا ہے — گناہگاروں کی بخشش کا جو سہارا ہے

جو ہے ذبیحِ رہِ رب اُسی کا صدقہ ہے
طفیل اُس کا ہے یہ سب اُسی کا صدقہ ہے

۲۹ پڑھیں بغور یہ کہتا ہے کیا کلام اللہ — جسے بھی چاہے اُسے کرتا ہے خدا گمراہ
جسے وہ چاہے دکھاتا ہے اُس کو سیدھی راہ — عقیدے اِس سے بہت سوں کے ہو گئے ہیں تباہ

جنہوں نے قدس کا اُس کے نہ اعتبار کیا
انھوں نے جبر عقائد میں اختیار کیا

۳۰
یگانے کہتے ہیں توفیق اس کا مطلب ہے
عطا ہو، سلب ہو توفیق، مرضیِ رب ہے
مگر ہے اس کی رضا کیوں سوال یہ اب ہے
جناب اس کو سمجھتا بھلا کوئی کب ہے
کریں سکوت، خدا سے نہیں وہ ڈرتے ہیں
جو آیۂ متشابہ پہ بحث کرتے ہیں

۳۱
یہ "چاہ" بعض نے فرمادیا خدا کی نہیں
رضا یہ عبد کی ہے یہ رضا خدا کی نہیں
ضمیر ھُو کی پتہ چل گیا خدا کی نہیں
یہ "شاء" جس کا بیاں ہے کیا خدا کی نہیں
خدا تو یھدی الیہ من ینیب کہتا ہے
نبی حبیبؐ خدا سے مجیب کہتا ہے

۳۲
مگر کتاب میں ہے ایک یہ بھی قولِ اللہ
وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہ
نکالیں اس میں بھی تاویل کی نئی کوئی راہ
سدا سبھی متشابہ سے ہوتے ہیں گمراہ
جو راستہ ہے سمجھنے کا اُس کو چھوڑا ہے
نبیؐ کی آلؑ سے اس طرح منہ کو موڑا ہے

۳۳
فلاسفہ کی سُنیں ہیں بہت سی تقریریں
نظر سے گزری ہیں اس پر بہت سی تحریریں
مفسرین نے لکھی ہیں اِن کی تفسیریں
مگر قلوب کو ملتی نہیں ہیں تنویریں
جہاں بھی دیکھو شگوفہ عجیب کھلتا ہے
ارے کہیں متشابہ سے دین ملتا ہے ؟

۳۴
نبیؐ کا قول ہے محکم تفکروا فی الخلق
نہ بند کرتے دَرِ معرفت سے ہم جو حلق
تو بہرِ علم لئے پھرتے کیوں یہ خالی دلق
حجابِ جہلِ مرکب نہ کیسے ہوتے خلق
نبیؐ کا حکم یہ ہے، حکمِ کبریا یہ ہے
کہ نفس و خلق میں سوچو رہِ رضا یہ ہے



۳۵
جو نفس و خلق میں کچھ غور کر لیا ہوتا
رہِ خدا میں قدم کوئی دھر لیا ہوتا
جواہرات سے دامن کو بھر لیا ہوتا
ہویٰ کا جوش چڑھا کچھ اُتر لیا ہوتا
تو پیروِ متشابہ کبھی نہ رہتے ہم
غریقِ حرص و ہویٰ یوں کبھی نہ رہتے ہم

۳۶
یہ لازمی ہوا اب تو کریں یہ ہم بھی غور
کہ کس اصول پہ چلتا ہے عالمین کا دور
جہان میں عملِ فطرتی کے کیا ہیں طور
تمام ہے یہ عدالت، نہیں ہے ظلم و جور
ملی سزا وہیں اتنا بھی گر قصور ہوا
خزانہ مل گیا فطرت پہ گر عبور ہوا

۳۷
سحاب و بارش و ژالہ تگ و ہوا شبنم
یہ رعد و برق موثر ہوں جس کا بس و دم
یہ بحر و نہرِ رواں آبشار موجۂ یم
نمو دا پنے نفس ہیں حظ و سرور صدمہ و غم
ہر ایک امر کا کیسے ظہور ہوتا ہے
یہ کیوں سُرور و الم کا وفور ہوتا ہے

۳۸
جناب فکر جو اصلِ اصول پر کر لیں
تو دامنوں کو دُرِ شاہوار سے بھر لیں
دماغ پائیں جو روشن تو دِل منور لیں
کہیں گے لوگ یہ ہم کس لئے بلا سر لیں
مگر جناب بغیر اِس کے کچھ نہ جانیں گے
ہزار کوئی بتائے کبھی نہ مانیں گے

۳۹
اصول ہیں طبعی جن سے ہوں یہ سارے کام
زمیں کا دور، شب و روز اور صبح و شام
عمل یہ رشتۂ فطرت میں منسلک ہیں تمام
ہر اک پہ فاطرِ فطرت کا آئے گا پر نام
اصول جس نے بنائے تمام اُس کے ہیں
کسی اصول سے ہوں سارے کام اُس کے ہیں

(۴۰)
اسی طرح سے ہدایت ہو یا کہ گمراہی — وہی ہوا ہے جو فطرت نے بات ہے چاہی
کرے گا نہیں فضا کی کوئی ہوا خواہی — اصول ہے رہے ویسی ہی راہ پر راہی

غرض کہ ہوتا ہے سب کچھ اصولِ فطرت سے
کہا یہ جائے گا ہے سب خدا کی قدرت سے

(۴۱)
کسی خیال میں جب محو ہو گیا کوئی — فساد کا ہو کوئی کام خواہ بد گوئی
کیا کرے کوئی کتنی ہی اُس کی دلجوئی — سمجھ نہ آئے گی قسمت رہے سدا سوئی

نہ سُن سکے نہ وہ دیکھے نہ دل سے سمجھے گا
نہ وعظ و پند وہ ہرگز کسی کے سمجھے گا

(۴۲)
اسی کو "ختم" کہا ہے یہ رازِ قدرت ہے — یہ چشم و گوش کی دل کی سبھی کی فطرت ہے
ملی بشر کو اسی واسطے یہ مہلت ہے — کہ مُہر ٹوٹ سکے یہ خدا کی رحمت ہے

لگے اگر کوئی ٹھوکر تو ہوش آئے گا
جو راہ دل میں ہو پیدا تو راہ پائے گا

(۴۳)
بس اب تو صاف ہوا سب اصولِ فطرت ہیں — غرض کہ سارے کے سارے رموزِ قدرت ہیں
سبب ہدیٰ کا بھی اور باعثِ ضلالت ہیں — یہی تو عینِ معبود کی مشیت ہیں

مگر یہ فاطرِ فطرت کا نام پاتے ہیں
یہ سارے کام خدا کے عمل کہلاتے ہیں

(۴۴)
جو چاہے دیکھے یہ قولِ رسولؐ داور ہیں — کہ یہ نمونہ ہیں سارے رب کے ہزار ہا در ہیں
ہر ایک ذرّے کے بھی عالم عدد سے باہر ہیں — یہ عالمین ہیں جو مِلکِ ربِّ اکبر ہیں

غرض کہ سارے ہیں عالم شمار سے باہر
ہر ایک بھی نہیں حق کے جوار سے باہر



(۴۵)
ہر اک جہان میں سورج ہیں اور ستارے ہیں — وہاں بھی ایسے ہی جگنو کہ چاند تارے ہیں
ہیں بستیاں جو ستارے فلک پہ سارے ہیں — یہ کہہ رہے ہیں وہ جو پیشوا ہمارے ہیں

یہاں تو سات زمینوں پہ کر دیا محدود
یہی ہے ساری خدائی وہ جس کا ہے معبود

(۴۶)
عدد یہ سات کا جو ہے کتاب میں آیا — سماء کو اور زمینوں کو سات بتلایا
محاورہ ہے زباں کا یہ ایک دکھلایا — جو ہے شمار سے باہر وہ سات کہلایا

نہ صرف ہے یہی لیکن ہیں اور راز بہت
کہ کائنات میں ہیں کارِ کارساز بہت

(۴۷)
عجائبات تمام خدا میں ہیں واللہ — ہمارے ذہن میں پر قصہ گو رہا اللہ
خدا کی شان کی توہین یہ معاذ اللہ — سنا رہا ہوں وہ فطرت کے راز حق ہے گواہ

کرے جو غور تو پائے گا اجر کوشش کا
ملے ثبوت بقرآں زمیں کی گردش کا

(۴۸)
خدا یہ کہتا ہے و ترا الجبال تحسبھا — گماں کرے گا جبل کو ہر اک مقیم سدا
مگر وہ چلتا ہے گویا ہوا میں بادل سا — نظر کرو یہ ہے کیسی عجیب صنعِ خدا

نظر رموز پہ ہو کب خیال رکھتے ہیں
کسوٹیوں پہ روایات کی پرکھتے ہیں

(۴۹)
قصص ہیں جو متعلق بہ آدم و شیطاں — تمام ہیں متشابہ نہیں صریح بیاں
کیا ہے سب نے مگر محکمات ان کو عیاں — اسی سے بن گیا قصے کہانیاں قرآں

نکالا حق نے تو شیطاں کو خلد سے باہر
وہ بیٹھ سانپ کے منہ میں چلا گیا اندر

۵۰
اِسی طرح سے جہاں بھی شہاب کا ہے بیاں ۔۔۔ روائتیں ہیں کہ جاتا تھا عرش پر شیطاں
ملائکہ کو جو احکام ملتے تھے پنہاں ۔۔۔ ہر ایک حکم کو سنتا تھا یہ لعین وہاں
خدا کا جانیئے شیطاں سے ناک میں دم تھا
جناب اپنے خدا کا عجیب عالم تھا

۵۱
وہ جاتا رہتا ہے اب آسمانِ اوّل پر ۔۔۔ وہاں ملائکہ کرتے ہیں بات چیت اکثر
اُچک کے بھاگتا ہے واں سے یہ بنائے شر ۔۔۔ تو مارتے ہیں ستارہ وہ ہاتھ میں لے کر
عجیب قصّے کہانی سُنائے جاتے ہیں
یہی تو آلؑ کا مذہب بتائے جاتے ہیں

۵۲
جو ذکر وحی کا دیکھو تو وہ سبحان اللہ ۔۔۔ اِنہی کہانیوں میں ساری قوم ہے گمراہ
تباہ ہو گیا دینِ خدا معاذ اللہ ۔۔۔ خدا کے واسطے بولو یہی ہے آلؑ کی راہ
تمام قصّے کہانی بڑے کمال کے ہیں
کہا یہ جاتا ہے سارے یہ قول آلؑ کے ہیں

۵۳
بیان ہوتا ہے اس طرح وحی کا مذکور ۔۔۔ فلک ہے آٹھواں کہلاتا عرشِ ربِّ غفور
وہاں پڑا ہے حجاب اک ملائکہ سے دور ۔۔۔ بجز میکائیلؑ نہ کوئی گیا ہے اُس کے حضور
وہیں سے اُن کو صدا اک عجیب آتی ہے
ہے لوح ماتھے پہ اس پر لکھی وہ جاتی ہے

۵۴
وہاں سے آکے وہ جبرئیلؑ کو ہیں دکھلاتے ۔۔۔ امینؑ نقش کو تختی کے پڑھ کے ہیں جاتے
قریں رسولؐ کے لے کر زمیں پہ ہیں لاتے ۔۔۔ نبیؐ ہیں قلب پہ اس وحی کو اُترواتے
پسینہ آتا ہے ہوش و حواس جاتے ہیں
نبیؐ کے عضوِ بدن سارے تھرتھراتے ہیں



۵۵
اسی طرح متشابہ ہے آیۂ معراج ۔۔۔ بلند شب میں ہوا کائنات کا سرتاج
حقیقت اِس کی سمجھنے سے ہیں بشر محتاج ۔۔۔ غلط ہے "چاہ" سمجھ جائیں سب کہ سب ہی آج
سمجھتے ہیں وہی جو دل کا چین کھوتے ہیں
یہاں تو قصّے کہانی بیان ہوتے ہیں

۵۶
بیان ہوتا ہے قصّوں میں یہ عروج کی رات ۔۔۔ پرے ہیں سیرِ فلک کو رسولِ نیک صفات
تو سب بیان سے ثابت ہیں آسماں کُل سات ۔۔۔ یہی ہے ربِّ علیٰ کی تمام کائنات؟
کہانیوں سے کتابوں کو آہ بھر ڈالا
خدا کا دینِ مقدس تباہ کر ڈالا

۵۷
بیان کرتے ہیں یوں راویانِ صدق و صفا ۔۔۔ کہ راستے میں رسولِ خداؐ کو آئی صدا
ہوا یہ خوف کہ اُس سے نبیؐ کا دل دھڑکا ۔۔۔ کہا امینؑ نے ستّر برس کا ہے عرصہ
کہ ایک سنگ جہنم میں میں نے ڈالا تھا
صدا یہ اُس کی ہے اب تہہ میں جا کے ہے بیٹھا

۵۸
گئے جو بیتِ مقدس میں اُن کو لے کے امینؑ ۔۔۔ تھے مجتمع وہاں سب انبیاءِ با تمکین
برونِ بیت جہاں سب سواریاں تھیں بندھیں ۔۔۔ براق باندھ کے چھوڑا رسولؐ نے بھی وہیں
جناب روح بھی گھوڑوں پہ چڑھ کے آتی ہے؟
براق جیسی سواری بھی باندھی جاتی ہے؟

۵۹
فلک پہ پہلے جو پہنچے رسولؐ ربِّ علیٰ ۔۔۔ تو اِک بہت بڑی مخلوق کو وہاں دیکھا
کمال اُس سے پریشاں ہوئے رسولِ خداؐ ۔۔۔ یہ ہے داروغۂ دوزخ امینؑ نے یہ کہا
درست ہے جو ڈریں جبرئیلؑ کہتے ہیں
کہ ہم تمام پریشان اس سے رہتے ہیں

نبیؐ نے سیرِ جہنم کی جب کہ خواہش کی ۶۰ تو پہلے مالکِ دوزخ نے آڑ سرکائی
کھلا جو در تو جہنم سے آگ جوں نکلی بھڑک بھڑک کے وہ سارے سما میں پھیل گئی
گماں نبیؐ کو ہوا ایسے ہی رہے گی یہ
اور اپنے شعلوں میں مجھ کو لپیٹ لے گی یہ

غضب خدا کا ! یہی ہے رسولؐ کا ایماں ؛ ۶۱ اسی کو مذہبِ حقہ کیا ہوا ہے گماں ؛
یہی سبب ہے کہ شیعوں میں بھی نہیں ایماں اسی سے دیکھتی ہے قوم دہریت کا نشاں
یہ اہلِ بیتؑ کی تعلیم ہے ؟ دہائی ہے !
حسینؑ دین کے تیرے یہ گت بنائی ہے !

بیاں کیا ہے یہ رومیؔ نے گر کوئی مانے ۶۲ یہ اصلِ دیں ہے کہ شانِ علیؑ کو پہچانے
جسے ہوں یاد خلافت کے صرف افسانے تو پھر بتاؤ وہ دینِ علیؑ کو کیا جانے
یہاں تو بحثِ خلافت ہی لے کے بیٹھ رہے
علیؑ کے دیں کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئے

غرض کہ علم نہ قرآں کا ہو سکے حاصل ۶۳ اگر نہ اُس کے سمجھنے پہ نفس ہو مائل
مگر یہ کام ارادے سے ہے بہت مشکل بتاؤ فکر میں کیسے کوئی لگائے دل
تفکرات میں جی کو بھلا کہاں کل ہو
ملے جو درد تو عقدہ یہ آپ ہی حل ہو

کیا ہے درد کا ساماں حسینؑ نے سارا ۶۴ اسی لئے تو بہ ظلم و ستم گیا مارا
تڑپ ہو قلب میں جس کو حسینؑ ہو پیارا تو شرِ نفس سے بچ جائے کوئی بیچارا
یہ سیلِ خون کو یوں جو عبور کرنا تھا
ہمارے نفس سے غفلت کو دور کرنا تھا



حسینؑ واہ عجب کام کر دکھایا ہے ۶۵ ہمارے واسطے سارا چمن لٹایا ہے
ہمارے واسطے نیزے پہ نیزہ کھایا ہے ہمارے واسطے تو نے یہ دُکھ اٹھایا ہے
نہ ہوگا ایسا بھی محسن تمام گیتی پر
ہمارے واسطے تڑپا کیا ہے ریتی پر

حسینؑ تو نے یہ کیسے ستم اٹھا ڈالے ۶۶ عدو نے ظلم کے منظر عجب دکھا ڈالے
نہ دشمنوں پہ بھی ایسی بلا خدا ڈالے کوئی نہ ظلم کے پھندے میں یوں گلا ڈالے
عطش میں تیغ کا پانی تجھے پلایا ہے
حسینؑ بھوک میں غم آہ تو نے کھایا ہے

ہمارے واسطے خونِ جگر پیا تو نے ۶۷ ہمارے واسطے سجدے میں سر دیا تو نے
نبیؐ کے لال عجب ... یہ کیا تو نے جوان بیٹے کا صدمہ اٹھا لیا تو نے
ہمارے واسطے کیسا یہ دُکھ اٹھایا ہے
کہ شیر خوار کو بھی قتل گہہ میں لایا ہے

عجب طرح کی ہے غفلت نفوس پہ طاری ۶۸ نبیؐ کی جان نے تو ہم پہ جان تک واری
نواسیاں بھی نبیؐ کی ہوں قید بے چاری ہمارے دل پہ نہ درد و الم رہے طاری
ہمارے واسطے بچے بھی پسلیاں کھائیں
یہ ہم وہ ہیں کہ نہ اس پر بھی اشک بہائیں

کھو یہ دل سے ارے بے خبر ! خبر تو لے ۶۹ نبیؐ کا گھر ترِی خاطر لٹا اثر تو لے
نبیؐ کی آلؑ کا صدقہ ملے اگر تو لے وہ درد دیتے ہیں تو اپنی گود بھر تو لے
خبر نہیں تجھے ظلم شدید ہوتا ہے
ترے نبیؐ کا نواسہ شہید ہوتا ہے

(۷۰)
کہو یہ دل سے کہ تجھ کو خبر نہیں زنہار　　ترے امام پہ تیروں کی ہو گئی بوچھار
سنان و تیغ کے چلتے ہیں اُس پہ وار پہ وار　　چلا رہے ہیں تبر اس پہ آہ ظلم شعار
کنارِ نہر ترستا ہے بوند پانی کو
کوئی نہیں کہ بچائے نبیؐ کے جانی کو

(۷۱)
حسینیو! تمہیں کچھ اس کا دھیان آتا ہے　　تمہارے واسطے وہ کیسے دکھ اٹھاتا ہے
اکیلا گھوڑے پہ جس وقت ڈگمگاتا ہے　　مدد کے واسطے اس دم تمہیں بلاتا ہے
کہو یہ دل سے کہ افسوس تو تو سوتا ہے
وہ دیکھ محسنِ عالم شہید ہوتا ہے

(۷۲)
صدا امام کی سن لو بلا رہا ہے تمہیں　　"کوئی ہمارا ہے ناصر؟" سنا رہا ہے تمہیں
اِرم کی راہ وہ محسن دکھا رہا ہے تمہیں　　مگر یہاں غمِ دنیا ستا رہا ہے تمہیں
قریب آ گئے ظالم اُسے ستانے کو
اٹھو حسینیو! چلتے نہیں بچانے کو

(۷۳)
پکار کر کہو عباسؑ ہو کہاں آؤ!　　پکارو، شکلِ نبیؐ اکبرِؑ جواں آؤ!
کہاں ہو عونؑ و محمدؑ تم ہی یہاں آؤ!　　ذرا حسینیو دیکھو تو یہ سماں آؤ!
لہو پسینہ پہ جس کے بہایا کرتے تھے
قدم پہ جس کے تم آنکھیں لگایا کرتے تھے

(۷۴)
ابھی یہ نرغۂ اعدا ہوا ہے آؤ ذرا　　یہ کیسے خاک پہ سوتے ہو جاگ جاؤ ذرا
خدا کے واسطے اس ظلم سے بچاؤ ذرا　　نبیؐ کے لال کی یہ شکل دیکھ جاؤ ذرا
اٹھے ہیں سجدے سے سینہ پہ شمرؔ بیٹھا ہے
گلا نبیؐ کے پسر کا چھری سے کٹتا ہے



(۷۵)
بیاں طویل ہوا ہے ادیمؔ بس خاموش　　غم و الم کا بہت ہو گیا دلوں پہ جوش
کچھ اہلِ درد ہیں پاکیزہ نفس اور حق کوش　　کہیں نہ غش ہو کوئی، کم نہ ہو کسی کے ہوش
دعا یہ کر کہ ہمیں دل کا درد مل جائے
نفوسِ قوم سے حرص و ہوس نکل جائے

---

## ۷

(۱)
حُسینؑ علمِ حقیقی کا اک جہاں تو ہے — ازل کی دعوتِ فطرت کا میہماں تو ہے
حُسینؑ خاطرِ فطرت کا رازداں تو ہے — تمام خلق ہے گلزار باغباں تو ہے
یہ انتہا کا جو ظلم و ستم اٹھایا ہے
حسینؑ تو نے تو فطرت کو بھی رُلایا ہے

(۲)
حُسینؑ دہر میں تو ہی نشانِ فطرت ہے — تو باغبانِ ریاضِ جہانِ فطرت ہے
حسینؑ تو تو بڑا رازدانِ فطرت ہے — بس اور کیا کہوں تو پاسبانِ فطرت ہے
سکوں میں حرکت صرف تو نے پیدا کی
حیات موت میں تیرے لہو نے پیدا کی

(۳)
رموزِ کُن کے قوانین کا حجاب ہے تو — عروسِ عالمِ فطرت کا اک نقاب ہے تو
جو کائنات کو مضموں کہیں کتاب ہے تو — حصولِ علمِ حقیقی کا خاص باب ہے تو
لہو سے اپنے جو ارضِ بلا کو بھر ڈالا
ترے غلاموں نے فطرت کو فتح کر ڈالا

(۴)
دکھایا تو نے کہ انساں کی منزلت کیا ہے — خدا کا دین ہے کیا اُس کی معرفت کیا ہے
وگرنہ حضرتِ انساں کی حیثیت کیا ہے — خود اس کے جہل نے بنوائی اس کی گت کیا ہے
یہ اس کے حکم کا ادنیٰ غلام رہتا ہے
جماد کی طرح محبوسِ دام رہتا ہے



(۵)
جماد میں کوئی حرکت ہے اور نہ ہے احساس — کشش کے زور سے رہتا ہے ایک ایک کے پاس
عمل ہر ایک پہ کرتی ہے وہ بلا و سواس — نہ اس میں ہے کوئی جذبہ نہ آس ہے نے یاس
بناتی میٹتی ہے کھینچتی ڈھکیلتی ہے
ہر ایک چیز سے ہر وقت یوں ہی کھیلتی ہے

(۶)
مگر زمانے میں ہے ایک طبقۂ حیواں — انہی سے ہوتی ہے تحریک بالارادہ عیاں
تو ان پہ حکم چلانے کا یہ کیا ساماں — کئے ہیں خواہش و جذبات نفس میں پنہاں
ہر اک پہ خواہش و جذبات کے یہ کوڑے ہیں
کہ اپنی سمت کو رخ سب کے اس نے موڑے ہیں

(۷)
جو آدمی بھی اسی طرح ہو غلامی میں — رہے گدھوں کی طرح خدمت دوامی میں
سر اس کا خم رہے تقدیر کی سلامی میں — تمام عمر رہے گا وہ پست کامی میں
خودی کی چاہ میں انساں کا دل جو غرق نہ ہو
تو پھر تو جانوروں اور اس میں فرق نہ ہو

(۸)
مگر حسینؑ نے دنیا پہ کر دیا ظاہر — ہر ایک ذرّے پہ فطرت اگرچہ ہے قاہر
اسی کے عبد ہیں حیوان، آدمی، طائر — ہر اک پہ زور ہے فطرت کا ظاہر و باہر
اسی کا آلۂ بے جاں ہر ایک حیواں ہے
جو اس پہ ہو سکے غالب وہ صرف انساں ہے

(۹)
یہی تو دہر میں ہے شاہکار فطرت کا — یہی تو ہے گہر آبدار فطرت کا
یہی ہے سب سے بڑا رازدار فطرت کا — اسی پہ سب سے زیادہ ہے پیار فطرت کا
وہ چاہتی ہے کہ یہ اس کو گود میں لے لے
مثالِ طفل وہ پھر اس کے ساتھ کھل کھیلے

۱۰
اسی کے واسطے رہتی ہے وہ سدا بے چین
تو بخش دے وہ سریرِ حکومتِ کونین
حبیب اس کا ملائے رہے اسی سے نین
سکون پائے اگر یہ تو اس کو آئے چین
وگرنہ حضرتِ انساں کو خوب ریلتی ہے
اسے بھی ایک کھلونا بنا کے کھیلتی ہے

۱۱
جو چاہتا ہے رہے خلق میں سدا دلشاد
رہے وہ امن سے اس کی فضا میں ہو نہ فساد
کسی طرح کی نہ ہو اس پہ دہر میں بیداد
تو اس کو چاہیئے فطرت کی بات رکھے یاد
کرے ہمیشہ یہ کوشش کہ اس کو اپنا لے
یگانہ بنتا ہے آخر وہی جو اپنا لے

۱۲
فضائے دہر میں ہر وقت جب یہ ہے عامل
سفینہ اس کا کہاں چھونے پائے گا ساحل
بتلایئے کہ اسی سے رہے گا جو غافل
نہ فائدہ اسے کچھ دے سکیں گے آب و گِل
جو اس کے راز نہ پائے گا کچھ نہ پائے گا
خزانہ عمر کا سب رائیگاں گنوائے گا

۱۳
اسی کا دہر میں ہے ذرے ذرے پر قابو
ہمالیہ ہو بلندی میں یا کہ ہو آبو
وسیع بحر کا پانی ہو یا ہو آبِ جُو
اسی کے حکم سے ہے زندگی رواں ہر سو
اسی سے اٹھتی ہے اوشن میں نیپ ٹائڈ کی
یہی تو ہے سببِ اسپرنگ ٹائڈ بھی

۱۴
زمین کرتی ہے گردش تمام فطرت سے
سحاب و برق کا ہے اہتمام فطرت سے
جہاں میں ہوتی ہے یہ صبح و شام فطرت سے
تمام دہر میں ہیں سارے کام فطرت سے
ہر ایک چیز کی یاں زندگی اسی سے ہے
وہ خواجگی ہو کہ بندگی اسی سے ہے



۱۵
غرض کہ دہر میں سب کچھ عمل ہے فطرت کا
اسی کا ردِ عمل اک بدل ہے فطرت کا
یہ چھل فریب یہ دھوکا دغل ہے فطرت کا
ہر ایک کام ہی ضرب المثل ہے فطرت کا
یہ کارگاہِ عمل میں عمل اسی کا ہے
اور ہو جو ردِ عمل تو دخل اسی کا ہے

۱۶
مفکرین نے مغرب کے خوب بات کہی
جو بھول کر بھی کسی سے ذرا سی چوک ہوئی
کہ فطرت آپ ہے انساں کی دشمنِ جانی
تو ایک چشم زدن میں سزا ہے وہ دیتی
سزا سے بچ سکے مجرم کوئی مجال نہیں
کہ اس کے سامنے گلتی کسی کی دال نہیں

۱۷
وہ اہلِ علم جو کرتے ہیں اس طرح کی مقال
اٹھایا جائے اگر اس کے فائدوں کا سوال
انھوں نے صرف ضرر کی طرف کیا ہے خیال
پتہ چلے کہ وہی ہے سپر برائے وبال
درست ہے وہ تباہی بڑی مچاتی ہے
مگر وہی تو ہلاکت سے بھی بچاتی ہے

۱۸
عجیب شان سے قرآن نے کیا ہے بیاں
ضرور ہے کہ وہ دیکھے جزا کا اس کی نشاں
کہ ایک ذرہ برابر ہو خیر جس سے عیاں
اگر بدی کا کسی سے ذرا سا ہو ساماں
تو جس طرح سے بھلائی کا اجر پاتا ہے
اسی طرح سے بدی کی سزا اٹھاتا ہے

۱۹
اب ایک بات یہاں پر ہے خاص بہرِ غور
تو جان پائے جو اس کے عمل کے سارے طور
کہ جب اسی پہ ہے یہ سارا عالمین کا دور
وہ کر سکے گی نہ اس پر کسی طرح کا جور
ہر ایک جتنے بھی قانون جان پائے گا
تو ان سے اتنے ہی وہ فائدے اٹھائے گا

(۲۰)
پہ کھل گیا جو کسی پر کہیں بھی کوئی راز — اسی سے اپنے دکھانے لگا نئے انداز
سُنائی دہر میں نغموں کی اک عجب آواز — مگر نتیجے میں خود ہی ہوا ہلاکت ساز
ہزار راز بھی پالے تو ہیں ہزاروں اور
بھلا بتاؤ کے سجائے کوئی کب تک غور

(۲۱)
یونہی تمدنِ مغرب کا ہے یہ حالِ زار — ہر ایک سمت مچی ہے عجیب چیخ و پکار
کہ چند دن تو وہ رہتا ہے اک سجا گلزار — پھر اس کے بعد تباہی کے آتے ہیں آثار
اسی لئے ان پہ یہ صادق ہوئی ہے پوری بات
کہ چار روز کا ہے چاند پھر اندھیری رات

(۲۲)
اک اور بات کا بھی کیجئے خیال ضرور — کہ چند راز ملا پہ فطرت کے ہو گیا جو عبور
اٹھائیں فائدہ جتنا بھی ہو انھیں مقدور — مگر نظر سے ابھی بے شمار راز ہیں دور
جو ایک فائدہ، نقصان سو اٹھائیں گے
امان اُن کو ہے جو اس پہ فتح پائیں گے

(۲۳)
کریں تو غور کہ آخر سبب ہے کیا اس کا — کہ غور کرتے ہوئے عرصہ دراز ہوا
کہ نہ آج تلک کوئی ایسا راز ملا — کہ جس سے خلق کو امن و سکون مل جاتا
سبب یہ ہے کہ وہ خارج پہ غور کرتے ہیں
نفوس، ظاہرِ احساس پر ہی مرتے ہیں

(۲۴)
اگر وہ اپنے ہی باطن پہ غور کر پائے — تو اس کے سامنے فطری کتاب کھل جائے
تمام علمِ حقیقت شعور میں آئے — تو پھر حیات کا دنیا میں لطف آجائے
سکون روح کو دل کو سرور حاصل ہو
ہوئی جو دور رہو باطن کا نور حاصل ہو



(۲۵)
کتابِ حق میں ہے انساں کو ہم نے سکھلایا — نہ جانتا تھا جسے سب وہ علم پڑھوایا
قسم ہے اس کی کہ جس نے بنا کے دکھلایا — قسم ہے نفس کی سب کچھ اسی کو بتلایا
ہر ایک خیر کا سب علم اس میں ڈالا ہے
ہر ایک شر کی جہالت سے بھی نکالا ہے

(۲۶)
علیؑ سا حاکمِ فطرت یہ کہہ رہا ہے سنو — ہر ایک ذرۂ اصغر جو کائنات میں ہو
تم اس کا ذکرِ مفصّل کتابِ حق میں پڑھو — ملے گی اس میں ہر اک چیز گر توجہ دو
ہے سب بھرا ہوا تبیانَ کُلَّ شَیٔ اس میں
وجوب اس میں ہے امکانِ کُلَّ شَیٔ اس میں

(۲۷)
ہر ایک خشک کہ تر علمِ کبریا میں ہے — ہر ایک چیز چھپی منزلِ خدا میں ہے
جو سب کتاب میں ہے ایک فاتحہ میں ہے — جو فاتحہ میں ہے اک آیۂ ہدیٰ میں ہے
میانِ حمد ہے جو ہے میانِ بسم اللہ
پھر اس کی "با" میں ہے سارا بیانِ بسم اللہ

(۲۸)
وہ علم سارے کا سارا جو ایک "با" میں ہے — محیط سب کو ہے نقطہ جو تحتِ "با" میں ہے
جو کچھ بھی نقطے میں ہے سب وہی اَنا میں ہے — غرض کہ علم تو سب تیری آتما میں ہے
اسے جو جان لیا پھر تو سب کو جانے گا
پھر اپنے پالنے والے کو رب کو جانے گا

(۲۹)
دو جز کا وید میں ہے قول دیکھے جو چاہے — "تما برہما نڈے" جزو دوم ہے "تسا پینڈے"
کہ کائنات میں جو تو نہ دیکھے یا دیکھے — یہ جان لے کہ ہے اندر تمام انساں کے
غرض کہ دہر میں جو بھی ہے مان اپنی اَنا
نوشتِ معبدِ یوناں ہے "جان اپنی اَنا"

(۲۰)
یہ جان لیجئے جتنے بھی انبیاء آئے — رشی منی کہیں اوتار بھی وہ کہلائے
کہیں رسول و "پرافٹ" کے نام بھی پائے — سبھوں نے خلق کو فطرت کے راز بتلائے
سبھی یہ کہتے تھے انسان! جان اپنے کو
خدا کا ماننا یہ ہے کہ مان اپنے کو

(۲۱)
سحاب و برق و ہوا آبشار تجھ میں ہے — تجھی میں خاک بھی ہے نور و نار تجھ میں ہے
غرض کہ دہر کا سب کاروبار تجھ میں ہے — یہاں تلک ترا پروردگار تجھ میں ہے
خدا تو بندہ ہی ہے اور ہے خدا بندہ
مگر خدا ہے خدا، بندہ ہے جدا بندہ

(۲۲)
یہی تو اپنا مقدر بنانے والا ہے — یہی تو مظہرِ اوصافِ حق تعالیٰ ہے
رضا اسی کی رضائے علی اعلیٰ ہے — بلا میں اپنے تئیں تو نے آپ ڈالا ہے
اسی میں عرش بھی ہے وحی کی ہے منزل بھی
رسول اس میں اسی میں امامِ عادل بھی

(۲۳)
یہی تو مقصد تخلیقِ کائنات کا ہے — ظہور اپنے سے باہر تخیلات کا ہے
مگر فساد تو سارا اس ایک بات کا ہے — کہ بندہ خود ہی غلام اپنی خواہشات کا ہے
اگر کسی کا تخیل خراب ہوتا ہے
تو جاگتے میں بھی غفلت کی نیند سوتا ہے

(۲۴)
جہاں بھی جس کا تخیل کوئی ہوا قائم — رہے گا مست وہ اپنے خیال میں دائم
کرے ہزار ملامت اسے کوئی لائم — مگر نہ خواب سے چونکے سدا رہے نائم
نہ دیکھنا نہ سمجھنا ہی اس کو بھائے گا
لگی ہے مہر اگر، کیسے توڑ پائے گا



(۲۵)
اگر وہ توڑنا چاہے تو اس طرح توڑے — کہ پہلے اپنے پرانے خیال کو چھوڑے
پھر اپنے دل سے توجہ کا سلسلہ جوڑے — تمام خارجی چیزوں سے اپنا منہ موڑے
کرے جو غور تو سب کچھ سمجھ میں آئے گا
غلط کو چھوڑتے ہی راہِ راست پائے گا

(۲۶)
ہر ایک نفس کی فطرت ہے چاہتا ہے سرور — وہ چاہتا ہے الم سے رہے ہمیشہ دور
ہر ایک دل میں سدا ہے اسی طلب کا وفور — کہ اضطراب کا یم ہو کسی طرح سے عبور
ہر ایک قسم کے دُکھ درد یوں تو جھیلتا ہے
مگر سرور کی دُھن میں غموں سے کھیلتا ہے

(۲۷)
تمام مغربی دنیا یہی تو ہے کہتی — کہ زندگی کا ہے مقصد تلاش فرحت کی
انہی کا قول ہے "بی میری اینڈ بی ہیپی"ط — مگر کہیں پہ کسی کو یہ چیز مل بھی سکی؟
ملے کہاں سے وہ اک عالمِ خیال میں ہیں
خود اپنے آپ پھنسے خواہشوں کے جال میں ہیں

(۲۸)
ہے سب سے پہلے ضروری خیال کی اصلاح — گھٹائے علم سے دوری، خیال کی اصلاح
جو ہو گئی کہیں پوری خیال کی اصلاح — تو دے گی حق کی حضوری خیال کی اصلاح
خیال ہی سے تو قومیں عروج پاتی ہیں
خیال ہی کی خرابی سے مٹ بھی جاتی ہیں

(۲۹)
پتہ جو چل گیا غفلت سے ہے نفس پہ طاری — اسی سبب سے ہے انساں کی ذلت و خواری
اسے جگاؤ تو پیدا ہو اس میں خودداری — کرے گا جنگ کی فطرت سے پھر تو تیاری
لڑے گا اس سے جو یہ بات جان جائے گا
جو جنگ ہی نہ کرے فتح کیسے پائے گا

---

ط BE MARRY AND BE HAPPY.

مگر سوال ہے فطرت سے جنگ ہو کیسے (۴۰) کہاں ہے ہم میں طاقت کہاں ہیں ہم ایسے
ہیں وہ جیسے چلاتی ہے چلتے ہیں ویسے — بنیں گے ویسے ہی اژدوں کو پائیں گے جیسے
زمانے بھر کا کہو کیا خیال بدلیں گے
بتاؤ کیسے بزرگوں کی چال بدلیں گے

یہ ہے اسی پہ جو مقصد کو پا چکے پھر تو (۴۱) سرورِ تام کی منزل پہ جا چکے پھر تو
وبالِ دہر سے پیچھا چھڑا چکے پھر تو — پھنسے رہو گے یہ پھندے تڑا چکے پھر تو
بچیں گے کیسے زمین و زماں کی گردش سے
نکلنا چاہیں نہ نکلیں ہزار کوشش سے

کریں نہ جنگ تو پھر فتح خاک پائیں گے (۴۲) ہمیشہ اس کی غلامی کے دکھ اٹھائیں گے
ستائے جائے گی فطرت نہ بچ کے جائیں گے — بچانے والا بتاؤ کہاں سے لائیں گے
برائے جنگ جو فطرت پہ تن سکے نہ کبھی
وہ جان لے کہ مہذب بھی بن سکے نہ کبھی

کہیں گے لوگ لڑیں کس سے، پیر سے سر سے؟ (۴۳) ہوا سے "آگ سے" پانی سے، بام سے، در سے؟
غلط خیال ہے، ہوگی نہ جنگ باہر سے — جو مرد ہیں تو لڑیں آپ اپنے اندر سے
فتح جو خود کو کیا، فتح دہر سارا ہے
خدائی بھی ہے تمہاری خدا تمہارا ہے

خواصِ جذبہ و ہیجاں جو سب میں جاری ہیں (۴۴) ہر ایک آدمی کی زندگی پہ طاری ہیں
سوار ہم پہ ہے فطرت تو ہم سواری ہیں — جو ہم سوار ہوں ان پر تو اس پہ بھاری ہیں
کہیں گے لوگ انہی سے تو شاد ہے انساں
یہ مشغلہ نہ رہا تو جماد ہے انساں



یہی تو سب کے لئے باعثِ حیات بھی ہیں (۴۵) یہی ضرورِ برائے بقائے ذات بھی ہیں
حیاتِ دہر میں یہ مظہرِ صفات بھی ہیں — مگر جناب یہی علتِ ممات بھی ہیں
ضرور ہے کہ ہر اک ان سے شاد ہوتا ہے
مگر انہی سے تو سارا فساد ہوتا ہے

یہ لازمی ہے کہ مقصد کو ان کے ہم جانیں (۴۶) ہر ایک جذبہ و خواہش کو خوب پہچانیں
کریں گے کام ارادے سے دل میں یہ ٹھانیں — تمام فوج سے فطرت کی جنگ پھر ٹھانیں
یہ دل میں ٹھان لیں ہو جائے خواہ کچھ انجام
مگر نہ چاہ سے اپنی کریں گے کوئی کام

جو کھائیں، جان کے کھائیں ہمیں ہے کھانا کیا (۴۷) پیئیں تو صرف وہی جو ضرور ہو پینا
غرض کہ کوئی سی خواہش ہو کوئی سا جذبہ — یہ سوچ لیجئے کیا اس سے فائدہ ہوگا
عمل سمجھ کے ہو تحریک پھر تمہاری ہے
وگرنہ جان لو فطرت نے لات ماری ہے

یہی تو فوج ہے فطرت کی اس سے جنگ کرو (۴۸) نہ جنگ کرنے میں اس سے ذرا درنگ کرو
شکست ان کو ملے کوئی ایسا ڈھنگ کرو — یہ سارے عقل سے مغلوب ہوں وہ رنگ کرو
یہ کر لیا تو سرورِ دوام پاؤ گے
تمام محفلِ ہستی میں نام پاؤ گے

یہی ہے دینِ خدا میں عبادتِ اصلی (۴۹) وہ شرک ہے جو ہو تسکینِ عادتِ نسلی
کسی نے بہرِ عبادت اگر کمر کس لی — تو کائنات بھی فطرت کی جانئے بس لی
ہوئی کے سیل پہ جس بادم عبور ہو جائے
شعاعِ نور کا دل پر ظہور ہو جائے

(۵۰)
اسی ظہور کا مرکز ہے کائنات کا نور
اسی کی جوت سے ہوتا ہے مادّے کا ظہور
شعاعیں جس کی ہیں پھیلی ہوئی قریب و دور
یہ اختلافِ عناصر کا بھی سبب ہے حضور

دوام اس کو ہے "میٹر"[۵۱] تمام فانی ہے
یہ بات دہریرستوں نے آج جانی ہے

(۵۱)
مگر سوال ہے یہ نور کس کو کہتے ہیں
بتاؤ واصل و مہجور کس کو کہتے ہیں
اور اس کا قرب ہے کیا دور کس کو کہتے ہیں
بہشت و نار ہیں کیا حور کس کو کہتے ہیں

پل صراط کے اسرار کیسے کھلتے ہیں
ترازوؤں میں پھر اعمال کیسے تلتے ہیں

(۵۲)
ہر ایک طاقتِ مخفی نظر نہ جو آئے
جمود جن میں ہو تحریک میں انہیں لائے
جھلک سے جس کی فضاؤں میں روشنی چھائے
وہ اصطلاح میں قرآں کی نور کہلائے

یہ نور علتِ غائی کا نام پاتا ہے
یہ نور نورِ ازل کی طرف سے آتا ہے

(۵۳)
نتیجہ صاف ہے قرآن کے بیانوں کا
وہی ہے علتِ اوّل تمام جانوں کا
خدا ہے نور زمینوں کا آسمانوں کا
وہی سبب ہے زمانوں کا اور مکانوں کا

جو چاہتے ہو ذرا بے مثال کو جانو
تو اس مثل پہ کرو غور اس کو پہچانو

(۵۴)
مثال شمع جو ہو ایک طاق میں رکھی
چمکتی رہتی ہے جیسے کہ کوکبِ درّی
سدا وہ شیشے کے فانوس ہی میں ہے رہتی
شجر ہے ایک مبارک وہ جس سے ہے جلتی

نہ شرقی ہے نہ وہ غربی کہ لامکاں ہے وہ
جو جاننا ہو تو جانو خدا کی شان ہے وہ

---
MATTER ۵۱



(۵۵)
وہ شمع ایسی ہے جو روشنی پکڑ جائے
وہ خود بخود ہی ستارے کی سی چمک پائے
بغیر اس کے کہ آگ اس کے پاس بھی آئے
کسی کے پاس ہو ایسی مثل تو بتلائے

خدا تو ایسی مثالیں بیان کرتا ہے
اسی طرح سے عیاں اپنی شان کرتا ہے

(۵۶)
مثالِ برق میں اب غور کیجئے اس پر
مگر جو راہ میں حائل ہو "نان کنڈکٹر"
اسی پہ دوڑے گی جو چیز ہوگی "کنڈکٹر"
تو اس کی دوسری جانب ملے نہ کوئی اثر

مگر خفیف سرایت ضرور کرتی ہے
کہ وہ ہر ایک رکاوٹ عبور کرتی ہے

(۵۷)
یہ قاعدہ ہے "رزسٹنس"[۵۱] جتنے "اوہم"[۵۲] ہو
اسی کو نفس پہ انساں کے منطبق کر لو
اسی کی نسبتِ معکوس پر رہے گا "فلو"[۵۳]
چڑھے ہیں اس پہ بہت سے حجابِ غفلت گو

شعاعِ نور کو جو اس سے روک دیتے ہیں
خفیف ہی سہی وہ بھی اثر تو لیتے ہیں

(۵۸)
اسی خفیف تاثر پہ ہے حیات اس کی
اسی سے رہتی ہے باقی جہاں میں ذات اس کی
اور انقطاع میں ہے منزلِ ممات اس کی
اسی سے ہوتی ہیں ظاہر سبھی صفات اس کی

اگر حجاب ہوں کم اتصال پورا ہو
شعاعِ نورِ ازل سے وصال پورا ہو

(۵۹)
بغیر وصل ہے میّت، نہیں ہے اس میں حیات
ملیں گی اس کو نہ فطرت کی مطلقاً برکات
کہ یوں مثالِ بہائم ہے آدمی کی ذات
نہ مل سکے گا سکوں مضطرب رہے دن رات

سکوں نہیں جسے وہ واصلِ جہنم ہے
یہی تو پست تریں منزلِ جہنم ہے

---
FLOW ۵۳ OHM ۵۲ RESISTANCE ۵۱

(۶۰) یہی مثال کلام مجید سے ہے پدید — بیاں کروں گا گریں اہلِ جہل گو تردید
کہ نفس کو بہت انسان کے ہے حرصِ شدید — یہ کہتی رہتی ہے ہر وقت ہے کچھ اور مزید
تو بھر گئی؟ یہ جہنم کو جب سُناتے ہیں
صدا جواب میں "ھل من مزید!!" پاتے ہیں

(۶۱) شعاعِ نور فضا میں جو ایستادہ ہے — وہ برق سے بھی اثر میں کہیں زیادہ ہے
جو ایک قطرہ بھی ٹپکے، وہ ایسا بادہ ہے — جلے پہاڑ یہ تاثیر اس کی سادہ ہے
کسی کو شک ہو تو پھر کوہِ طور سے پوچھے
قریب جا کے نہیں، صرف دور سے پوچھے

(۶۲) جو قبلِ موت شعاعوں سے ہو سکا نہ وصال — تو اضطراب میں تڑپا کرے گا ماہ و سال
اُٹھا سکے گا کسی طور سے نہ اس کا جلال — رہے گا نفس پہ قائم سدا وفورِ ملال
یہ بات صاف ہے دیکھو کلامِ قدرت میں
ہمیشہ کے لئے تڑپا کرے گا حسرت میں

(۶۳) کہا ہے جس کو جہنم یہی ہیں کیفیات — سمجھ چکے اسے، لو ختم ہو گئی اک بات
کہیں گے لوگ کہ جنت کی بھی بیاں ہوں صفات — تو سچ کہوں گا، ہے اس پر گواہ حق کی ذات
کمالِ وصل ہو گر نور سے تو جنت ہے
ملے جو نور تو ہر شے پہ اس کو قدرت ہے

(۶۴) کتابِ حق میں ہے مذکور اس طرح آیا — یہ ایک درجۂ اعلیٰ ہے اہلِ جنت کا
یہ نفس وہ ہیں جنھوں نے جہاں بھی جو چاہا — تو ایک چشم زدن میں وہ ہو گیا پورا
وصال نور سے ایسا مقام پاتے ہیں
کہ اہلِ جنتِ فردوس نام پاتے ہیں



(۶۵) یہ ذکر جس کا تھا ہے وہ تو منزلِ اعلیٰ — بیاں ہو اب ذرا ادنیٰ ترین منزل کا
ہر ایک پا سکے جس کو بغیر استثنا — وہ صرف نفس سے غفلت کا دُور ہے ہونا
حجاب نفس سے غفلت کا ایک بھی سرکے
تو ہوں عزیز مقاصد تمام "نیچر" کے

(۶۶) حجاب کیا ہیں؟ تغافل میں خواہشات ہوئیں — کہ جن کے سیل میں بہتے ہوئے جو کام کیا
وہ شرک ہے کہ حجاب اس سے بڑھ گئے زیادہ — جو اس کو روک دیا اور سمجھ سے کام لیا
ادائے فرض ہے وہ کام اور عبادت ہے
وگرنہ دین کی بھی رسم ہو تو بدعت ہے

(۶۷) یہی وہ راہ ہے جس سے چلی صراط کی بات — کہ جس پہ چلتے تھے سب انبیائے نیک صفات
ولیِ حق نے بھی فرمائے ہیں یہی کلمات — "مری پلک بھی نہ جھپکی بجز رضائے ذات"
نبی ولی کہ نعیم اللہ پاتے ہیں
صراطِ نعمتِ رب خلق کو دکھاتے ہیں

(۶۸) حجاب غیب کی لیلیٰ کے رُخ ہیں گیسو ہیں — ولی گُل ہیں، اور حق کے دست و بازو ہیں
منزہ از اثرِ حلقۂ من و تُو ہیں — یہی تو خلق کے اعمال کی ترازو ہیں
یہ اصطلاح میں میزان بولے جاتے ہیں
عمل سے ان کے عمل سب کے تولے جاتے ہیں

(۶۹) جو نقل ان کی ہو اعمال ٹھیک ہو جائیں — دلوں پہ نقش محبت کے پھر اُبھر آئیں
جہاں میں خود غرضی سے نجات سب پائیں — کسی کو بھی نہ اذیت میں دیکھنا چاہیں
نہ قوم و مذہب و ملت کا امتیاز رہے
نہ نسل و ملک نہ رنگت کا امتیاز رہے

(۷۰)
جو دین ہو تو ضروری نہیں ہے کمیونزم — چلیں جو حق پہ سبھی پھر کہاں ہو سوشلزم
ہلاکت خیز نظر آئے گا یہ نیشنلزم — عمل ہو دیں پہ تو باقی رہے نہ کوئی اِزم

یہ اِزم ہی سے تو سارے فساد پھیلے ہیں
یہی زمانے کے فتنے، قضا کے تھیلے ہیں

(۷۱)
ہر اِک نبی و ولی کا رہا یہی مطلب — حصولِ نور کی ہو جائے سب کے دل میں طلب
یہی ہے دینِ خدا اور ہے یہی مذہب — یہ ہی وہ راہ ہے اس پر چلیں جو انساں سب

باندِ دہر میں حق کا نشان ہو جائے
تمام خلق میں امن و امان ہو جائے

(۷۲)
سبھی نے خلقِ خدا کو دکھائی ایک ہی راہ — کہ صدقِ دل سے کہیں لا اللہ الا اللہ
بتا گئے ہیں بہ تاکید وہ عباد اللہ — بغیر سوچ کے پوری کرو نہ من کی چاہ

جو حکم عقل کا ہے حکم وہ اللہ کا ہے
جو چاہ پوری کرے وہ غلام چاہ کا ہے

(۷۳)
بغیر سمجھے جو پوری کرے گا دل کی چاہ — تو اپنے نفس کو اپنا بنائے گا وہ الٰہ
علیؑ نے بھی یہ کہا ہے کتب ہیں اس پہ گواہ — ہوائے نفس ہے معبود بین خلق و الٰہ

خدا، رسولؐ، علیؑ سب یہی تو کہتے ہیں
رشی، مُنی کہ ولی سب یہی تو کہتے ہیں

(۷۴)
زمیں کی سطح پہ اے رہنے والے انسانو — خدا کے واسطے اپنا مقام پہچانو
تمہی ہو حاکمِ فطرت یہ بات گر جانو — ہر ایک حکمِ خدا کو بصدقِ دل مانو

عمل کروگے جو ان پر تو چین پاؤ گے
اندھیرے راستوں پر ٹھوکریں نہ کھاؤ گے



(۷۵)
جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوں حاملانِ نور — جہاں کا رہتا ہے ہر عیب اُن سے کوسوں دور
تمام مادے و نور کا ہو اُن کو شعور — ہر ایک امر کے کرنے پہ ہوں انھیں مقدور

کریں جونہی وہ ارادہ تو کام ہو جائے
پلک نہ جھپکے کہ مقصد تمام ہو جائے

(۷۶)
جو اُن کے قلب سے لہریں نکل کے آتی ہیں — وہ کائنات میں ہر سمت پھیل جاتی ہیں
ہر ایک شے کی رگ و پے میں یوں سماتی ہیں — جسے بھی چاہیں تصرف میں اپنے لاتی ہیں

وہ ہر صدا کو بیک وقت صاف سنتے ہیں
اور اپنے نور سے ہر شے کو دیکھ لیتے ہیں

(۷۷)
نہ اکل و شرب و ہوا کی انھیں ضرورت ہو — جو ہوں نہ مادی اشیا انہیں نہ زحمت ہو
بھلا ہو سب کا بس اس کے سوا نہ چاہت ہو — نہ پاؤں پاؤں ہی چلنے کی اُن کو حاجت ہو

وہ بیٹھے بیٹھے مسافت طویل طے کر لیں
جہاں جہاں ہے خدا وہ وہاں وہاں پہنچیں

(۷۸)
یہی ہے یوگ کی بھی پشتکوں میں صاف لکھا — بڑے اچنبھے کی ہے چیز نفس انساں کا
کہیں جو کر کے تپسیا یہ ہو گیا پورا — تو اس کی قوتوں کا ہو سکے نہ اندازہ

ہے ادنیٰ بات، کوئی لاکھ دشمنِ جاں ہو
بنے غلام وہ انساں ہو یا کہ حیواں ہو

(۷۹)
بڑی سی شے جو کسی آنکھ میں سما نہ سکے — وہ چاہے اتنا گھٹائے نظر میں آ نہ سکے
مہابلی بھی کوئی اس سے وار پا نہ سکے — تو پھر یہ سوچئے چھوٹی کو کیوں بڑھا نہ سکے

گراں کو ہلکا سبک کو گراں بنائے گا
ہر ایک شے کو وہ قابو میں اپنے لائے گا

(۸۰)
انہی صفات کو قرآں نے بھی ہے جتلایا — خدا کے امر کی یہ شان دیکھو، بتلایا
اِدھر ارادۂ ذہنی وجود میں آیا — کہ امر ہوگیا واقع جو اس کو تھا بھایا
کسی کو شک ہو تو وہ دیکھ لے یہ قرآں میں
کہ روح امر ہے جو ہے ہر ایک انساں میں

(۸۱)
مقالہ خوب ہی اک "جے کے آرتھر" نے لکھا — اور "اِن دی اِنوزیبل ورلڈ" اس کا نام رکھا
قوائے باطنِ نفسی کا اس میں ذکر کیا — وہ کہتا ہے نہیں ممکن کچھ ان کا اندازہ
وہ قوتیں کہ ہیں ذہنوں میں کون جانے گا
سنائی جائیں تو ہرگز کوئی نہ مانے گا

(۸۲)
یہ نفس قاعدے میں تربیت اگر پائے — کہاں سے اُٹھ کے خدا جانے یہ کہاں جائے
جو شے نظر سے ہے پوشیدہ سامنے آئے — خود ایک وقت میں چاہے جہاں نظر آئے
اگرچہ پاتا ہے پھل جو بھی تخم بوتا ہے
مگر زمانہ بہت اس پہ صرف ہوتا ہے

(۸۳)
غرض کہ حضرتِ انساں کی ہے عجب منزل — ہو نفس نورِ حقیقت سے اس کا گر واصل
ہر ایک امر پہ قدرت ہو اس کو پھر حاصل — زمانہ بھر میں بنے اس طرح سے وہ کامل
یہی تو علمِ حقیقی ہمیں سکھاتا ہے
تمام قوتیں وہ نفس کی بتاتا ہے

(۸۴)
جہاں میں جب بھی ہو موجود گر کوئی کامل — تمام خلق کی الفت سے پُر ہو اس کا دل
اسے لگن ہو کہ خلقت ہو نور سے واصل — ملے جو علمِ حقیقت رہیں نہ یہ جاہل
کچھ ایسا ہو کہ نفوس ان کے پاک ہو جائیں
کسی طرح سے یہ فطرت کو فتح کر پائیں





(۸۵)
جو اس کے واسطے ہیں مشکلات سوچو تو — جو پیش آئیں گی وہ واردات سوچو تو
بسر کرے گا وہ کیسے حیات سوچو تو — شروع کیسے کرے گا وہ بات سوچو تو
یہاں تو لوگ توہم پرست ہوتے ہیں
بقائے رسم کے سب بندوبست ہوتے ہیں

(۸۶)
خیال جب کوئی پشتوں سے دل پہ چھایا ہو — اسی خیال میں نشو و نما بھی پایا ہو
اسی کا راگ سدا بچپنے سے گایا ہو — اسی کا نقش سدا قلب پر بنایا ہو
تو اس کا نفس سے مٹنا محال ہوتا ہے
کہ جان سے بھی وہ پیارا خیال ہوتا ہے

(۸۷)
خیال خلق کا کیسے بدل سکے کوئی — کہ دنیا رہتی ہے اپنے خیال میں کھوئی
سُنے گا کون بھلا ابتدا سے حق گوئی — لہٰذا صبر سے کرنا ہے پہلے دل جوئی
ہیں گہری نیند میں ڈوبے، یہ حال ہے صاحب
جگانا ایسوں کو یک دم محال ہے صاحب

(۸۸)
کتاب میں ہے یہ فرمانِ خالقِ عادل — کہ اور زیادہ کی خواہش میں لوگ ہیں غافل
یہاں تلک کہ وہ دیکھیں قبور کی منزل — یہی ہے قولِ علیؑ حق کا بندۂ کامل
کہ زندگی میں تو سب کے نفوس سوتے ہیں
اجل کی چاپ سے وہ ہوشیار ہوتے ہیں

(۸۹)
جگانے والے انہیں کس طرح جگائیں گے — یہ غور کیجئے قابو میں کیسے لائیں گے
خیال ذہن سے کیسے نکال پائیں گے — جو عادتیں ہیں انہیں کس طرح چھڑائیں گے
رسوم ہیں جو قدیمی وہ کیسے جائیں گی
کہاں کمال کی باتیں سمجھ میں آئیں گی

نفوس سارے ہیں اس کائنات میں بچے — کیا ہی کرتے ہیں ضد بات بات میں بچے
(۹۰)
جنھیں خیال ہو لیں اپنے ہاتھ میں بچے — ضرور ہے کہ بنیں ان کی گھات میں بچے

بُرا نہ مانیں اگر ان کے ساتھ وہ کھیلیں
خرد کا کام اسی کھیل کھیل میں لے لیں

یہی وہ مکر ہے جس کو کہا ہے مکر اللہ — کسی کو کیسے کریں اپنے راز سے آگاہ
(۹۱)
ہے انبیاء کا تقیہ یہی خدا ہے گواہ — دکھاتے کچھ ہیں مگر مدعا ہے خاطر خواہ

تمام ان کے عمل ہیں فقط دکھانے کو
وہ رُوپ دھارتے ہیں کچھ نہ کچھ سکھانے کو

گزارتے ہیں وہ اس طرح زندگی ساری — جو اس کی نقل کرے وجل دل پہ ہو طاری
(۹۲)
قیامِ وجل ملے، دل میں درد ہو جاری — اسی سے دُور ہو باطن کی جو ہے بیماری

اگر کمال کا اظہار خلق پر کر دیں
تو سب کے قلب کو وحشت سے خوف سے بھر دیں

جو اُن کی منزلِ اعلیٰ دلوں کو ہو محسوس — نفوس پر ہو اثر ان کی بات کا معکوس
(۹۳)
خیال سب کو یہ ہو ہیں بلند ان کے نفوس — ہمارے نفس تو معلوم ہے کہ ہیں منحوس

ہم ان کی نقل کریں اک خیالِ خام ہے یہ
ہم ان کی راہ چلیں کب ہمارا کام ہے یہ

لہٰذا ہم وہ نہیں گے اصولِ فطرت سے — بلائیں گے انہیں حق کی طرف بھی حکمت سے
(۹۴)
وہ چاہتے ہیں ملانا خدا کی رحمت سے — تو کام لیتے ہیں وہ بھی اسی کی سنت سے

انہیں کی طرح سے وہ زندگی گزارتے ہیں
دلوں پہ رغبتِ نوعی کے نقش ابھارتے ہیں



یہ دیکھ لیتے ہیں جب نفس ہو گئے مانوس — اثر پذیر ہیں اس وقت کی فضا میں نفوس
(۹۵)
خوشی سے دامِ محبت میں ہوں گرو وہ محبوس — کریں گے حق پہ فدا اپنا نام اور ناموس

تو پھر پیامِ صداقت انہیں سناتے ہیں
خدا کی راہ کی جانب انہیں بلاتے ہیں

سُناتے ہیں انہیں پہلے تو غیب کے قصے — کہ جن کے سُننے سے دل میں عمل کا شوق بڑھے
(۹۶)
ڈراتے جاتے ہیں وہ یوں عذابِ دوزخ سے — کہ ہو نہ شوق تو کچھ خوف ہی سے کام چلے

عمل اصولوں پہ فطرت کے کچھ تو کر پائیں
حجابِ نفس سے غفلت کے دُور ہو جائیں

یہ غور کیجیے ہیں وہ اصولِ فطرت کیا — کہ جن سے نفس کی غفلت کا پھٹتا ہے پردہ
(۹۷)
وہ وجلِ قلب ہے پیدا جو دل میں ہو لرزہ — اسی سے سوئے ہوئے من کو ہوش آئے گا

اگر قیام رہے وجل کو تو ہوش بڑھے
حصولِ غلبۂ فطرت کا دل میں جوش بڑھے

مگر سوال یہ ہے وجل کیسے پیدا ہو — عمل وہ کیا ہے کہ دل اس پہ اپنا شیدا ہو
(۹۸)
خیال میں بھی نہ مکر و فریب و حیلہ ہو — یہ رمزِ کیفیت کس طرح سے ہویدا ہو

اگر شعاعِ توجہ ہو قلب پر مرکوز
تو جلد پائے گا وجلتْ قلوبھم کے رموز

کمالِ شوق سے جھکا [illegible] میں آئے گا لرزہ — کسی کو خوف جو ہو دل میں پائے گا لرزہ
(۹۹)
ہوا ہو عشق کسی سے نہ جائے گا لرزہ — رہے قیام تو پھر دل کو بھائے گا لرزہ

کہیں جو درد و الم سے قلوب بھر جائیں
تو چند سال میں تسکینِ دائمی پائیں

نفوس جن پہ ہو غفلت یہ کیجئے اب غور — انہیں کریں متاثر وہ کیا ہیں فطری طور
(۱۰۰) وہ ایسے کام ہیں کیا جن سے ہو اثر فی الفور — اگر نہ ذہن میں آئیں تو سوچیے کچھ اور
کچھ عرض میں کروں کچھ آپ یاد کر لیجئے
اگر درست ہوں ان پر ہی صاد کر لیجئے

ہر ایک جانتا ہے بات ہے بہت سادی — ہے سب میں سہل بظاہر توجہِ عادی
(۱۰۱) اسے تو جانتی ہے خوب ساری آبادی — اسی سے کام لیا کرتا ہے ہر اک ہادی
مگر توجہِ عادی حصول کیسے ہو
کسی کے دل کو اذیت قبول کیسے ہو

توجہ کرنا ارادے سے پھر بھی مشکل ہے — یہ کام ایسا ہے جس سے کہ بھاگتا دل ہے
(۱۰۲) اسے پسند ہے وہ امر جو کہ عاجل ہے — ہر ایک نفس عموماً اسی پہ عامل ہے
مگر یہ جذب جو بالاضطرار ہو جائے
تو پھر عمل کے لئے بے قرار ہو جائے

اگر کہیں ہو کوئی روح فرسا ہنگامہ — بلا سبب کسی بے کس پہ ظلم کر ڈالا
(۱۰۳) کسی شریف کو غربت میں پا کے لوٹ لیا — کسی الم سے کوئی بے نوا تڑپ اٹھا
یہ دردناک مناظر محال ہے بھولے
ہو نقش نفس پہ سب کچھ مجال ہے بھولے

اسی اصول پہ ہے ہادیانِ دیں کا عمل — نفوسِ خلق سے کرتے ہیں یوں وہ جنگ و جدل
(۱۰۴) کہ جذب کر کے قوائے فساد کر دیں شل — یہ چھل ہے نہ بناوٹ فریب ہے نہ دغل
وہ کھیل کھیل کے بچوں کو سب سکھاتے ہیں
ادق مسائلِ فطری یونہی بتاتے ہیں



اسی کے مثل ہے یعقوبؑ کا بھی افسانہ — فراقِ حضرتِ یوسفؑ میں دردِ غم پانا
(۱۰۵) یہی ہے حضرتِ یوسفؑ کا قید ہو جانا — اسے تو سمجھے وہی ہو جو عاقل و دانا
یہ صرف منظرِ درد و الم بنانا تھا
قلوبِ خلق کو حق کی طرف بلانا تھا

یہ رام چندر جی، دشرت جی، لکشمن مہاراج — اجودھیا میں تھے جو صاحبانِ تخت و تاج
(۱۰۶) دلوں سے سچی عقیدت کا لے رہے ہیں خراج — وہ رام لیلا میں ہے جن کی یاد تازہ آج
یہ رام چندر کے بن باس کا جو قصہ ہے
تمام ہند میں بس یہ انہی کا حصہ ہے

بپا کیا تھا جو مل کر سبھوں نے ہنگامہ — ڈرامہ غم کا دکھانے کو بھایا ویرانہ
(۱۰۷) ٹریجڈی ہی بناتی ہے دل کو دیوانہ — وگرنہ کیسے ہو دنیا سے کوئی بیگانہ
یہ بات ایک ہی دل سب کے غم سے بھر جائیں
خباثتوں سے نکل آئیں نور پا جائیں

اسی کے ضمن میں راون کو بھی مٹانا تھا — یہ سیتا جی کے تو اغوا کا اک بہانا تھا
(۱۰۸) فسانہ رنج و الم کا یونہی بنانا تھا — خدا کی خلق کو حق کا چلن دکھانا تھا
وگرنہ من میں تو سیتا کے ایسی شکتی تھی
کہ ایک آن میں لنکا سے آ بھی سکتی تھی

کچھ اس سے لیتے سبق نقل اُن کی گر کرتے — تو من سبھوں کے یہ جانو پریم سے بھرتے
(۱۰۹) حیاتِ ظاہری میں سب خبیث من مرتے — مگر زمانے نے کچھ اور ہی چلن برتے
حصول درد کے ساماں نہ جو بدل جاتے
کرودھ کام سے اور لوبھ سے نکل جاتے

یہاں تو خلق نے لیکن یہ گت بنائی ہے ۔۔۔ کہ تھی دھرم کی جو تعلیم سب بھلائی ہے
۱۱۰
وطن پرستی جو یورپ سے سیکھ پائی ہے ۔۔۔ تو اہلِ ہند نے بدھی بھی اب گنوائی ہے
پریم شکتی و مکتی کو سب نے کھویا ہے
بڑے فساد کا بھارت میں بیج بویا ہے

ذرا بتاؤ تو بھارت کا پوجنا ہے دھرم؟ ۔۔۔ یا اہلِ ہند کی بدھی پہ آگیا ہے ورم
۱۱۱
بنے گی خوب ہی کریا رہا یہی جو کرم ۔۔۔ ہر اک رشی کا انھوں نے تو کھو دیا ہے بھرم
گیان دھیان کی شکتی انہیں بتائی تھی
کہ قوم و ملک پرستی انہیں سکھائی تھی

جو اُن کے کہنے پہ چلتے نہ ملتی کیوں شکتی ۔۔۔ ہر ایک کرتا ہے ہر جیو کی یہاں بھگتی
۱۱۲
یہ بات آج تو لوگوں کو ہے بری لگتی ۔۔۔ مگر جواب انہیں آنے والی کل دے گی
وہ کہہ رہے ہیں یہ قصے ہیں ان کو رہنے دو
وطن پرستی کی دنیا میں ہم کو بہنے دو

ہوا یہ حال ہے بھارت میں جو بھی بستی ہے ۔۔۔ واں ذات پات کے جھگڑوں سے موت سستی ہے
۱۱۳
ہے آڑ دیس کی، غارت گری برستی ہے ۔۔۔ اماں کے واسطے ہر آتما ترستی ہے
یہ پوجا پاٹ کے رشتوں کو ایسے جوڑا ہے
غضب خدا کا دھرم کو سبھی نے چھوڑا ہے

وطن پرستی کا دنیا میں دیکھ لو انجام ۔۔۔ برس رہی ہے زمینوں پہ آگ صبح و شام
۱۱۴
بجز ہلاکتِ انساں نہیں رہا کچھ کام ۔۔۔ کسی جگہ بھی نہیں ہے سکوں برائے نام
اماں کے واسطے ہر ایک دل ترستا ہے
جہاں بھی دیکھو وہاں خون ہی برستا ہے



پریم من میں اگر ہو تو کیوں نہ برسے مُن ۔۔۔ بنا پریم کے سوراج کی لگی ہے دھن
۱۱۵
کریں گے راج یہ بھارت پہ ایسے ہیں بھی گُن؟ ۔۔۔ ہر اک کو چاہیئے دل سے کہے کہ غور سے سُن
جو اپنے من پہ تجھے راج مل نہیں سکتا
تو جو حقیقی ہے سوراج مل نہیں سکتا

ہے انبیا کی یہی سیرتِ کریمانہ ۔۔۔ کسی میں پائیں اگر عادتِ بہیمانہ
۱۱۶
مٹائیں اس کو بلا فرقِ خویش و بیگانہ ۔۔۔ وہ چاہتے ہیں چلن سب کا ہو شریفانہ
بس اس کے واسطے ہنگامہ ایک کرتے ہیں
اسی طرح سے دلوں میں وہ نور بھرتے ہیں

ہر ایک نفس کی عادت ہے آزما دیکھیں ۔۔۔ کہ عورتوں کی بُری بات گر کوئی سُن لیں
۱۱۷
بلا ثبوت و شہادت درست خود سمجھیں ۔۔۔ بطور واقعہ پھر اس کا ذکر سب سے کریں
اسی کے واسطے احمدؐ نے دُکھ اٹھایا ہے
حرم سے اپنے ہی خلقت کو آزمایا ہے

وہ اس طرح سے ہمیں نیکیاں سکھاتے ہیں ۔۔۔ کہ ایک بیوی کو ہمراہ لے کے جاتے ہیں
۱۱۸
قیام گاہ میں جب سب سکون پاتے ہیں ۔۔۔ حرم کو دل سے رسولِ خدا بھلاتے ہیں
وہ رفع حاجتِ فطری کو جب کہ جاتی ہے
تو واپسی پہ نہیں قافلے کو پاتی ہے

جو کارواں سے نگراں چھوڑا جاتا ہے ۔۔۔ وہ اپنے قافلے کے پیچھے پیچھے آتا ہے
۱۱۹
گرے پڑے ہوئے سامان کو اٹھاتا ہے ۔۔۔ نبیؐ کے اہل کو تنہا وہ شخص پاتا ہے
بٹھا کے اونٹ پہ اپنے وہ اس کو چلتا ہے
قریب شام کے منزل پہ آنکلتا ہے

١٢٠ حرم کو لے کے وہ لشکر میں جس گھڑی آیا　　زباں پہ سب کی اسی وقت ہو گیا چرچا
جوان مرد پہ عورت کو پا گیا تنہا　　یقیں ہو کیسے کہ عفت کا رہ گیا پردہ

شکوک کے نئے منطق نئے کیا ضرورت ہے
نہیں غرض کہ جوانی ہے اور نہ صورت ہے

١٢١ غرض کہ پہنچا مدینے میں جس گھڑی لشکر　　تمام شہر میں یہ بات اُڑ گئی بے پر
دکھائی دیتے تھے ہر دم ملول پیغمبرؐ　　حرم کو بھیج دیا ان کے باپ کے گھر پر

غرض عجیب رہا حال اس مہینے میں
ہر ایک گھر میں تھا چرچا یہی مدینے میں

١٢٢ ادھر رسولؐ کی زوجہ کی گریہ و زاری　　عجیب کرب میں تھی مبتلا وہ بے چاری
مگر جب اچھی طرح اُڑ چکی یہ چنگاری　　کہا رسولؐ نے ہے حکمِ ایزدِ باری

جو محصنہ پہ شہادت بغیر ملزم ہو
خدائے عادل و قاہر کا سخت مجرم ہو

١٢٣ سنو کسی پہ جو تہمت اسے نہ سچ جانو　　خدا کا حکم ہے یہ اس کو خوب پہچانو
بلا ثبوت و شہادت درست مت مانو　　زباں پہ ذکر نہ آئے یہ دل میں تم ٹھانو

کیا ہے جہل سے ایسا تو بخشا جائے گا
اگر سمجھ کے کیا ہے سزا وہ پائے گا

١٢٤ لگایا ہند میں سیتا پہ بھی یہی الزام　　ثبوت چاہیے کیا نفس کا یہی ہے کام
اسی طرح کا کیا کرتا ہے ہر ایک کلام　　مگر یہ چاہتے تھے انبیائے نیک انجام

یہ عیب ان سے کسی طرح دور ہو جائے
اور ان کی عقل سے زائل فتور ہو جائے



١٢٥ اسی قبیل کا قصہ ہے عقد زینبؓ کا　　خدا کی خلق کو اک مسئلہ بتانا تھا
کہ تم زباں سے کسی کو بناؤ گر بیٹا　　تمہاری نسل میں اس سے وہ آ نہیں سکتا

ثبوت اس کا عمل سے رسولؐ دیتے ہیں
ہزار تہمت و الزام سر پہ لیتے ہیں

١٢٦ نفوس خلق میں ہو جائیں جب خبیث بہت　　کسی میں بھی نہ ہو ایثار ہوں خسیس بہت
وہ سارے مل کے کریں ظالموں کی ریس بہت　　جہاں میں پھیلے ہوں شیطان کے جلیس بہت

جب ایک ایک تکبّر میں چُور ہوتا ہے
نشان ان کا مٹانا ضرور ہوتا ہے

١٢٧ اسی طرح کا تھا اک معرکہ مہابھارت　　گروہ کشتہ میں تھے سارے کرو ہوئے غارت
ضرور ہے کہ پریمی بھی کچھ ہوئے سوارت　　مگر ہوا تو خبیثوں سے پاک سب بھارت

یہ کام تھا پرم ایشور کے ایک پیارے کا
پریم و گیان کے آکاش کے ستارے کا

١٢٨ وطن ہے جن کا مہابن کرشن جی مہاراج　　جو ہند کے ہیں مہا گیانیوں کے سر کے تاج
پریم والوں کے من دے رہے ہیں جن کو باج　　سب اہلِ ہند کے دل سے لیا جنھوں نے خراج

چھپاتے ہیں یہ حدیثِ رسولؐ سب خائن
"الشمروح من الھند اسمہ کاھن"

١٢٩ اسی کے مثل ہے بس سارے انبیاء کا جہاد　　انہیں تو خلقِ خدا میں نہیں کسی سے عناد
مگر نفوس جو بن کر رہیں بنائے فساد　　کھلے جب ان سے ہلاکت کا در برائے عباد

تو مفسدوں سے یہ اکثر جہاد کرتے ہیں
برائے امن یوں رفع فساد کرتے ہیں

۱۳۰ ہوائے نفس پہ تم نے اگر ظفر پالی    عمل تمہارا یہ ہرگز نہ جائے گا خالی
یقیں کرو کہ نہیں ہے یہ فیصلہ خیالی    کہ فتحِ فطرتِ عالم کی ہے بنا ڈالی
سکونِ قلب کا پیہم سرور پاؤ گے
عجیب کیف کا دل میں ظہور پاؤ گے

۱۳۱ حسینؑ نے یہی مخلوق کو جتایا ہے    ہمارے قبضے میں فطرت ہے یہ بتایا ہے
پہاڑ صبر و بلا کا عجب اٹھایا ہے    زمانے بھر کی توجہ کو کھینچ لایا ہے
دکھا دیا کہ ہوئی پر ظفر جو پاتے ہیں
وہی تو اصل میں فطرت کا سر جھکاتے ہیں

۱۳۲ یہ بات اس کے غلاموں نے بھی دکھائی ہے    ہوئی پہ ان میں سے ہر اک نے فتح پائی ہے
کہ بھوک و پیاس کی تکلیف انتہائی ہے    ہزار رہا ہے اُدھر جنگ آزمائی ہے
لڑے تو آپ بھی زخموں پہ زخم کھائے ہیں
پر ایک ایک نے سو سو جواں گرائے ہیں

۱۳۳ ہر ایک نفس یہ عادت ہمیں بتاتا ہے    کہ اس کی سمت جو تنکا بھی کوئی آتا ہے
تو اس کی زد سے وہ فوراً ہی تن بچاتا ہے    مگر حسینؑ کا خادم ہمیں دکھاتا ہے
کہ جب نماز میں دشمن کے تیر آتے تھے
فدائیوں کے وہ سینوں پہ روکے جاتے تھے

۱۳۴ تمام خلق سے ماں کو عزیز ہے بیٹا    اب اس کو سوچئے کیسا عزیز وہ ہوگا
کہ جس کے بیاہ کو گزرا ہو مختصر عرصہ    پہ کربلا میں سبھی نے یہ ماجرا دیکھا
وہبؓ کی ماں اسے مرنے کو بھیج دیتی ہے
وہ زخم کھا کے جو آیا بلائیں لیتی ہے



۱۳۵ تم اب تو خوش ہوئیں اماں یہ اُس نے جب پوچھا    تو چند روز کے بیاہے پسر سے ماں نے کہا
درست ہے کہ لڑائی کا حق کیا ہے ادا    خدا کے دین کی نصرت میں خوب لڑا
مگر رضا تو مری صرف تب ہی پاؤ گے
کہ جب حسینؑ کے قدموں پہ سر کٹاؤ گے

۱۳۶ یہ سُنتا تھا کہ چلا رن کو پھر برائے جدال    لہولہاں تھا مگر کر رہا تھا پھر بھی قتال
گرا زمیں پہ زخموں سے ہو گیا جو نڈھال    بنا وہ گنجِ شہیداں کا اک درخشاں لعل
یہ بڑھ کے قتل سے قاتل نے اور ظلم کیا
شقی نے بیٹے کا سر ماں کے پاس پھینک دیا

۱۳۷ کیا یہ کو کھ جلی ماں نے پھر عجیب کمال    پسر کے سر کو اٹھایا جو تھا لہو میں لال
جبیں کے بوسے لئے اور کہا بدون ملال    کہ اب میں ہو گئی خوشنود تجھ سے میرے لال
عدو سے پھر یہ کہا اور سر کو پھینک دیا
کہ اس کا لینا ہے مکروہ یہ تو ہے صدقہ

---

# ۸

(۱)
حسینؑ نفس کا انساں کے ہے مظہر تو — جو ذکرِ احمدؐ مُرسل ہیں تو مذکّر تو
امورِ خالقِ اکبر کا ہے مدبّر تو — جو خاک و خون رِدا ہیں تو ہے مدثّر تو
لباسِ باطنِ خلقت کو تو نے دھویا ہے
زمینِ دل میں طہارت کا تخم بویا ہے

(۲)
حسینؑ قدس کا مظہر حسینؑ عبدِ رحیم — حسینؑ نورِ الٰہی حسینؑ علم و عَلیم
حسینؑ باعثِ بخشش حسینؑ حلم و حلیم — حسینؑ مظہرِ قدرت حسینؑ سِلم و سَلیم
خدا کی خلق کو رب سے ملا دیا تو نے
حریمِ قدس کا رستہ دکھا دیا تو نے۔

(۳)
حسینؑ راہِ ہدایت حسینؑ مشعلِ نور — حسینؑ مغفرتِ رب حسینؑ بابِ غفور
حسینؑ رازِ الٰہی حسینؑ غیب و ظہور — حسینؑ بادۂ عرفاں حسینؑ جامِ طہور
حسینؑ وہم سے میرے تو کچھ سوا ہے تو
سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے جانے کیا ہے تو

(۴)
حسینؑ تو ہی بتادے کہ تجھ کو کیا لکھوں — خدا کا نور لکھوں رحمتِ خدا لکھوں
خدائی خلق کا مقصود و مدعا لکھوں — جہازِ امتِ عاصی کا ناخدا لکھوں
ہر ایک ٹوٹے ہوئے دل کا آسرا لکھ دوں
اب اور کیا لکھوں بس مظہرِ خدا لکھ دوں



(۵)
حسینؑ جد ہیں تمہارے حبیبِ یزدانی — تمہارے باپ ہیں خلقِ خدا میں لاثانی
تمہاری والدہ کی شان کس نے پہچانی — تمہارے بھائی کی دنیا نے قدر کب جانی
گھرانہ آپ کا خلقت میں سب سے اعلیٰ ہے
اسی شجر کا تو جنت میں نام طوبیٰ ہے

(۶)
یہ اہلِ بیتؑ ہیں جو خلق کے مطہر ہیں — یہی تو ذکر بھی ہیں اور یہی مذکر ہیں
یہی حجابِ اثر ہیں یہی موثر ہیں — یہی ہیں امرِ الٰہی یہی مدبر ہیں
حسینؑ اِن میں ممیز نشان رکھتا ہے
وہ اپنی سب سے نرالی ہی شان رکھتا ہے

(۷)
قیام "طا" کا جو "ہا" پہ ہوا ہے طٰہٰ میں — خدا نے صاف یہ واضح کیا ہے "طٰہٰ" میں
کہ نو کی پانچ پہ ٹھہری بنا ہے طٰہٰ میں — جلائے مُردے کو ایسی دوا ہے طٰہٰ میں
نہ ہوتے یہ تو کہاں تھا نشاں طہارت کا
نہ ایک کان بھی سنتا بیاں طہارت کا

(۸)
انہی کے واسطے ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہ — سوائے اِس کے نہیں چاہتا ہے یہ اللہ
کہ رِجس سے وہ کرے پاک تم کو خلق اللہ — اور ایسا پاک کہ جیسا کہ حق ہے عند اللہ
سب اہلِ بیتِ نبیؐ پاک کرنے والے ہوں
دلوں میں خلق کے وہ نور بھرنے والے ہوں

(۹)
طہارت عدل ہے، اور عدل بین بین ہی ہے — بنائے عدل محمدؐ کا نور عین ہی ہے
بنا ہے پانچ پہ اور پانچواں حسینؑ ہی ہے — حیات قلب بھی زہراؑ کے دل کا چین ہی ہے
خدا کے گھر میں طہارت کا در لگایا ہے
حسینؑ تو نے عجب کام کر دکھایا ہے

۱۰

ہٹانے آئے لبِ نہر سے جو اہلِ عناد　　ہر اک کا قصد تھا معصوم پر کرے بیداد
خدا کی فوج کو دیتا جو تو بھی اذنِ جہاد　　ہر ایک کہتا کہ پانی ہوا بنائے فساد

بغیر جھگڑے عدو کو جو تو نے جُو دے دی
فضائے دہر میں پانی کو آبرو دے دی

۱۱

حسینؑ ایسی مصیبت اگر نہ تو بھرتا　　گلے کو اپنے نہ تلوار کے تلے دھرتا
جو نوکِ نیزہ پہ قرآں نہ تو اگر پڑھتا　　دکھاتا کیسے کہ مر کر بھی تو نہیں مرتا

حدودِ واجب و ممکن کو یوں مِلایا ہے
حسینؑ تو نے فنا کو بقا بنایا ہے

۱۲

رہا جو سب کی ہدایت میں غرق صبح و شام　　دکھا دیا ترا ہر کام ہے خدا کا کام
جتا دیا کہ تو ہی رب ہے خدا کا اصلی نام　　وہ تیرا ہو گیا تو اس کا یہ ہوا انجام

حدوث اور قِدم کو ملا کے چھوڑا ہے
دوئی کے نام کو بالکل مٹا کے چھوڑا ہے

۱۳

تمام خلق تو رہتی ہے حق سے کوسوں دور　　وہ جانتے ہی نہیں ہے بھی کوئی عالمِ نور
ملے جو درد تو مل جائے نُورِ دل کو ضرور　　قبول کر لیا اس کے لئے ستم کا وفور

لہو کو آلِ نبیؐ کے جو یوں بہایا ہے
یہ تُو نے خالق و مخلوق کو ملایا ہے

۱۴

گناہ گار بچیں شر سے تو نے چاہا تھا　　اگر خیال نہ ہوتا نجاتِ اُمّت کا
تو ہو گیا تھا بدن جب لہو لہاں سارا　　جو چاہتا تو فلک پر یونہی چلا جاتا

فرس سے اپنے تئیں کس لئے گرانا تھا
تجھے زمیں پہ نیا آسماں بنانا تھا



۱۵

کسی قبیلہ کی بی بی جو ہووے بے توقیر　　بلا قصور بہ ذلّت کریں اُسے تشہیر
تو اس قبیلے کے ہوں مرد و زن کے دل تغیر　　کریں لباس مزیّن سے فطرتاً تنفیر

حرم کو اپنے جو یوں ننگے سر پھرانا تھا
دلوں کو زینتِ دنیا سے یوں ہٹانا تھا

۱۶

ہمارے نفس کی حالت کو تو نے جب دیکھا　　تو اس کو اہلِ عذابِ شدید کا پایا
یہ تو نے چاہا کہ بن جائے اہلِ رحمت کا　　تو جانتا تھا الم نفس کے لئے ہے دوا

یہ سیلِ خون کو یوں جو عبور کرنا تھا
ہمارے نفس سے غفلت کو دور کرنا تھا

۱۷

ہمیں مگر نہیں معلوم ہے نجاست کیا　　نہ یہ خبر ہے کہ ہے باطنی طہارت کیا
خدا کا رحم ہے کیا اور اس کی رحمت کیا　　نبیؐ کی آل کی، اللہ کی محبّت کیا

یقینِ غیب ہے کیا، نور کس کو کہتے ہیں
خدا کا قرب ہے کیا، دور کس کو کہتے ہیں

۱۸

حسینؑ تو نے کئے حل سبھی مسائل ہیں　　بحارِ معرفتِ رب کے یہ ہی ساحل ہیں
شروطِ حُبِّ علیؑ میں سبھی یہ داخل ہیں　　وہ کیسے جانیں جو مہریں لگے ہوئے دل ہیں

اگر طلب ہو تو ناپاک و پاک سمجھے گا
جسے طلب ہی نہ ہو گی وہ خاک سمجھے گا

۱۹

کہیں گے لوگ کہ اتنی ہمیں سمجھ ہی نہیں　　کہ ایسی چیز کو ہم سن سکیں سمجھ ہی نہیں
پھر اس پہ غور بھی کیسے کریں سمجھ ہی نہیں　　بھلا بتاؤ کریں کیا جنہیں سمجھ ہی نہیں

تمام دین میں ہم نے تو یہ ہی جانا ہے
نجات کے لئے آنسو بڑا بہانا ہے

جنابؑ ہم سے تو ہر ایک نے یہی ہے کہا — کہ جس نے دہرِ دَنی میں غمِ حسینؑ سہا
(۲۰)
اور اس کی آنکھ سے اک قطرہ بھر بھی اشک بہا — وہ دُر ہے آب کی جس کی نہیں زمیں پہ بہا

جنابِ سیّدہؑ آتی ہیں اُس کے لینے کو
یہ خوں بہا ہی تو ہے جنّت کے دام دینے کو

مگر جناب کبھی آپ نے سُنا بھی ہے — خدا کا قولِ یہ قرآن میں پڑھا بھی ہے
(۲۱)
کسی نے آپ سے اِس بات کو کہا بھی ہے — خدا جِلاتا ہے سب کو تو مارتا بھی ہے

جو بخشتا ہے تو بدلہ بھی وہ ہی لیتا ہے
جزا بھی دیتا ہے لیکن سزا بھی دیتا ہے

ہر اک عمل کی ملے گی وہاں جزا معقول — مگر یہ شرط ہے اس میں نہ ہو ریا کا شمول
(۲۲)
کتاب یا کہ خبر ہر جگہ ہے یہ منقول — کہ متّقین کے ہوں گے فقط عمل مقبول

قبول ہوں گے عمل متّقی تو بن جاؤ
یقیں ہے دہر سے عقبیٰ کو پھر مگن جاؤ

خدا کا قول یہ قرآں میں صاف ہے مذکور — ہر ایک نفس کے امکاں سے بات ہے یہ دور
(۲۳)
قبول کر سکے ایماں بغیر اذنِ غفور — نہ کام عقل سے جس نے لیا تو ہے یہ ضرور

کہ ایسے شخص پہ وہ رِجس ڈال دیتا ہے
اور اپنے لطف و کرم سے نکال دیتا ہے

کہیں گے لوگ کہ یہ کیا خدا کی عادت ہے — کسی کو اِذن نہ دینا کہاں کی رحمت ہے
(۲۴)
یہ وسوسہ بھی یہاں نفس کی خباثت ہے — بیاں مثال میں کرنا خدا کی سنّت ہے

جو حکم عقل کا ہے حکم وہ خدا کا ہے
وہ اِذن عقل کا ہے اذن جو خدا کا ہے



اسی کے جزوِ مؤخّر سے صاف ہے ظاہر — سمجھ سے کام نہ لے جو نہ ہو سکے طاہر
(۲۵)
ہر ایک اب تو سمجھ لے گا ظاہر و باہر — جو ناسمجھ ہوں اُنہی پر رہے خدا قاہر

خدا کے دین میں پہلا یہ فرض داخل ہے
سمجھ سے کام کرے جو خدا کا قائل ہے

بس اب تو بچ نہیں سکتے ضرور ہے یہ بات — قبول ہوتے ہیں بس متّقین کے حسنات
(۲۶)
ہر ایک غور کرے کیا ہیں متّقی کے صفات — نہیں تو ضائع ہی ہوگی عمل کی کائنات

بلند منزلِ تقویٰ کی بات جانے دو
جو ابتدا ہے اسے تو سمجھ میں آنے دو

نبیؐ و آلِ نبیؐ نے ہمیں بتایا ہے — کہ اہلِ بیتؑ کی الفت ہی روحِ تقویٰ ہے
(۲۷)
نبیؐ کی آل کی اب سوچیئے وِلا کیا ہے — یہ چیز وہ ہے کہ جس کا سبھی کو دعویٰ ہے

ہر ایک کرتا ہے دعویٰ کہ وہ وِلائی ہے
مگر کہے کوئی ڈگری بھی اس نے پائی ہے

سمجھ سے کام لو کیا چیز ہے وِلا سمجھو — کہاں سے ہوتی ہے الفت کی ابتدا سمجھو
(۲۸)
نہیں ہے کوئی یہ منطق کا مسئلہ سمجھو — پہاڑ اوٹ ہے تِل کی چھپا ہوا سمجھو

کمالِ نفس ہیں محبوب کے جو پا جائے
طلب یہ ہو کہ مرے نفس میں وہ آجائے

وِلا کی بس یہی ادنیٰ ترین منزل ہے — اسی طلب میں شب و روز غرق جو دل ہے
(۲۹)
یہ جانیئے کہ ہوئی حل ہر ایک مشکل ہے — وہ متّقی ہے اور اہلِ وِلا میں شامل ہے

اسی کے سارے عمل بھی قبول ہوتے ہیں
کہ خوش اسی سے خدا اور رسولؐ ہوتے ہیں

(۲۰)
نمازِ عید میں کرتے ہیں سب یہی تو دُعا — الٰہی بہرِ رسولؐ کریم و آلِ عبا
تمام خیر میں داخل ہمیں بھی کر مولا — وہ خوبیاں کہ اُنہیں جن میں تو نے ڈالا تھا
ہر ایک قسم کے شر اُن سے جو رکھے تھے دور
انہی کا واسطہ کر دے ہمیں بھی ان سے دور

(۲۱)
ہمیں جو دل سے طلب ہو تو کام ہوں سب ٹھیک — انہی کی آلؑ کے دربار سے ہی مانگیں بھیک
ہمیں بھی نور عطا ہو نہ دل رہے تاریک — یہی وہ راہ ہے جو بال سے بھی ہے باریک
ولائے ہی ہے یہ ہی اصلِ دین و مذہب ہے
یہی ہے حُبِّ نبیؐ یہ ہی اُلفتِ رب ہے

(۲۲)
ہوا ہے ایک تو حل دوسرا ہے اب یہ سوال — وہ رجس کون سا ہے جس سے دور ہے سب آلؑ
خدا سے جس کے ہوں طالب ہمیں بھی اس سے نکال — خروج جس سے کہ ہے باعثِ حصولِ کمال
ملے جو اس سے طہارت تو چین ہو جائے
رسولؐ اُس کا اُسی کا حسینؑ ہو جائے

(۲۳)
کریں جو سیرِ حدیث و کلامِ ربِّ غفور — سمجھ میں آئے گا اس سے جو ہے وہاں مذکور
ہر ایک نفس میں کل تین رجس ہیں مستور — جو دو بھی اُن میں سے خارج ہوئے تو پائیں نور
وہ ایک ریب ہے دیگر ہویٰ کی الفت ہے
جو تیسری ہے وہ شہوات کی محبت ہے

(۲۴)
بیانِ ریبِ حقیقی کا یاں ہے ناممکن — کلام سے کوئی کر دے عیاں ہے ناممکن
بلا چلے کوئی پہنچے وہاں ہے ناممکن — سمجھ سکے کوئی رازِ نہاں ہے ناممکن
وجودِ نور کا احساس جب کہ پیدا ہو
اسی سے قلب پہ یہ راز بھی ہویدا ہو



(۲۵)
رہیں نجاستِ باطن سے دو ہویٰ و شہوت — تو ان کا جوش مٹانے کی سب میں ہے طاقت
نہیں گھٹائیں تو دیکھیں خدا کی پھر قدرت — گھٹے نہ جوش تو مانگیں حسینؑ سے نصرت
غم اُس کا خواہش و جذبات کو گھٹا دے گا
جناب وہ تو ہویٰ کی ہوا اُڑا دے گا

(۲۶)
علیؑ کے قول سے بھی الفتِ ہویٰ ہے شرک — کہا خدا نے ہر اک ظلم سے بڑا ہے شرک
رسولؐ نے بھی اسے باطنی کہا ہے شرک — خفیف سا تو بہت سوں میں ہی رہا ہے شرک
کلامِ حق نے کہا کفر حُبِّ شہوت کو
یہ کم نہ ہو تو نہ پہنچے خدا کی رحمت کو

(۲۷)
کروں بیاں جو ہر اک لفظ کی جدا تفصیل — تو پھر حضور قضیہ بڑا ہو طول طویل
لکھوں نہ کچھ تو ہر اک کچھ نہ کچھ کرے تاویل — کہیں گے سب یہی سب کچھ کہا بغیر دلیل
اسی خیال نے مشکل میں جان ڈالی ہے
تو غم کی بات ہے کیا جب اللہ والی ہے

(۲۸)
خدا کا قول ہے جانو نہیں کچھ اس کے سوا — کہ ہے جو سب سے کمینی وہ زندگی ہے کیا
وہ لہو و لعب ہے بے فائدہ جو کام کیا — اور ایک دوسرے پر فخر اور دکھلاوا
اور ایک مال کی اولاد کی محبت ہے
نمود و نام کی خواہش اک اور آفت ہے

(۲۹)
نظر میں جس کی بھی اس زندگی کی زینت ہے — تو اُس کے دل میں چھپی کفر کی نجاست ہے
اسی سے پاک کرے دل یہی طہارت ہے — خداؐ، رسولؐ، علیؑ سب کی یہ مشیت ہے
کہ دل نجاستِ باطن سے پاک ہو جائیں
خباثتیں جو ہیں سب جل کے خاک ہو جائیں

سواریاں کہ مکان و زمین و مال و منال ۔۔۔ انہی کی چاہ کی اُلفت دَنی حیات کا مال
(۴۰) یہ سب ہیں شہ و تن، باقی رہا ہوئی کا سوال ۔۔۔ حسد، غرور، تکبّر اسی کی مثل خیال
نمود و نام کی شہرت کی، جاہ کی خواہش
غرض ہوئی ہے ہر اک ایسی چاہ کی خواہش

یہ دیکھ لیجئے قرآں میں صاف آیا ہے ۔۔۔ کہ آخرت کا یہ گھر ہم نے جو بنایا ہے
(۴۱) اسی کے واسطے ہے صرف یہ جتایا ہے ۔۔۔ نہ جس کو دہر میں بالکل فساد بھایا ہے
زمیں میں کوئی بلندی نہ اُس نے چاہی ہے
فساد کی نہ کوئی بات دل میں آئی ہے

یہ متقین کی خاطر ہے آخرت کا گھر ۔۔۔ اسی کی کرتے ہیں تفسیر اس طرح حیدرؑ
(۴۲) کہ لائے دل میں اگر یہ خیال کوئی بشر ۔۔۔ کہ میری جوتی کا تسمہ ہو غیر سے بہتر
یہ جان لو وہی مصداق ہے اس آیت کا
رکھو خیال یہ نکتہ ہے رب کی حکمت کا

یہ خواہشات و ہوئی شرکِ باطنی ہیں سب ۔۔۔ یہی مصائب و آلامِ دنیوی کا سبب
(۴۳) اگر ہو نفس میں پیدا نشانِ الفتِ رب ۔۔۔ ہر ایک کام کی ہوگی وہی محرک تب
ادائے فرض کو ہر ایک کام ہوئے گا
ہوئی و حرص کا مفقود نام ہوئے گا

یہی ہوئی و ہوس ہیں دلوں کی بیماری ۔۔۔ یہی ہے قولِ علیؑ قولِ ایزدِ باری
(۴۴) سبب یہ اس کا ہے غفلت ہے نفس پر طاری ۔۔۔ اسی سبب سے اسے غیب سے ہے بیزاری
ہوئی کی دور ہو غفلت تو ہوش آئے گا
صفاتِ اہلِ جناں کی تمام پائے گا



سوال اب ہے کہ غفلت کی پھر دوا کیا ہے ۔۔۔ اور اس مریض کے پرہیز کی غذا کیا ہے
(۴۵) برائے قطع ہوئی دے جو فائدہ کیا ہے ۔۔۔ مٹائے نفس کی غفلت وہ قاعدہ کیا ہے
ملے جو کھانے کو غم، خونِ دل ہو پینے کو
بچت ہوا اس سے جو جی چاہتا ہے جینے کو

اک اور بات تفکر میں کیجئے شامل ۔۔۔ اُٹھے وہ کیسے کہ سویا ہوا ہو جو غافل
(۴۶) وہ چاہ جس پہ کہ سوتے میں نفس ہو مائل ۔۔۔ کہ جیسے گرمی و سردی ہوا میں ہو داخل
تو بادکش کہ مہیا کوئی لباس کرے
اٹھے گا نیند سے کیسے یہ کوئی آس کرے

خدا کا حکم ہے یہ اہلِ دین سے کہہ دو ۔۔۔ کہ اپنے نفس کو تم خواہشات سے روکو
(۴۷) یہ سو رہا ہے جو غافل اِسے اذیت دو ۔۔۔ یہ جاگنے پہ کرے گا وہی جو تم چاہو
ہوائے نفس کو روکے جسے یہ بھائے گا
پناہ گاہ وہ خلدِ بریں میں پائے گا

ہر ایک "چاہ" پہ گر دل سے پوچھ لو تم، کیوں ۔۔۔ تو عقل کیوں نہ ملے اور سمجھ رہے گم کیوں
(۴۸) امورِ حق میں رہیں پھر حواس گم سم کیوں ۔۔۔ اور اہلِ عقل کریں آپ پر تبسّم کیوں
اسی سے قلب میں احساسِ غیب ہو جائے
اسی سے قلب سے اذہابِ ریب ہو جائے

یہ ہے حقیقتِ امری نہیں ہے افسانہ ۔۔۔ قبول کیجئے دل سے نہ کیجئے نہ نہ
(۴۹) جو کر دکھائے کوئی ہمت جوانانہ ۔۔۔ تو دل کی آنکھ سے دیکھے وہ روئے جانانہ
نفوس دیکھ لیں حسنِ ازل تو بے کل ہوں
ہوئی و حرص کے اعضائے جسم سب شل ہوں

(۵۰)
پئے عمل تو توجہ تمام ہے درکار — یہاں تو ہوگئی اپنی عجیب حالتِ زار
یہ کیسے ہو نہ کریں ترک جبکہ کاروبار — دَنیٔ حیات کو ہم نے بنالیا ہے شعار
کسی کا لطف و کرم ہو کوئی مدد کر دے!
ہمارے قلب کو صدق و صفا سے خود بھر دے!

(۵۱)
ہماری فکر تھی یہ ہی نبیؐ کے جانی کو — اسی لئے وہ ترستا تھا بوند پانی کو
ہویٰ سے لڑنے کو بھیجے غمِ نہانی کو — قلوب بھولیں نہ اکبرؑ کی نوجوانی کو
اسی کی یاد سیاہی دلوں کی دھو جائے
ہویٰ کا جوش ہجومِ الم میں کھو جائے

(۵۲)
اسی کے ذیل میں انجیل میں بھی ہے آیا — سفید پوشوں کا مجمع مجھے نظر آیا
لباس انہوں نے ہے برّے کے خون سے دھویا — بِنائے دہر سے ذبح ہوا ہے جو برّا
نہیں ہے صرف یہ اشکوں سے رُخ بھگونے کو
یہ خونِ پاک ہے باطن کا رِجس دھونے کو

(۵۳)
حسینؑ کُل کے مطہر رسولؐ کے جانی — سرورِ قلبِ بتولؑ و حبیبِؑ یزدانی
ہمارے واسطے دی ہے عجیب قربانی — نہ مل سکا ترے بچوّں کو بوند بھر پانی
ہمارے واسطے پیاسوں نے دُکھ اٹھائے ہیں
ہمارے واسطے بچوّں نے تیر کھائے ہیں

(۵۴)
حسینؑ تو نے دکھائے عجیب نظارے — درِ خیام پہ بچے کھڑے ہیں بیچارے
کلیجے ننھے سے بریاں ہیں پیاس کے مارے — زبانِ خشک پہ بس العطش کے ہیں نعرے
عدو ہیں گھیرے ہوئے مصطفٰےؐ کے جانی کو
ترس رہے ہیں حرم آہ بوند پانی کو



(۵۵)
شبِ دہم کے بیاں میں یہ ذکر ہے آیا — بُریرؑ نے جو زبوں حال بچوں کا پایا
بڑی شجاعت و ہمت کا کام دکھلایا — کہ نہر سے وہ جری ایک مشک بھر لایا
رکھی جو در پہ تو چوگرد گھر گئے بچے
عطش کے جوش میں سب اس پہ گر گئے بچے

(۵۶)
بڑا غضب ہوا پیاسوں کی سو گئی تقدیر — دہانہ کھل گیا ریتی پہ بہہ گیا سب نیر
ہجومِ یاس سے تڑپے وہ کودکانِ صغیر — پسر امیر کے اک جامِ آب کو ہیں فقیر
تمہارے واسطے یارو یہ دُکھ اُٹھاتے ہیں
ارے حسینؑ کے بچے پچھاڑیں کھاتے ہیں

(۵۷)
کہو پکار کے پیارے حسینؑ کے بچوّ — ہماری سیدہؑ کے دل کے چین کے بچوّ
ہمارے فاتحِ بدر و حنین کے بچوّ — شہیدِ جورِ شہہِ مشرقین کے بچوّ
ہمارے واسطے کیسے ستم سہے پیارو
یہ ظلم ننھی سی جانوں پہ! آہ بے چارو

(۵۸)
ہمیں بدی سے بچانے کو پیاس سے تڑپے — کبھی تو پانی کے ملنے کی آس سے تڑپے
شہید ہوگیا سقّہ تو یاس سے تڑپے — کبھی طمانچوں کے ڈر سے ہراس سے تڑپے
خدا کی خلق پہ احسان کر گئے بچوّ
دلوں میں درد کو مہمان کر گئے بچوّ

(۵۹)
خدا کرے نہ تمہاری میں پیاس کو بھولوں — تمہارے دل کی نہ پانی کی آس کو بھولوں
تمہارے درد کو بھولوں نہ یاس کو بھولوں — نہ ظلم و جور کے خوف و ہراس کو بھولوں
ستائے جائے مرے دل کو یاد بچوّں کی
ادیم ہے یہی دنیا میں داد بچوّں کی

# ۹

۱
حسینؑ عدل کی میزانِ کاملہ تُو ہے — تُو ہی ہے پلّۂ میزاں تو ہی ترازو ہے
حسینؑ تجھ میں حبیبِ خدا کی خُوبُو ہے — پھنسائے حُر کو بھی وہ دامِ تیرا گیسو ہے
عجیب رشتہ خدائی سے تُو نے جوڑا ہے
کہ قتل ہو کے خدا ہی کو لے کے چھوڑا ہے

۲
حسینؑ خلق میں محبوبِ کبریا ہے تو — کمالِ منزلتِ اُلفتِ خدا ہے تو
خدا کا وہم ہو جس پر وہ ناخدا ہے تو — نہیں خدا تو خدا سے کہیں جُدا ہے تو
جو تو نے خاک میں اپنے کو یوں ملایا ہے
مٹا کے آپ کو نقشِ دوئی مٹایا ہے

۳
برائے نام مسلماں تھے سب عرب والے — سب ہی تھے کہنے کو حُبِّ نبیؐ کے متوالے
دلوں میں جن کے تھے بغض و عناد کے پالے — اُنہی نے تم پہ چلائے ہیں تیر اور بھالے
عمل کو خلق کے اِس طرح تو نے تولا ہے
شمار کرنے کو تیرا ہی خون بولا ہے

۴
عبور تو نے کیا ہے جو نہرِ خون کا گھاٹ — لہو سے کُفر کی کھائی کو بھی دیا ہے پاٹ
بڑھا جو تول کے شمشیرِ حق وہ کی ہے کاٹ — محلِ شرک کو بالکل کیا ہے بارہ باٹ
یہ ظاہر اترا کنبہ جو بارہ باٹ ہوا
تو تو عمل کی ترازو کا آپ باٹ ہوا



۵
ترازو جس پہ تلیں گے عمل حسینؑ ہی ہے — اور اُس کا پلہ بھی احمدؐ کے دل کا چین ہی ہے
عمل کا وزن بھی زہراؑ کا نورِ عین ہی ہے — غرض عمل کے لئے جو بھی ہے حسینؑ ہی ہے
نہ کیسے ہو کہ خدا و نبیؐ کا پیارا ہے
اُسے بہ ظلم و ستم بے گناہ مارا ہے

۶
خیال ہے کہ نہ ایراد ہو رقیبوں کا — کہ ایک ہونا عجوبہ ہے چند چیزوں کا
مگر خیال کہاں جائے اُن غریبوں کا — یہ قاعدہ ہے زبانِ عرب کے صیغوں کا
کہ ایک وزن پہ سارے وہ تولے جاتے ہیں
ترازو میں بھی ہیں اور وزن بھی کہلاتے ہیں

۷
زبانِ خام میں سمجھیں کہ لفظ ہے اک نور — اسی کے وزن پہ ہے سب کہیں گے لفظِ حُور
عدد میں حرف برابر صدا میں ایک سُرور — یہی تو وزن ہے اب تو سمجھ گئے ناحضور
بِنا بنا ہے یہی وزن اُس پہ ٹکتا ہے
وہی تو ہوتی ہے میزان جس پہ تُلتا ہے

۸
کہا ہے رب نے کہ ثقلین ثقل جن کی میزانیں — حیاتِ مرضیِ رب میں رہیں گی وہ جانیں
مگر یہ ثقل ہے کیا اُس کو کیسے پہچانیں — اُسے جو جانیں تو اللہ و مصطفےٰ جانیں
عجیب ہے یہ پہیلی کسی سے پُوچھ نہ لیں
اَتہ پتہ ہی خدا کے نبیؐ سے پُوچھ نہ لیں

۹
بتا گئے ہیں نبیؐ پھر ہمیں ضرورت کیا — معمہ ہو گیا حل پوچھنے کی حاجت کیا
میں ثقل چھوڑتا ہوں دو انہیں وصیت کیا؟ — نہیں دکھائے ہیں دونوں کتاب و عترت کیا؟
یہی ترازو کے پلّے ہیں اِن پہ تو لو تو
عمل ہیں تُلنے کے قابل جناب بولو تو

(۱۰)
نبیؐ تو کہہ گئے، نہاقِ خدا کے انسانو — عمل کے خلق کی میزان تم ہمیں مانو
مجھے جو سمجھا تو ڈنڈی کو مرتضےٰ جانو — اور اُس کی ڈوریاں ہیں فاطمہؑ یہ پہچانو

اور اُس کے پلّے حسنؑ اور حسینؑ ہیں دونوں
یہ جان لو یہ مرے دل کے چین ہیں دونوں

(۱۱)
اور ایک یہ بھی ہے قولِ رسولؐ نیک صفات — عمل کے خلق کی میزان ہے علیؑ کی ذات
تمام ائمہؑ اطہار نے کہی یہ بات — کہ ہم عمل کی ہیں میزاں برائے مخلوقات

غرض یہ ہے کہ عمل کی ترازوئیں یہ ہیں
خدائے عزّ و جل کی ترازوئیں یہ ہیں

(۱۲)
دکھائی ہے جو روایات میں ترازو ایک — تلیں گے جس پہ ہر اک کے عمل قبیح و نیک
اسے جو مانیں تو کیا ہے اسی پہ دین کی ٹھیک — ذرا بتائیے کس چیز کی لگے گی ٹیک

عمل ترازو میں کس طرح سے سمائیں گے
بتاؤ باندھ کے کس چیز میں چڑھائیں گے

(۱۳)
کہی گئی سُفہائے عرب سے گو یہ بات — بتا گئے ہیں مگر اصل بھی شہہِ خوش ذات
دلِ خبیث ذرا سوچ لے یہ سب حالات — ترا خیال ہے کیا، کیسے ہیں ترے جذبات

ارے بتا! یہ تری کیسی بے خیالی ہے؟
ترے ریاض کا دامن ثمر سے خالی ہے

(۱۴)
صلوٰة و صوم پہ دینِ خدا کی ہے بنیاد — بھرے جو اِن سے کرے اپنے نفس پر بیداد
یہی مٹاتے ہیں دل سے خیالِ شر و فساد — مگر خیال رکھیں یہ نہیں ہیں اصل مراد

رجوعِ قلب سے جو بھی نماز پڑھتا ہے
عمل میں اُس کے بتدریج وزن بڑھتا ہے



(۱۵)
نہیں ہیں یہ وہ عمل جو دکھائے جائیں گے — جو تولنے کو ترازو پہ لائے جائیں گے
ہوئے ہیں پورے گنہ بخشوائے جائیں گے — نہیں تو جانبِ دوزخ ہنکائے جائیں گے

یہ خود تو دین نہیں، دین کا طریقہ ہیں
گر یہ درستیٔ اعمال کا ذریعہ ہیں

(۱۶)
اگر عمل یہ نہیں ہیں تو پھر عمل کیا ہے؟ — یہ ہے معمہ مشکل اب اس کا حل کیا ہے؟
کہیں گے لوگ یہ پیدا ہوا خلل کیا ہے — ہمارے پہلے عقائد میں کوئی بل کیا ہے

کریں جو غور تو عقدہ یہ صاف کھل جائے
چڑھی ہے دل پہ جو سیاہی تمام دھل جائے

(۱۷)
خدا کا دین ہے کیا، پہلے یہ سمجھ تو لو — سمجھنا چاہو تو دل کی ذرا گرہ کھولو
سُنا نہیں ہے ترازو کا سب بیاں بولو! — اُسی ترازو پہ اپنا ہر اک عمل تولو

خدا کے دین میں ایقاں وہی تو رکھتے ہیں
جو اس کسوٹی پہ نقدِ عمل پرکھتے ہیں

(۱۸)
عمل ہیں وزن کے قابل یہ سوچیے کیا کیا — وہ ہیں جناب امورِ معیشتِ دنیا
حصولِ رزق کے سب کام مزد و بیع و شرع — حقوقِ زوجہ و اولاد یا ذوی القربیٰ

ہوائے نفس سے ہوں شرک بالیقیں ہیں یہ
رضائے حق کے لئے ہوں تو عینِ دیں ہیں یہ

(۱۹)
بشر کو رہتی ہے ہر وقت خواہشِ آرام — اگر حصولِ مقاصد میں وہ رہے ناکام
تفکرات میں رہتا ہے غرق صبح و شام — اسی سے قلب پہ رہتا ہے اضطرار مدام

اسی کے واسطے وہ سارے کام کرتا ہے
اسی پہ جینے کی خاطر مدام مرتا ہے

کسی کی ہوتی ہے زوجہ جو مبتلائے الم ۔۔۔ یا ہو عزیز و اقارب پہ کوئی ظلم و ستم
کسی کو یا کبھی اولاد میں سے پہنچے غم ۔ (۲۰) تو اس کے دل کو اذیت ہو، چشم ہو پُرنم
وہ ایسے وقت تو خدمت ضرور کرتا ہے
اِسی سے اپنی اذیت کو دور کرتا ہے

سرور جب کہ ہو اولاد کو، یہ ہو مسرور ۔۔۔ بچی بنی جو ہو زوجہ، الم ہو دل سے دور
کوئی عزیز و اقارب میں ہو نہ بے مقدور (۲۱) جو چاہتا ہو وہی کر سکے نہ ہو مجبور
اِسی کے واسطے جامِ ہوس یہ پیتا ہے
اسی اُمید پہ مر مر کے ہی یہ جیتا ہے

غرض کہ دفعِ اذیت ہو یا حصولِ سُرور ۔۔۔ ہر ایک قلب میں ہو گی طلب اُنہی کی ضرور
یہی تو کرتی ہے ہر کام پر اسے مجبور (۲۲) بغیر سوچے کرے خواہ عقل سے ہو دور
کمینی زندگی اِس کو قرآن کہتا ہے
اِسی کو شرکِ حقیقی کی جان کہتا ہے

مگر جو قطع ہوں یہ خواہشاتِ حیوانی ۔۔۔ تو پھر یقیں ہے بشر پائے شانِ انسانی
خدا کے واسطے ہر دم کرے گا قربانی (۲۳) ملیں گی نفس کو کچھ کچھ صفاتِ رحمانی
خدا کی خلق میں سب پر شفیق ہوئے گا
یہ جانیئے کہ خدا بھی رفیق ہوئے گا

اِسی غرض سے ہے روزہ اسی غرض سے نماز ۔۔۔ کہ اِن سے پیدا ہوں دل میں صفاتِ عجز و نیاز
قلوب جان لیں راہِ خدا کے کچھ انداز (۲۴) نبیؑ کی آلؑ کے مکشوف ہوں دلوں پر راز
یہ ہے خدائے ازل کے رسولؐ کا رستہ
علیؑ، حسینؑ، حسنؑ کا بتولؑ کا رستہ



وہ راہ یہ ہے کہ ہو بے غرض ہر ایک عمل ۔۔۔ صدا یہ دل کی ہو آلِ نبیؐ کی راہ پہ چل
نہ حرص ہو نہ ہوس اس میں ہو نہ مکر و دغل (۲۵) چلے نہ غیر رضائے خدائے عز و جل
یہی منازلِ ایماں سے ایک منزل ہے
یہی سمندرِ ایقاں کا ایک ساحل ہے

زیارتِ شہِ مظلومؑ سیدِ ذیجاہ ۔۔۔ پڑھا جو کرتے ہیں سب اپنے برائے عفوِ گناہ
تو کہتے ہیں کہ خدا و نبیؐ ہیں اِس پہ گواہ (۲۶) کہ میری راہ ہے بالکل وہی جو تیری راہ
مطیع تیرا ہر اک امر میں مِرا دل ہے
وہ تیرے کام کی گویا شبیہہ کامل ہے

کہیں گے لوگ محال ایسا کام ہے صاحب ۔۔۔ کہ ایسا فعل تو فعلِ امامؑ ہے صاحب
جو دینِ آلؑ اِسی کا ہی نام ہے صاحب (۲۷) تو ایسے دین کو اپنا سلام ہے صاحب
جو ایسی ہو تو بھلا ہم سے کب نماز آئے
یہی جو دینا ہو پھر ہم تو اس سے باز آئے

اسی طرح کی کیا کرتے ہیں جو لوگ مقال ۔۔۔ یہاں یہ بحث میں آتے ہیں صرف دو ہی سوال
عمل جو کر کے دکھاتی رہی نبیؐ کی آلؑ (۲۸) وہی تھے اُن کے عمل کیا وہی تھا اُنکا کمال؟
صلوٰۃ و صوم سے تحصیلِ نور کرتے تھے؟
دلوں سے اپنے نجاست کو دُور کرتے تھے؟

سوال دوسرا یہ ہے جو ہو یہی ایماں ۔۔۔ تو پھر زمانے میں نکلے نہ ایک بھی انساں
جسے کہیں کہ یہ مومن ہے صاحبِ ایقاں (۲۹) جو ہو محال نہیں ہے وہ مذہبِ یزداں
خدا سے کیسے بشر ایسے بار پائے گا
جو بار اُٹھا نہ سکے کیسے بار پائے گا

(۳۰)
جو پہلی بات ہے اُس کا ہی پہلے حل ہے ضرور — تمام خلق سے ہے بے نیاز ربِ غفور
ہر ایک فرد بھی حاضر رہے جو اُس کے حضور — محال ہے جو اُسے مل سکے ذرا بھی سرور
نہ ایک فرد بھی مانے اُسے زمانے میں
تو فرق آئے نہ قدرت کے کارخانے میں

(۳۱)
جو اُس کی حمد کرے کوئی اُس کو کیا مطلب — سرِ نیاز دھرے کوئی اُس کو کیا مطلب
جو اُس کا دم بھی بھرے کوئی اُسکو کیا مطلب — غرض جیئے کہ مرے کوئی اُس کو کیا مطلب
عمل تو جانبِ عامل ہی لَوٹ آتا ہے
صفت کرے تو اُسی کی صفات پاتا ہے

(۳۲)
نماز دل کے لئے باعثِ طہارت ہے — وہ دُور ہوتی ہے جو قلب میں خباثت ہے
یہی حصولِ طہارت کی اک ریاضت ہے — اور ایک صوم ہے وہ نفس پر امارت ہے
سمجھتے ہیں جو نمازی ہیں اور ذاکر ہیں
کہ سب یہ تزکیۂ باطنی کی خاطر ہیں

(۳۳)
کوئی بتائے مطہر کی ہو طہارت کیا؟ — اُسے ہے تزکیۂ نفس کی ضرورت کیا؟
بتاؤ دے گی اُسے فائدہ عبادت کیا؟ — جو خود ریاض ہو اس کے لئے ریاضت کیا؟
نجس جو ہو اُسے دھونا ضرور ہوتا ہے
بتاؤ ماءِ مطہّر کو کوئی دھوتا ہے؟

(۳۴)
نہ اُن کو ایسے عمل سے تھا فائدہ کچھ بھی — نہ اُن کے واسطے تھا فرضِ عائدہ کچھ بھی
مگر نہ اُن کے تھے اعمالِ زائدہ کچھ بھی — برائے خلق بناتے نہ قاعدہ کچھ بھی؟
مطہّرین ہیں طٰہٰ جو نام اُن کا ہے
وہ کاملین ہیں تعلیم کام اُن کا ہے



(۳۵)
خبر بھی اس کی ہے معصوم کون ہوتا ہے؟ — وہ کس کے واسطے کشتِ عمل کو بوتا ہے؟
وہ کس کے واسطے ہنستا ہے اور روتا ہے؟ — مژہ میں کیوں وہ دُرِ اشک کو پروتا ہے؟
یہ سب سکھانے کی خاطر ہے اور تقیہ ہے
گواہ اس پہ تو اللہ کا بقیہ ہے

(۳۶)
ہو ایک شخص جو پیدا ہی خلق میں معصوم — ہے عبدِ کاملِ خلّاق ایزدِ قیوم
تمام علمِ ازل اور ابد اُسے معلوم — رہے مگر پئے تطہیرِ خلق وہ مغموم
ہر ایک کام سکھانے کو پھر وہ کرتا ہے
برائے خلق ہی جیتا ہے اور مرتا ہے۔

(۳۷)
نہ اُس کو کھانے کی حاجت ہے اور نہ پینے کی — نہ موت کی ہے ضرورت اُسے نہ جینے کی
اُسے تو فکر ہے امّت کے ہی سفینے کی — کہ اُن کو آئے سمجھ قاعدے قرینے کی
غنی ہیں وہ نہیں اپنے لئے ضرورت کچھ
کبھی نہ اُن کو ہوئی مادے کی حاجت کچھ

(۳۸)
یہ سب ہے اس لئے خلقت میں جو کوئی چاہے — کہ اس کے قلب سے بھی رجسِ باطنی جائے
طلب ہو قوتِ ادراک نفس میں آئے — تو چاہ دل میں رکھے ان کی نقل کر پائے
طلب ہو نقل کروں اُن کی، یہ محبت ہے
اگر طلب نہ ہو، ہر ایک کام بدعت ہے

(۳۹)
نمازِ عید میں کرتے ہیں سب یہی تو دُعا — مگر سمجھتے نہیں کیا قنوت میں ہے پڑھا
الٰہی آلِ نبیؐ و رسولؐ کا صدقہ — جو خوبیاں انہیں دیں کر وہی ہمیں بھی عطا
نکال ہم کو بھی وہ جس زبان سے نکلے
یہ لفظ دل سے کہے یا زبان سے نکلے؟

(۴۰)
طلب ہو دل سے یہی بس یہی تو مذہب ہے — نماز روزے کا سارا یہی تو مطلب ہے
سوال دوسرا ابھی صاف ہو چلا اب ہے — یہی ہے دیں یہی ایمان اور یہی سب ہے

طلب یہ دل میں ہو ہم اُن کی نقل کر پائیں
عمل ہمارے بھی سارے درست ہو جائیں

(۴۱)
جسے طلب یہ نہیں ہے تو وہ نہیں مومن — نہ دل میں جس کے یہ خواہش ہو وہ نہیں مومن
ستائے جو کہ خلائق کو وہ نہیں مومن — بنے نہ آلؑ کا پیرو جو، وہ نہیں مومن

جو پیروی کی طلب بھی ہوئی تو مومن ہو
جسے ذرا سی تڑپ بھی ہوئی تو مومن ہو

(۴۲)
ضرور ہے کہ کریں یاد اب ترازو کو — پکڑ لیں صدق سے لازم ہے اب ترازو کو
وہ کام دے گی اُٹھائیں گے جب ترازو کو — بنائیں وزنِ عمل کا سبب ترازو کو

حسینؑ ہم تو مقدر ہی پھوڑ بیٹھے ہیں
عمل تُلیں کہاں انھا ہی پھوڑ بیٹھے ہیں

(۴۳)
تری ترازو پہ اپنے عمل تُلیں کیسے — بھلا بتا تو کہاں اپنے نفس ہیں ایسے
غلام تیرے ہی ہیں ہم بُرے بھلے جیسے — بنا لے جیسے بھی چاہے کریم تو ویسے

ہمارے واسطے سارا یہ دُکھ اٹھایا ہے
ہمارے واسطے تو نے تو گھر لُٹایا ہے

(۴۴)
عمل پہ آہ ہمارے گئی جو تیری نظر — سمجھ گیا کہ بدی سے ہمیں نہیں ہے مفر
تجھے یہ چاہ تھی ہم ہوں نہ حشر میں مضطر — گنہ سے اُمتِ جد کا رہے نہ دامن تر

ہمارا پلّۂ نیکی سُبک جو پایا ہے
تو اپنے خون سے وزنِ عمل بڑھایا ہے



(۴۵)
حُسینؑ تیری محبت کے ہم فدا صدقے — بغیر دیکھے ہی تو ہم پہ ہو گیا صدقے
ہمارے واسطے انصار کو کیا صدقے — ہوئے ہمارے لئے تیرے اقربا صدقے

حسینؑ تیرا نہ جو داغِ غم اُٹھاتے ہم
تو بارگاہ میں حق کی نہ بار پاتے ہم

(۴۶)
ہمارے پلّے میں پہلے چڑھا دیئے انصار — اور اُن کے بعد دیئے اقربائے خوش کردار
دیئے پھر عونؑ و محمدؑ بہن کے بھی دلدار — ہمارے واسطے قاسمؑ سا دے دیا جرّار

ہر اک نے تیر و سناں کے جو زخم کھائے ہیں
ہمارے نیک عمل اس طرح بڑھائے ہیں

(۴۷)
عمل ہمارے جو اس پر بھی کچھ سُبک پائے — تو اپنے قوتِ بازو کے ہاتھ کٹوائے
ہمارے پلّۂ نیکی میں وہ بھی رکھوائے — کہ ان کی نیکیوں کا کچھ تو وزن بڑھ جائے

نہ شیرِ حق کی نشانی بھی ہم سے پیاری کی
حسینؑ تو نے بڑی منزلت ہماری کی

(۴۸)
خیال آ گیا تجھ کو جو اے نبیؐ کی جاں — کہ شرِ نفس سے کس طرح بچ سکیں گے جواں
تو ہم شبیہہ پیمبرؐ کو کر دیا قرباں — ہمارے واسطے سینے پہ اس نے کھائی سِناں

ہمارے پلّۂ نیکی کو یوں جُھکایا ہے
کہ ہم شبیہہ نبیؐ خون میں نہایا ہے

(۴۹)
حسینؑ تم کو جو تھا اُمتِ نبیؐ کا غم — ہوئی نہ اُس پہ بھی کچھ فکر عاصیوں کی کم
کہ کم سنوں کے ہو کس طرح دل کو درد بہم — کمال کا یہ کیا اُمتِ نبیؐ پہ کرم

عجب طریقے سے بچوں کے دل کو برمایا
کہ شیر خوار کو ہاتھوں پہ رکھ کے لے آیا

(۵۰)
لگے نہ کیسے کلیجوں پہ آہ غم کا تیر — زبانِ خشک کو ہونٹوں پہ پھیرتا ہے صغیر
محبو دیکھو کہ بچے کا حال ہے تغیر — اُسے تو دیکھ کے روتا ہے لشکرِ بے پیر

دِلا بتا کہ تجھے بھی الم ستاتا ہے!
وہ دیکھ! ننھا سا بچہ بھی تیر کھاتا ہے

(۵۱)
محبو! ننھا مجاہد بھی لڑنے آیا ہے — ہمیں بُرائی سے اُس نے بچانا چاہا ہے،
نہ کوئی تیر نہ تلوار ساتھ لایا ہے — زبانِ خشک کو اُس نے فقد دکھایا ہے

زبان پھیر رہا ہے وہ خشک ہونٹوں پر
لگیں نہ کیسے بھلا تیر پھر کلیجوں پر

(۵۲)
ارے وہ ننھی سی میت لئے کھڑا ہے حسینؑ — ہر ایک سمت عزیزوں کو دیکھتا ہے حسینؑ
اور ایک ہاتھ پہ لاشے کو لے رہا ہے حسینؑ — وہ تیرِ ظلم کو گردن سے کھینچتا ہے حسینؑ

گلوئے خشک سے تھوڑا سا خوں نکلتا ہے
لہو کو چہرے پہ اپنے حسینؑ ملتا ہے

(۵۳)
کہو پکار کے ابنِ علیؑ کے ہم صدقے — نبیؐ کے لال تری کربے کسی کے ہم صدقے
تمہارے لال کے ننھے سے جی کے ہم صدقے — صغیر طفل کی ہمت وری کے ہم صدقے

ہمیں بدی سے بچانے کو رن میں آیا ہے
ہمارے واسطے پیاسے نے تیر کھایا ہے

(۵۴)
ادیم اب بھی ترے دل کو اس کا پاس نہیں — ترا امام اکیلا ہے کوئی پاس نہیں
نبیؐ کے لال کو نصرت کی کوئی آس نہیں — پر اُس کے چہرے پر اب بھی کوئی ہراس نہیں

نہ اضطراب ہے نے آہِ سرد بھرتا ہے
اکیلا ننھی سی میت کو دفن کرتا ہے

---



# (۱۰)

(۱)
حسینؑ دینِ الٰہی کا پاسباں تو ہے — حسینؑ باعثِ احیائے انس و جاں تو ہے،
حسینؑ کلمۂ ایجادِ کن فکاں تو ہے — حسینؑ خالقِ خلقت کا ہمزباں تو ہے

کیا ہے شرک کی بُنیاد کو تہ و بالا
حسینؑ واہ عجب کام تو نے کر ڈالا

(۲)
چھری کے نیچے نبوت کی جو شہادت دی — حسینؑ تو نے بنایا ہے انبیاء کو نبی
جلی ہوئے ترے دم سے تمام رازِ خفی — حسینؑ تو نے دکھائی ہے شانِ وحدت کی

خدا کا کام جو بندوں میں کر دکھایا ہے
حسینؑ تو نے خدا کو خدا بنایا ہے

(۳)
ہر اک کا مونس و ہمدرد و غمگسار حسینؑ — جہاں میں ہے یدِ قدرت کا شاہکار حسینؑ
جہاں کہاں کا، ہے قدرت سے ہمکنار حسینؑ — جو ہے حجاب میں کوئی تو آشکار حسینؑ

اُسے شہود کی عالم میں کیا ضرورت ہے
کہ جب حسینؑ سی موجود اس کی آیت ہے

(۴)
حسینؑ تیرے زمانے میں ہیں نرالے طور — کہ آج تک بھی ہے جاری تری شراب کا دور
صفات و ذات میں تیری کیا ہے جب سے غور — یہ خوف ہے کہ نہ کہنے لگوں کہیں کچھ اور

مگر یقین ہے تجھ پر خدا کا سایہ ہے
اسی میں خاک پہ سو کر ہمیں جگایا ہے

(۵)
حسینؑ ہم نے نہ جانا کہ تجھ کو کیا جانا    کبھی کمال کا رب بندۂ خدا جانا
بڑھی کچھ اور بھی حیرت تو جانے کیا جانا    مگر کمال ہے تیرا نہ مُدعا جانا
ترے اُمور نے حیرت میں سب کو ڈالا ہے
تجھے سمجھنے کا اک وقت آنے والا ہے

(۶)
تو ہی ہے کلمۂ توحید لا الٰہ کی جاں    تو ہی ہے صبر کا رب تو ہی اشک و آہ کی جاں
تو ہی فلک کی ستاروں کی مہر و ماہ کی جاں    غلط نہیں ہے جو کہوں تُو تو ہے اللہ کی جاں
جو کوئی راہ میں تیری قدم بڑھاتا ہے
قسم خدا کی وہ بندہ خدا کو پاتا ہے

(۷)
خدا کی شان نہ یہ نہ اور اس سے کیسی بات    کہاں یہ جاہلِ مطلق کہاں حسینؑ کی ذات
سمجھ میں آنے کے قابل نہیں ہیں جسکی صفات    خدا سے مل گیا ایسا کہ ایک ہو گئی بات
ہمارے کہنے کو قرآن نام ہے گویا
مگر حسینؑ خدا کا کلام ہے گویا

(۸)
حسینؑ تو رہِ مخلوق کا فدائی ہے    حسینؑ تیرا ہی صدقہ یہ سب خدائی ہے
تمام گھر کی بضاعت جو یوں لُٹائی ہے    خدا کی راہ عجب طرح سے دکھائی ہے
یہ کہتے ہیں کہ خدائی کو لے لیا تو نے
خدائی کیسی    خدا ہی کو لے لیا تو نے

(۹)
ہوا کسی سے نہ جو تو نے کر کے دکھلایا    خبر ہوئی نہ یہ مطلق تو کیا ہے کر پایا
عجب طریقہ سے خلقت کے دل کو برمایا    خبر کسی کو نہ تھی تو کہاں کہاں آیا
کسی رسولؐ، نبی سے نہ ایسا کام ہوا
نہ اِس طرح سے خدا کا بلند نام ہوا



(۱۰)
تمہارے جدِّ معظّم رسولِؐ داور نے    تمہارے والدِ عالی جنابِ حیدرؑ نے
تمہاری سیدۂ عالمینؑ مادر نے    حسینؑ تم نے بھی اور نیز سبطِ اکبرؑ نے
کسی سے جو نہ ہو وہ صبر اختیار کیا
قسم خدا کی بڑا جبر اختیار کیا

(۱۱)
بھلا تمہاری سیاست کو کون سمجھے گا    سوائے اُس کے جو خالق کا کون سمجھے گا
تمہارے کام محمدؐ کہ عونؑ سمجھے گا    بُریرؑ و وہبؑ وغیرہ کہ جونؑ سمجھے گا
عجیب سوز ہے سینے میں بھر نہیں سکتے
تمہارے راز کو افشا بھی کر نہیں سکتے

(۱۲)
یہ کیسے ماہرِ فطرت خدا کے پیارے ہیں    یہی سماءِ ہدایت کے ماہ پارے ہیں
جو آفتاب کو دیں نور وہ ستارے ہیں    خدا کی شان کہ یہ پیشوا ہمارے ہیں
جو اُن کی راہ پہ ہم لوگ چل نہیں سکتے
تو کیا فراق میں بھی اُن کے جل نہیں سکتے

(۱۳)
اُنہی کا مکر ہے جس کو کہا ہے مکرُ اللہ    دکھلاتے کچھ ہیں یہ کرتے ہیں اپنی خاطر خواہ
کسی کی راز پہ اُن کے کبھی گئی نہ نگاہ    یہ چاہ تھی کہ ملے خلق کو بدی سے پناہ
یہ دوسروں کو حکومت جو دیکے بیٹھ رہے
خدا کا نام ہی بس گھر میں لے کے بیٹھ رہے

(۱۴)
یہ چاہتے تھے کہ دل سب کے درد سے بھر دیں    اسی طرح سے مٹا دیں گناہ کی فرد یں
خدا سے خلق کو نزدیک اِس طرح کر دیں    خدا کی راہ میں اِس واسطے لُٹا گھر دیں
کہ دردِ امتِ عاصی کے دل میں پیدا ہو
قیامِ درد سے نورِ خفی ہویدا ہو

۱۵ خدا کا دین ہے کیا؛ لا الٰہ الا اللہ! — بجز خدا کے نہیں ہے کوئی ہمارا الٰہ
اگر یہ دل میں نہ اترے تو پھر خدا ہے گواہ — رسولِ حق کی شفاعت نہ مل سکے دل خواہ

نہ ہو جو یہ بھی تو پھر دین خاک ہے اپنا
جناب! حشر میں قصہ ہی پاک ہے اپنا

۱۶ کہیں گے لوگ یہ مضموں کہاں سے لایا — جناب متن میں قرآن کے یہ ہے آیا
مرے حبیب بھلا تو نے اس کو بھی دیکھا — ہوائے نفس کو جس نے بنا رکھا ہے خدا

بتا تو اُس کا تو کیسے کفیل ہوئے گا
مرے حبیب تو کیسے وکیل ہوئے گا

۱۷ ہوائے نفس ہے کیا خواہشات اور جذبات — یہ "میں" جو چاہتی ہے ہو بلند میری بات
غم و خوشی، حسد و کبر اور سب شہوات — یہ اُنسِ مال و تجارت، محبتِ عورات

محبتِ پدری اور جاہ کی خواہش
خدا کے غیر سے الفت کی چاہ کی خواہش

۱۸ غرض کہ ساری کی ساری یہ زینتِ دنیا — کہ جس میں رہتا ہے ہر دم بشر کا نفس پھنسا
یہ سب ہے فطرتِ حیوانیت بقولِ خدا — ہر ایک نفس کو اس واسطے ہوئے یہ عطا

حیات رہ سکے جب تک نہ عقل سالم ہو
فضائے دہر کی رونق اسی سے قائم ہو

۱۹ جب عقل آئے گی ہوں گے درست سارے کام — رہے نہ رشک و حسد کا دلوں میں باقی نام
خدا کے عبد بنیں نفس کے رہیں نہ غلام — خدا کے واسطے دنیا کے کام ہوں گے تمام

اسی کے واسطے ذی فہم درد سہتے ہیں
جو بے خرد ہیں وہ دنیا میں غرق رہتے ہیں



۲۰ ہوائے نفس کا باعث ہے غفلتِ کامل — کہ ہے وہ نور کے عالم سے مطلقاً جاہل
مشاہدات کی جانب ہی صرف ہے مائل — یہی سبب ہے کہ اپنا ہی آپ ہے قاتل

اسے خبر نہیں کیوں کوئی کام کرتا ہے
یہ اپنی خواہش و جذبات پر ہی مرتا ہے

۲۱ اسی کو ربِ عُلیٰ نے بیان فرمایا — تمہیں تو چاہ نے کثرت کی ہی سلائے رکھا
یہاں تلک کہ ملا قبر کا تمہیں گوشہ — ہمیں یہ حیدرِ صفدر نے بھی ہے بتلایا

نفوسِ خلق کے اِس زندگی میں سوتے ہیں
بوقتِ مرگ ہی سب ہوشیار ہوتے ہیں

۲۲ ہمیں تو موت سے پہلے ہی غور کرنا ہے — نہ جی سکیں گے ہمیشہ کبھی تو مرنا ہے
اور اپنا نامۂ اعمال پیش کرنا ہے — کیا ہے جو بھی یہاں آخرت میں بھرنا ہے

یہ سب جو خواب کے اعمال اور عقائد ہیں
یہی نجات کی تعمیر کے عمائد ہیں ؟

۲۳ حسینؑ تو نے ہمارے لئے کٹایا سر — ہم اُس کے مقصد و مقصود پر کریں نہ نظر
یقین ہو گیا اس سے ہی ہو گئے سُرخرو — سُرور کے لئے مجلس میں روئے جاکر

یہ صرف رسم ہے چہلم ہے خواہ تیجا ہے
جناب! نفس کی غفلت کا یہ نتیجہ ہے

۲۴ کہا ہے حق نے عبادت کیا کرو میری — بجز مرے نہ کسی دَر کی تم کرو پھیری
خدا سے پوچھ نہ لیں کیا ہے بندگی تیری — تو وہ کہے گا تمہیں عقل دی ہے بہتیری

ہر اک غلام یہ آقا کی جو بھی خدمت ہے
یہی تو بندگی ہے اور یہی عبادت ہے

(۲۵) پس اک غلام یہ سوچو کہ کیا گزرتا ہے — تمام عمر وہ آقا کے کام کرتا ہے
قصور ہو جو ذرا سا تو سخت ڈرتا ہے — اسی کے واسطے جیتا ہے اور مرتا ہے
یہی حدیث کی، قرآن کی شہادت ہے
خدا کے کام اگر تم کرو عبادت ہے

(۲۶) خدا کا کام ہے کیا، وہ ہے خالقِ خلقت — مگر خدا کی ہمیشہ رہی یہی سنّت
بلا حجاب نہ ظاہر کرے کبھی قدرت — حجاب بننے کی لازم ہے عقد میں نیّت
یہی ہے رسم کہ سب محوِ خواب ہوتے ہیں
ہر ایک خلق پہ دو دو حجاب ہوتے ہیں

(۲۷) غرض کہ دولتِ دنیا و خواہشِ عورت — تمام کنبے کی اور اہلِ شہر کی الفت
اور اپنے اہل و عیال اور اپنی تربیت — حصولِ رزق کے سب کام صنعت و حرفت
اگر یہ سب ہوں خدا کے لئے عبادت ہے
بِنا ہو شہوت و جذبات پر تو بدعت ہے

(۲۸) صراط جس کو کہا ہے یہی وہ ہے رستہ — رسولِ حقؐ نے بھی اس کے لئے یہ فرمایا
صراط راستہ ہے مرتضیٰ کے چلنے کا — صراط میں ہوں جناب امیرؑ نے بھی کہا
خدا بھی حمد میں رستہ یہی دکھاتا ہے
صراط اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ یہی بتاتا ہے

(۲۹) یہی وہ راہ ہے جو بال سے بھی ہے باریک — چلے نہ اس پہ خدا سے نہ ہو سکے نزدیک
مگر یہ ہو نہ سکے دل رہے اگر تاریک — یہ صاف ہو گیا تو سارے کام ہو گئے ٹھیک
یہ ہے وہ راہ کہ دشوار جس پہ چلنا ہے
نہ چل سکے تو جہنم میں پھر تو جلنا ہے



(۳۰) یہی ہے مقصدِ قولِ علیؑ عرش وقار — کہ میں نے شرک خدا سے نہیں کیا زنہار
جھپک سکی نہ پلک غیر مرضیٔ غفّار — خدا کی خلق کی خاطر وہ کرتے تھے ایثار
عدو جو اُن کے تھے اُن کو امان تک دیدی
ہمارے واسطے حضرت نے جان تک دیدی

(۳۱) کبھی یہ سوچا ہے کیا ہے تمسکِ ثقلین — امام کس کے ہیں مولا علیؑ، حسنؑ و حسینؑ
سواری کیا ہے وہ کشتی کی مُفلحِ دارین — محبّت اُن کی ہے کیا ہم پہ ہے جو فرضِ عین
یہ سب ہیں لفظ جُدا ایک سب کا مطلب ہے
یہی تو کلمۂ توحیدِ رَب کا مطلب ہے

(۳۲) ہمارے نفس پہ غفلت جو تھی بہت طاری — تو کچھ سمجھ نہ سکے عقل نے نہ کی یاری
کریں حصولِ تمسک کی کوئی تیاری — بغیر اِس کے ملے گی نہ رحمت باری
تو اب ضرور ہے اُن سے گرفت پوری ہو
کہ پیچھے پیچھے چلیں تا نہ اُن سے دوری ہو

(۳۳) ولی وہ اُس کے ہیں اَولیٰ جو نفس سے جانے — ہویٰ کے جوش میں بھی اُنکا ہی کہا مانے
جو خواہشوں سے لگے اپنے جی کو بہلانے — خیال قطع ہویٰ کا نہ دل میں جو ٹھانے
جو اپنے نفس کا ہر حکم مان لیتا ہے
اُسی کو آلؑ سے اَولیٰ وہ جان لیتا ہے

(۳۴) امام اُن کے ہیں جو شخص متقی ہوئے — زمینِ دل میں طہارت کے تخم کو بوئے
ہوائے نفس کی تعمیل جب کرے روئے — سیاہی قلب کی اشکوں سے روز و شب دھوئے
وگرنہ کہنے کو یوں تو امام سب کے ہیں
مگر ہیں اصل میں اُن کے جو عبدِ رَب کے ہیں

ار ہون کی کشتی میں سا ہے علامت کیا — عجب ہے اس پہ تو ہم نے کبھی نہ غور کیا
(۳۵)
سوار کشتی کا کشتی کے ساتھ ہے چلتا — اور اُس کے اندر ہی اندر ہے گھومتا پھرتا

غرض سفینے پہ جو بھی سوار ہوتا ہے
وہ اُس پہ بیٹھ کے دریا کے پار ہوتا ہے

محبّت اُن کی ہے کیا اس کو بھی تو پہچانو — یہ فرض عین ہے اچھی طرح اِسے جانو
(۳۶)
صِفات اُن میں یقیں موجود جو بھی تم مانو — وہ اپنے نفس میں پیدا ہوں دل میں یہ ٹھانو

طلب کمال کی محبوب کے، محبّت ہے
وگرنہ کچھ نہیں گزرے ہوؤں کی سُنّت ہے

نمازِ عید میں یہ دیکھیئے ہر ایک بشر — یہ عرض کرتا ہے خالق سے ہاتھ پھیلا کر
(۳۷)
الٰہی بہرِ محمّدؐ وَ آلہِ الاطہر — مجھے بھی ڈال دے اُس کُلِّ خیر کے اندر

تمام خیر اُنھیں جس میں تو نے ڈالا تھا
نکال شر سے بھی جس سے اُنہیں نکالا تھا

بہت ثواب ہے زیارت حسینؑ کی پڑھنا — مگر کبھی نہ کیا غور کہہ رہے ہیں کیا
(۳۸)
"گواہ کر کے خدا و نبیؐ کو ہوں کہتا — کہ میرا قلب تمہارا مطیع ہے رہتا

ہر اک امر ترے اَمر کے موافق ہے"
کہو تو فعل یہاں قول کے مطابق ہے؟

یہ سب ہے نفس کی غفلت تو جاگنا کیا ہے — نبیؐ جو کہتے ہیں "مُوتُوا" تو مدّعا کیا ہے
(۳۹)
تمسّکِ ثقلین اور "اِنّما" کیا ہے — خدا نے سورۂ یٰسین میں کہا کیا ہے

نہ کر عبادتِ شیطاں جو ساتھ رہتا ہے
اَنِ اعْبُدُونِی فَھٰذَا الصِّرَاطُ کہتا ہے



کہیں کہا ہے کہ میّت تھا نفس اَحْیَیْنَا — کہیں کہا ہے کہ تاریکیوں میں سے نِکلا
(۴۰)
کہیں کہا ہے وَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰی — کہیں پہ ذکر ہے شہوت سے باز رہنے کا

کسی جگہ پہ مودّت کا ذکر آیا ہے
کہیں خدا کی محبت کا ذکر آیا ہے

یہ بات صاف ہوئی غور کیجئے اب کیا — کہ لا الٰہ سے ہے اصل مقصدِ رب کیا
(۴۱)
اور اصلِ دینِ حقیقی و اصلِ مذہب کیا — محبّت اور مودّت کا خاص مطلب کیا

ہر ایک بات کا مطلب ہے نفس کی اصلاح
ہیں لفظ اور، مگر سب ہے نفس کی اصلاح

اگر ہو نفس کی اصلاح تو فساد نہ ہو — کسی کے گھر میں بھی جھگڑا نہ ہو فساد نہ ہو
(۴۲)
رہیں امان سے سب لوگ جو فساد نہ ہو — ہر ایک چاہتا ہے اَمن ہو فساد نہ ہو

کسی طریقے سے عالم میں چَین ہو جائے
یہ تب ہی ہو گا کہ سب کا حسینؑ ہو جائے

فقط عقیدہ نہیں بلکہ ہے یہ فطری بات — ہمیشہ نفس کو ملتی ہیں غم سے نیک صفات
(۴۳)
ملے جو درد تو رہتا ہے ٹیس اک دن رات — قیام ہو تو مٹے جوشِ شہوت و جذبات

یہی وہ چیز ہے دل جس سے صاف ہوتے ہیں
یہی ہے جس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں

مسلّمہ ہے اسے جانتی ہے سب دنیا — کہ صرف درد ہی اصلاحِ نفس کی ہے دوا
(۴۴)
خدا کے واسطے کوئی بتائے تو اتنا — کہ ہے حسینؑ کا سا کوئی غم کا افسانہ

جہانِ درد فقط گر کہوں تو بے جا ہے
کہوں حسینؑ کو ربِّ الم تو زیبا ہے

(۴۵)
ہر ایک شخص پہ یکساں ہے اس کا فیضِ عمیم — کچھ امتیاز نہیں کوئی عبدِ ربِ رحیم
جب اُس کی یاد کرے غم سے اُس کا دل ہو دو نیم — ہے اس مقام پہ موزوں بہت یہ بیتِ نسیم
"نبیؐ کے لاڈلے محسن جو دینِ رب کے ہیں
نہیں کسی کے وہ مخصوص، بلکہ سب کے ہیں"

(۴۶)
جو اُس کے ہوں تو رہیں لوگ بنکے سب بھائی — تمام ہندو و مُسلم یہود و عیسائی
حسینؑ سے جو کسی نے بھی لَو لگا پائی — تو پوری ہو گئی وہ چاہ دل میں جو آئی
خدا کا ہو گا جو طالب خدا کو پائے گا
غرض حسینؑ سے مانگے گا جو وہ پائے گا

(۴۷)
حسینؑ واہ ترے دل میں کیا سمائی ہے — کمائی احمدؐ و زہراؑ کی سب لٹائی ہے
یہ خاک و خون سے اکسیر وہ بنائی ہے — بشر کے واسطے ہر درد کی دوائی ہے
کہ ایک قطرہ اگر حلق سے اتر جائے
بُرائی سے باز رہے اور دل سے شر جائے

(۴۸)
حسینؑ اے جگر و جانِ سیدالثقلینؐ — علیؑ کے لاڈلے اے سیدہؑ کے نور العین
غریب و بیکس و بے آشنا امام حسینؑ — ہمارے واسطے کیسا رہا ہے تو بے چین
ہمارے واسطے تو نے یہ دُکھ اٹھائے ہیں
تو ہم بھی رونے کو مجلس میں تیری آئے ہیں

(۴۹)
حسینؑ تو رہے پیاسا میں لذتیں چکھوں! — ترا ہو خاک پہ لاشہ میں گلبدن پہنوں!
خیام تیرے جلیں میں محل میں سُکھ پاؤں — ترا تو مال لُٹے، مال پر میں فخر کروں!
ہزار حیف کہ پامال تیری میت ہو
جہاں میں کھیل تماشوں سے مجھ کو رغبت ہو



(۵۰)
دِلا! حسینؑ نے کیا کچھ کیا خیال تو کر — ترے بھلائی کو اکبرؑ دیا خیال تو کر
ہُوا ترے لئے اصغرؑ فدا خیال تو کر — غرض حسینؑ کا سب گھر لٹا خیال تو کر
جو کوئی مرتا ہے محسنؔ تو درد ہوتا ہے
دلِ عزیز ذرا چونک کیسا سوتا ہے!

(۵۱)
خبر نہیں تجھے مولا نے گھر لُٹا ڈالا — حسینؑ نے پسِ گردن سے سر کٹا ڈالا
تیرے امام کے خیموں کو بھی جلا ڈالا — تری خوزادیوں کو بے ردا بنا ڈالا
خبر نہیں تجھے تقدیر تیری سوتی ہے
ترے نبیؐ کی نواسی اسیر ہوتی ہے

(۵۲)
دلِ عزیز یتیموں کی سُن ذرا فریاد — تری خوزادیوں پر رَن میں ہو گئی بیداد
نہیں ہے سر پہ جو وارث کوئی پئے امداد — ردائیں چھین رہے ہیں سروں سے وہ جلاد
تو محوِ خواب ہے اور واں خیام جلتے ہیں
ترے نبیؐ کے حرم بے ردا نکلتے ہیں

(۵۳)
رسول زادیاں پھرتی ہیں آہ ننگے سر — عدو سے بھاگتی پھرتی ہیں ہر طرف ڈر کر
دِلا ذرا تو اثر لے اُٹھے گا کب سو کر؟ — تری خوزادیوں کا لُٹ گیا زر و زیور
تری امام کی پیاری کے دُر اتارے ہیں
طمانچے شمرؔ نے بچی کے رُخ پہ مارے ہیں

(۵۴)
ذرا تو ہوش میں آ دیکھ کیا غضب آیا — ارے یہ شمرِ لعیں کیسی رسیاں لایا
لعیں نے طوق و سلاسل یہ کیوں ہے منگوایا — ترے حسینؑ کے پیارے نے پیر پھیلایا
دِلا تجھے یہ ہوا کیا ہے اب بھی سوتا ہے
ترے امامؑ کا پوتا اسیر ہوتا ہے

۵۵ پسندِ زینتِ دنیا جو تجھ کو آئی ہے / خبر بھی ہے کہ لٹی فاطمہؑ کی جائی ہے
کمائی اپنی ہمارے لیے لٹائی ہے / کہیں تو خاک پہ بیٹا کہیں پہ بھائی ہے
دہائی دیتی ہے فریاد لب پہ جاری ہے
تری نواسی کے سر سے ردا اُتاری ہے

۵۶ ترے رسولؐ کی بیٹی کا گھر ہوا خالی / تجھے پسند ہیں آرام و عیش و خوشحالی
ہمارے سید و آقا کی گود کی پالی / عجیب حال میں ہے آہ ننھی سی بالی
لہو ٹپکتا ہے کانوں سے دُر اتارے ہیں
بلا قصور طمانچے بھی اُس کو مارے ہیں

۵۷ خبر نہیں تمہیں اے صاحبو! کرو فریاد / تمہاری بی بی کا سارا چمن ہوا برباد
رکھو ذرا تو دلوں میں اُس اُجڑے گھر کی یاد / تمہارے واسطے اُن پر ہوئی ہے کیا بیداد
یہ جی تمہارا مرے بی بی جی نے چاہا ہے
تمہارے واسطے گھر اپنا سب لُٹایا ہے

۵۸ ذرا کہو تو سہی دل سے اے دلِ ناداں / تو اپنی چاہ میں کیوں بھول جاتا ہے وہ سماں
کہ تیری زینبؑ و کلثومؑ کے تھے اشک رواں / بِلا کجاوے کے اونٹوں پہ تھیں وہ سر عُریاں
وہ دیکھ آہ وہ بازارِ شام میں آئیں
ارے غضب ہوا دربارِ عام میں آئیں

۵۹ عجب بلا میں ہے مظلومۂ جہاں زینبؑ / علیؑ کی لاڈلی مخدومۂ زماں زینبؑ
ہے آج خاک بسر عرشِ آستاں زینبؑ / کہاں وہ شام کا بازار اور کہاں زینبؑ
یہ کیا ستم ہے کہ جو بی بی جی کی جائی ہے
غضب ہے سر کھُلے دربار میں وہ آئی ہے



۶۰ اے دمِ وقتِ اجابت ہے کر خدا سے دُعا / الٰہی بہرِ گلوئے شہیدِ کرب و بلا
الٰہی از پئے بازوئے زینبؑ کبریٰ / الٰہی بہرِ سرِ پاک ثانیٔ زہراؑ
ہمیں بھی تزکیۂ باطنی عطا کر دے
ہمیں بھی بندگیٔ نفس سے رہا کر دے

۶۱ الٰہی سارا یہ شر و فساد مِٹ جائے / بنائے شر جو ہو دل میں مُراد مِٹ جائے
چڑھا ہوا ہے جو دل پر ضماد مِٹ جائے / ہمارے قلب سے دنیا کی یاد مِٹ جائے
رہے حسینؑ کی تصویر صفحۂ دل پر
وہی نتیجے میں پہونچائے ہم کو منزل پر

# ۱۱

(۱) سب جانتے ہیں قوتِ بازو ہے برادر    اک نعمتِ کامل ہے جو خوش خو ہے برادر
سچ یہ ہے کہ ماں باپ کی خوشبو ہے برادر    فرزند جو عارض ہے تو گیسو ہے برادر
موجود برادر ہے تو طاقت ہے کمر میں
ہے قلب کو تسکین تو ٹھنڈک ہے جگر میں

(۲) دنیا میں کسی بھائی سے بھائی نہ جدا ہو    ماں باپ کی محنت کی کمائی نہ جدا ہو
جس بھائی سے ہو دل میں اکائی نہ جدا ہو    شانِ پدری جس نے ہو پائی نہ جدا ہو
خالق رکھے محفوظ برادر کے الم سے
بھائی کا الم کم نہیں اولاد کے غم سے

(۳) دنیا میں کسی شخص کا مر جائے جو بیٹا    چاہے جو خدا، پائے وہ نعم البدل اُس کا
ہاں بھائی برابر کا جو مر جائے کسی کا    ممکن ہی نہیں ہے کہ بدل ہو سکے اُس کا
دنیا میں برادر تو نشانی ہے پدر کی
لے جائیگا وہ تاب و تواں قلب و جگر کی

(۴) اِس درد سے پڑ جاتا ہے اِک زخم جگر میں    محسوس ہوا کرتی ہے اک ٹیس کمر میں
دل بہلے نہ گلشن میں نہ صحرا میں نہ گھر میں    رہتی ہے چبھن دل میں سفر اور حضر میں
بھائی جو جدا ہو گیا تو کھو گیا بازو
محسوس یہ ہوتا ہے جدا ہو گیا بازو



(۵) کیوں یہ قیامت ہے کوئی یہ تو بتائے    اک بھائی تو جیتا رہے اک جان گنوائے
اک بھائی تو دیکھا کرے اک خوں میں نہائے    حق لاشِ برادر پہ کسی کو نہ رلائے
ہے کوئی خوشی سے جو یہ دُکھ درد بھرے گا
اوروں کے لئے بھائی کو قربان کرے گا

(۶) ہمت پہ کرو غور حسینؑ ابنِ علیؑ کی    کس درجہ ہے اُمت اسے محبوب نبیؐ کی
قربان سخاوت پہ ولی ابن ولی کی    امت پہ فدا کرتے ہیں تصویر علیؑ کی
بھائی جو برابر کا ہے مرنے کو چلا ہے
بھائی بھی وہ بھائی کہ جو گودی کا پلا ہے

(۷) یوسفؑ کا تجمل ہے یداللہ کی شوکت    شیروں سے فزوں تر اسداللہ کی ہیبت
ہے حوصلہ جعفرؑ کا تو حمزہؑ کی شجاعت    پھر اہلِ وِلا، اہلِ وفا، اہلِ مروت
جرار ہے، کرار ہے، میداں کا دھنی ہے
جس کے لئے اک کھیل سے کم تیغ زنی ہے

(۸) جس بھائی میں ہوں جمع یہ اوصافِ حمیدہ    مرنے سے نہ ہو اُس کے کمر شہ کی خمیدہ
پُر درد و پُر از اشک نہ ہوئیں دل و دیدہ    تھامے ہوئے دل جائیں نہ ہر سمت دویدہ
تفسیر یہ قرآن کی فرماتے ہیں شبیرؑ
کردار سے ایمان کو دکھلاتے ہیں شبیرؑ

(۹) ہے دین کا مقصود تو فطرت پہ حکومت    اِس دہر میں بچے کی جو ہوتی ہے ولادت
آتا ہے لئے ساتھ وہ حیوان کی طینت    کہتے ہیں ہویٰ اور ہوس کو بشریت
فطرت پہ جو غالب ہو تو انسان بنے گا
جب نور صاحبِ ایمان بنے گا

(۱۰)
ہوگا غلبہ فطرتِ حیواں پہ جو حاصل — بن جائے گا تب نورِ حقیقت کا وہ حامل
ہو جائے گا پھر منزلِ ایقان میں داخل — اِس میں جو ترقی ہو بنے مومنِ کامل
ہر چیز پہ دنیا کی حکومت وہ کرے گا
پائے گا حیاتِ ابدی جب وہ مرے گا

(۱۱)
مذہب جسے کہتے ہیں وہ ہے ایک شریعت — مَسلک کوئی کہتا ہے اسے کوئی طریقت
ہر لفظ کے معنی ہیں وہی راہِ ہدایت — یعنی جو چلیں اس پہ تو مغلوب ہو فطرت
مومن کی مگر پست یہ بتلائی ہے منزل
غلبہ ہوا سے فطرتِ حیوان پہ حاصل

(۱۲)
ایماں کی علامت ہے یہ قرآن میں مذکور — ہو غم سے نہ مغموم خوشی سے نہ ہو مسرور
ہر رنج و بَلا جس سے کہ ہو جاتے ہیں مجبور — پہلے سے کتابِ یدِ قدرت میں ہے مسطور
شیخی و تکبّر میں ہی جو چُور رہے گا
مرضی سے خدا کی وہ سدا دُور رہے گا

(۱۳)
سُنیئے کہ یداللہ ہیں اس قول کے قائل — ایمان کسی شخص کا ہوتا نہیں کامل
سمجھے نہ مصیبت کو اگر رحمتِ عادل — جانے کہ جزا نیک عمل کی یہ گئی مل
راحت جو ملے اُس کو یہ سمجھے کہ بَلا ہے
جانے کہ یہ دنیا میں گناہوں کی سزا ہے

(۱۴)
شبیرؑ نے نظارہ یہ مقتل میں دکھایا — سُرخی بڑھی چہرے کی اگر رنج اٹھایا
ساکن ہے مِرا قلب یہ دنیا کو جتایا — "یَا اَیَّتُھَا النَّفْس" عملی شکل میں لایا
شبیرؑ کا کیا ذکر ہے انصار کو دیکھو
شبیرؑ کے ہر ایک مددگار کو دیکھو



(۱۵)
وہ صبر و سکوں اہلِ حرم سے ہوا ظاہر — ثابت ہوا جس سے وہ ہیں جذبات سے طاہر
بچوّں نے دکھایا کہ وہ ہیں صبر کے ماہر — انصار خواتین سے جو کچھ ہوا ظاہر
اک وہبؑ کی ماں کا ہی جو مشہور بیاں ہے
اس ذکر سے یہ ان کی صفت صاف عیاں ہے

(۱۶)
شبیرؑ نے پائی تھی جو میداں میں شہادت — اس سے اُسے منظور تھی خلقت کی ہدایت
مقصد ہیں بہت ایک مگر یہ بھی تھی غایت — ہر ایک نبیؑ کی ہو عیاں سب پہ طہارت
خاصانِ خدا پاک ہیں شہوات و ہویٰ سے
ظاہر میں بشر اصل میں واصل ہیں خدا سے

(۱۷)
ہر ایک نبی کے لئے لازم تھی یہی بات — ظاہر کرے مخلوق پہ اُن کے ہی سے جذبات
مانوس اگر ہوں گے سُنیں گے وہ ہر اِک بات — خود اُس کو ہی وہ لوگ سمجھ لیں نہ کہیں ذات
ہم سے ہیں بشر اُن کو یہی خیال ہو پیدا
اور نقل کریں اُن کی یہ احوال ہو پیدا

(۱۸)
کرتے نہ تقیہ جو یہ اربابِ شریعت — ہو سکتا کشادہ نہ کبھی بابِ ہدایت
اس طرح کے کرتے تھے عمل صاحبِ عصمت — جو نقل کرے اُس کو مِلے نورِ حقیقت
آزاد ہو قیدِ ہوس و حرص و ہویٰ سے
بچ جائے وہ فتنوں سے شرارت سے دغا سے

(۱۹)
ہوں اُن کے کمالات جو مخلوق پہ ظاہر — ہر شخص یہ جانے گا ہویٰ سے ہیں یہ طاہر
دنیا میں یہ اوصافِ خدا کے ہیں مظاہر — جو دشمنِ دیں ہیں وہ اُنہیں جانیں گے ساحر
کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ خلقت سے جُدا ہیں
جنات نہیں ہیں تو فرشتے ہیں، یہ کیا ہیں

(۲۰)
رہیں گے تہہِ دل سے جو تصدیقِ نبوت — پھر بھی نہ انہیں ہوگی کبھی نقل کی ہمت
وہ سمجھیں گے ہے ان کو تو ہر امر پہ قدرت — جو کام بھی کرلیں انہیں ہوگی نہ اذیت
ہم رنج و اذیت کو بھلا کیسے بھریں گے
مر جائیں گے ہم نقل اگر اُن کی کریں گے

(۲۱)
اظہارِ کمالات سے ممکن ہے یہ حالت — ہو جائے جہاں والوں کو ان لوگوں سے وحشت
پیدا ہو فقط خوف نہ پیدا ہو محبت — مسدود رہے کُھل نہ سکے بابِ ہدایت
لازم ہے لہٰذا نہ کمال اپنے دکھائیں
جو حال ہو مخلوق کا وہ حال بنائیں

(۲۲)
ہو کیفِ اذیت جو کسی نفس میں ساری — اور درد کا دریا ہو تہہِ قلب سے جاری
اس کیف میں جو حال بھی ہو جسم پہ طاری — تصویر اگر دیکھ لے اس کی کوئی ساری
ہر نفس کی فطرت ہے کہ ہمدرد بنے گا
ہر شخص کا دل اُس کی طرف آپ کھنچے گا

(۲۳)
آتا ہے نبی خلق میں یا کوئی پیمبر — یا کوئی وصی کوئی ولی نائبِ داور
لازم ہے کہ ڈالے وہ اثر سب کے دلوں پر — لوگوں کے دکھانے کو ضروری ہے کہ اکثر
کیفِ اَلم و رنج کے آثار دکھائے
افعال سے جذبات کی تصویر بنائے

(۲۴)
ہوتا ہے نبی فطرتِ انسان کا ماہر — جذبات کیا کرتا ہے مخلوق پہ ظاہر
شفقت کبھی دکھلاتا کبھی بنتا ہے قاہر — تاکہ جو دلوں پر ہو اثر نفس ہوں طاہر
سالک ہے اسی راہ کا جو عبدِ خدا ہے
سنت یہ خدا کی ہے یہی راہِ رضا ہے



(۲۵)
ہے دین کا ہر فرد حریصِ شبِ تقیہ — سب مؤمنِ دیندار ہیں اصحابِ تقیہ
کافی ہے جو "کافی" میں ہے اک بابِ تقیہ — فرماتے ہیں یہ سرورِ اربابِ تقیہ
دیں میرا "تقیہ" مرے اجداد کا دیں ہے
جس میں نہ "تقیہ" ہو مرا دین نہیں ہے

(۲۶)
معصوم کا اک قول ہے اِس باب کے اندر — آگاہ ہو تم لوگ ہو اس دین کے اوپر
اس کو جو رکھے دل میں چھپائے ہوئے یکسر — فطرت پہ اُسے دے غلبہ خالقِ اکبر
یہ جان لو اس دین کو افشا جو کرے گا
ہر ذلت و خواری کی اذیت وہ بھرے گا

(۲۷)
فرماتے ہیں اِس طرح شہنشاہِ خراساں — سمجھے نہ کوئی قول ہمارے ہیں سب آساں
جس طرح کہ مملو متشابہ سے ہے قرآں — اقوال کا مفہوم ہمارے بھی ہے پنہاں
پیرو متشابہ کے تو گمراہ رہیں گے
حق پر ہیں وہ تعمیل جو محکم کی کریں گے

(۲۸)
جب نفس پر انسان کے یہ بات ہو طاری — ہو جائے وہ جذبات سے شہوات سے عاری
اُس وقت چمک نور کی ہو قلب میں ساری — تب ہی وہ کہیں بات سمجھ پائے گا ساری
یہ قول ہے محکم وہ سمجھ جائے گا فوراً
اور یہ متشابہ ہے پتہ پائے گا فوراً

(۲۹)
اس واسطے معصوم ہیں اس قول کے قائل — یہ دین کے عالم کی شرائط میں ہے داخل
غلبہ ہوا اُسے فطرتِ حیوان پہ حاصل — یہ گر نہ ہوا مائلِ دنیا ہی رہے دل
بولو جو ریاضت کی مصیبت نہ بھرے گا
کس طرح نہ مخلوق کو گمراہ کرے گا

احکام سے معصوم کے مُنہ ہم نے پھرایا ⑳ چھوڑا انہیں اور اپنا جُدا دین بنایا
اقوالِ تقیہ کو حقیقت ہی بتایا جو شرط تھی عالم کے لئے اُس کو اُڑایا
شرحِ مُتشابہ میں جو انبار لگائے
نفسوں کو بڑے روگ اور آزار لگائے

جو لوگ کہ تھے امرِ ہدایت میں یگانہ ㉑ اُن کے لئے لازم تھا حقیقت کا دکھانا
دنیا کے دکھانے کے لئے کر کے بہانہ پیدا وہ کریں اپنے لئے ایسا زمانہ
پردے جو تقیے کے ہیں اس وقت اُلٹ دیں
خلقت کے خیالات کو اک دم میں پلٹ دیں

اِس واسطے اغیار کو دے دے کے حکومت ㉒ قربانی کے اسباب بناتی رہی عترت
تا خلق کریں اپنے لئے ایسی مصیبت گر ذکر سُنے اُس کا تو کانپے دلِ خلقت
اِس شکل میں بھی قلب کی تسکین دکھا دیں
مخلوق کو خالق کا کھرا دین دکھا دیں

اِس واسطے شبیرؑ نے منظر یہ بنایا ㉓ انصار نے بھی اُن کے یہ دنیا کو دکھایا
بچوں نے عمل کر کے یہ عالم کو جتایا ہر چند کہ اعدا نے بہت اُن کو ستایا
دُکھ درد ہر اک قسم کے بھرتے رہے سارے
مضطر نہ ہوئے شکر ہی کرتے رہے سارے

ہے جتنی روایات میں اس بات کا مذکور ㉔ عاشور کو فرزندِ نبیؑ غم سے رہے چُور
سر پیٹ کے روتے تھے کبھی ہوتے تھے رنجور وہ سب ہیں غلط بلکہ شہِ دیں تھے مسرور
صدموں کے بدلتے تھے اگر طور زیادہ
بڑھتی تھی رُخِ شہؑ کی چمک اور زیادہ



جن لوگوں کو تھی آلِ پیمبرؐ سے عداوت ㉕ گڑھتے تھے وہ ہر روز روایت پہ روایت
اعدا کی دکھاتے تھے بہت اس میں شقاوت شیعوں کو سناتے تھے باندازِ محبت
شیعوں کو تو اک اُنس تھا عترت سے نبیؐ کی
لکھ لیتے بیاضوں میں روایات سبھی کی

میرا نہ یقیں ہو تو روایات کو دیکھو ㉖ ہیں کس سے وہ منقول کچھ اس ذات کو دیکھو
رکھ رکھ کے کسوٹی پہ حکایات کو دیکھو پھر غور سے قرآن کی آیات کو دیکھو
جتنی بھی روایات مقاتل میں بھری ہیں
افواج سے دشمن کی بھی نقل ہوئی ہیں

ممکن ہے یہ کہنے لگے اس بات پہ کوئی ㉗ کیفیتِ غم شاہ پہ طاری جو ہوئی تھی
روئے غمِ احباب میں یہ امر تھا فطری فطرت کے اثر کا بھی تھا اظہار ضروری
فطرت کے اصولوں ہی کا پرچار کیا تھا
یوں شہؑ نے غم و درد کا اظہار کیا تھا

افسوس کہ وہ لوگ یہ کرتے ہی نہیں غور ㉘ چلتا ہے سدا بادۂ غفلت کا یہاں دور
ہو ایک بشر ہندی و چینی کہ کوئی اور وہ سوچ لے گھر اپنا لُٹاؤں میں کسی طور
اسباب لُٹے گا تو پریشان وہ ہوگا؟
یا ہوویگا خوش سچا جو انسان وہ ہوگا؟

سوچو تو دکھاتے جو نہ شبیرؑ کے انصار ㉙ یا اُن کے حرم اور حرمِ سیدِ ابرار
ہم لوگوں میں تو پستیِ فطرت نہیں زنہار پھر کیسے یہ ممکن تھا کہ ہو خلق پہ اظہار
تھے جتنے نبی پاک تھے شہوات و ہویٰ سے
بے چین نہ ہوتے تھے کسی رنج و بلا سے

قرآن و احادیث میں آیا جو ہے مذکور (۴۰) مغموم ہوئے گاہ نبیؐ اور کبھی مسرور
یہ سب متشابہ ہیں حقیقت سے بہت دور — تھی اس سے تو لوگوں کی ہدایت انہیں منظور
منصب تھا مشیت میں یہ فرزندِ نبیؐ کا
ثابت کرے میدان میں ایمان سبھی کا

ہیں آلِ محمدؐ ہی وہ سرچشمۂ عصمت (۴۱) جو جملہ خلائق پہ ہیں اللہ کی رحمت
ایمانِ رُسل کی جو یہ دیتے نہ شہادت — ہوتا کہیں اثباتِ نبوت کہ رسالت؟
عصمت کو نمایاں کیا ہر ایک نبیؐ کی
ہر ایک پیمبرؐ کی وصیؑ اور ولیؑ کی

سوچو تو جدا ہوتا ہے جب بھائی سے بھائی (۴۲) ماں باپ کی لٹتی ہے کسی کے جو کمائی
فطرت ہے کہ سر پیٹ کے دیتا ہے دہائی — بازو مرے بے جاں ہوئے بیٹھے مرا بھائی
یہ تو بشریت ہے اب ایمان کو دیکھو
انسان کو اور نائبِ رحمان کو دیکھو

دیکھو تو ذرا شانِ حسینؑ ابنِ علیؑ کی (۴۳) کس طرح دکھایا ہے ولایت کو ولی کی
جو بات کہ حد درجہ خفی تھی وہ جلی کی — کیا راہ دکھائی ہے ہدایت کی گلی کی
فطرت پہ جو غالب رہے انسان وہی ہے
حق یہ ہے کہ بس صاحبِ ایمان وہی ہے

لو طالبِ رخصت ہے شہِ دیں سے علمدار (۴۴) شبیرؑ کا بچپن سے سدا جس پہ رہا پیار
گھر بھر کا محافظ بھی ہے اور سب کا ہے غمخوار — اس شیر سے مرعوب ہے سب لشکرِ کفار
بچپن سے وہ شبیرؑ کی گودی میں پلا ہے
بتیسواں سال آیا تو مرنے کو چلا ہے



کہتا ہے کہ مولا مجھے اب اذنِ وغا دو (۴۵) قدموں پہ فدا ہونے کی اس وقت رضا دو
میں شوق میں قربانی کے مرتا ہوں جلا دو — فردوس کی للہ مجھے راہ دکھا دو
بے چین ہوں میں صبر کا یارا نہیں مولا
سر دوش پہ شادم کو گوارا نہیں مولا

شبیرؑ کو معلوم ہے اِس شیر کی طاقت (۴۶) مل جائے کہیں اِس کو وغا کی جو اجازت
اک دم میں فنا ہوں سبھی افواجِ شقاوت — کس طرح سے مخلوق کی پھر ہوگی ہدایت
ساکت ہیں جواب اب کوئی حضرت نہیں دیتے
اس شیر کو لڑنے کی اجازت نہیں دیتے

ناگاہ درِ خیمہ سے فضہؑ نے پکارا (۴۷) یا شاہ خبر لیجئے بچوں کی خدارا
گرمی سے اِدھر پیاس کی شدت نے ہے مارا — زندہ ہوں اگر پانی کا مل جائے سہارا
ہو کر متبسم کہا لو بھائی مبارک
پیاسی ہے سکینہؑ تمہیں سقائی مبارک

کیا خوب ملا آپ کو پانی کا بہانہ (۴۸) کاندھے پہ بڑے شوق سے اب مشک سجانا
پانی کے بہانے کہیں کوثر پہ نہ جانا — سقائے سکینہؑ کا لقب ہے تمہیں پانا
لو جاؤ مرے دیدۂ نم ساتھ رہیں گے
اور حشر تلک مشک و علم ساتھ رہیں گے

یہ سنتے ہی سرخی رخِ عباسؑ پہ آئی (۴۹) اِک وجد کے عالم میں چلا شہؑ کا فدائی
سوکھی ہوئی اک مشک سکینہؑ سے منگائی — ہمراہِ علم دوشِ مبارک پہ سجائی
مجرا کیا آکر شہِ دلگیر کے آگے
نیوڑھا دیا سر حضرتِ شبیرؑ کے آگے

عباسؑ نے قدموں سے جو آنکھوں کو لگایا — شبیرؑ جھکے پیار کے ساتھ اُن کو اُٹھایا
۵۰
سر بھائی کا پھر سینۂ اقدس سے لگایا — اور بولے کہ مقصودِ دلی اب تو بر آیا ؟

امت کو گناہوں سے بچانے کو چلے ہو
کیسے نہ ہو آخر مری گودی کے پلے ہو

یاد آئے گی احباب کو جب تیری جوانی — رُکنے کی نہیں آنکھوں سے اشکوں کی روانی
۵۱
مل جائے گا ہر قلب کو اِک سوزِ نہانی — اصلاحؔ کو کافی ہے یہی غم کی کہانی

محبوب بہت مجھ کو ہے تصویرِ علیؑ کی
خوش ہو کے فدا کرتا ہوں اُمت پہ نبیؐ کی

دیتا ہوں اجازت تمہیں میداں میں جاؤ — تیر و تبر و تیغ و سِناں شوق سے کھاؤ
۵۲
بگڑے ہوئے اُمت کے مقدر کو بناؤ — احباب کے دل ظلم و ستم سہہ کے دکھاؤ

خالق کو یہ قربانیاں مقبول ہوں سب کی
بارش رہے اُمت پہ سدا رحمتِ رب کی

لو بھائیو اب جاتا ہے مولا کا علمدار — سُونی نظر آنے لگی شبیرؑ کی سرکار
۵۳
اب تک تو ہے قائم علمِ احمدِ مختار — اور اس کی طرف دیکھ رہے ہیں شہِ ابرار

سب اہلِ حرم کی بھی نظر سوئے علم ہے
ہو جائے نہ ٹھنڈا یہ علم سب کو یہ غم ہے

مدت میں پیمبرؐ کا نشاں آج سجا تھا — افسوس کہ یہ سبز علم پھر نہ اُٹھے گا
۵۴
چمکے گا فضا میں نہ کبھی نور کا پنجہ — لہرائے گا پھر آہ نہ یہ سبز پھریرا

اندازہ کرے کون غمِ اہلِ حرم کا
ہے آخری دیدار محمدؐ کے علم کا



یہ ہے وہ علم جس کو پیمبرؐ نے بنایا — یہ وہ ہے جسے فاطمہؑ زہرا نے سجایا
۵۵
خیبر میں جسے حیدرِ صفدرؑ نے اُٹھایا — آج اِس کو لئے ہے اسد اللہ کا جایا

لو مشک و علم لے کے وہ میداں کو چلا ہے
پشتی پہ خدا سامنے میدانِ وغا ہے

ہاں بھائیو جاتا ہے شہِ دیں کا فدائی — بس لشکرِ شبیرؑ کی ہوتی ہے صفائی
۵۶
غربت میں جدا ہوتا ہے لو بھائی سے بھائی — لُٹ جائے گی اب حیدرِ صفدرؑ کی کمائی

پُرسا دو جواں بھائی کا خالق کے ولی کو
دل تھام کے رخصت کرو عباسِؑ علیؑ کو

رو رو کے کہو اے شہِ بے کس کے برادر — تم جاتے ہو رہ جائیں گے تنہا شہِ صفدر
۵۷
سُنسان ہوا جاتا ہے شبیرؑ کا گھر بھر — اب کا ہے کو تم آؤ گے میداں سے پلٹ کر

پھر کون ہے شبیرؑ کی نصرت جو کرے گا
معلوم نہیں کیسے وہ دُکھ درد بھرے گا

عباسِؑ علیؑ آپ کے مولاؑ ہیں اکیلے — دریا پہ نہ ہو دیر کہ آقا ہیں اکیلے
۵۸
جلد آئیو دیکھو شہِ والا ہیں اکیلے — دلبندِ علیؑ دلبرِ زہراؑ ہیں اکیلے

دیکھو کہیں تاخیر میں کچھ پیچ نہ پڑ جائے
سیّد کے تحفظ ہی کا نقشہ نہ بگڑ جائے

عباسِؑ علیؑ بہرِ خدا جلد ہی آنا — بے آس یتیموں کو کہیں بھول نہ جانا
۵۹
اس دھوپ میں غم پیاس کا اطفال کی کھانا — ایسا تو نہیں کرتے ہو پانی کا بہانا ؟

بچپن سے جو تم شوقِ شہادت میں پلے ہو
دریا کے بہانے سے نہ کوثر کو چلے ہو

(۶۰)
عباسؑ بہت آپ کو پیاری ہے سکینہؑ
اور آپ پر قربان ہے واری ہے سکینہؑ
پیاسی کو نہ بھولو کہ تمہاری ہے سکینہؑ
عباسؑ بڑی درد کی ماری ہے سکینہؑ
ایسا نہ ہو پیاسی کو غم و درد سوا دو
تم چاہ میں کوثر کی کہیں اس کو بُھلا دو

(۶۱)
ہے لشکرِ اعدا پہ بہت رُعب تمہارا
جب تم چلے شبیرؑ کا پھر کیا ہے سہارا
عباسؑ رکھو اس کا ذرا دھیان خدارا
رہ جائے نہ تنہا کہیں زہراؑ کا دُلارا
آنے کی تمہارے بھی اُسے آس نہیں ہے
اکبرؑ کے سوا اب تو کوئی پاس نہیں ہے

(۶۲)
سوچو تو ذرا ساتھ میں ہے ثانیِ زہراؑ
تم کو تو ہمیشہ سے بڑا پاس ہے اُس کا
خود تم نے مدینے میں سوار اُس کو کیا تھا
ایسا نہ ہو برباد ہو ہمشیر کا پردا
بھائی جو نہ ہوں گے تو وہ دکھ درد بھرے گی
سر ننگے وہ بازار میں کوفے کے پھرے گی

(۶۳)
کوثر کو اگر جائے گی حضرت کی سواری
پھر جائیے اکبرؑ نے بھی جاں شاہ پہ واری
طاقت تو چلی جائے گی شبیرؑ کی ساری
آقا کو کہیں پائے گے تنہا جو یہ ناری
زغہ ہی کریں گے یہ محمدؐ کے پسر پر
برسائیں گے یہ تیر رسالت کے جگر پر

(۶۴)
اِس عرض کو عباسِ علیؑ دھیان میں لاؤ
اِن بیبیوں کو درد و مصیبت سے بچاؤ
روضے پہ نبیؐ کے انہیں پہنچا کے بٹھاؤ
پھر شوق سے تم جنگ کرو خوں میں نہاؤ
لوٹیں نہ انہیں دشمنِ دیں بعد تمہارے
قیدی نہ بنائیں وہ کہیں بعد تمہارے



(۶۵)
عباسِ علیؑ لب پہ ہمارے جو ہے نالہ
غم سے ہیں غلاموں کے کلیجے تہہ و بالا
بے آس ہوئے جاتے ہیں ہے ہے شہِ والا
اس قوم نے شبیرؑ کو کس درد میں ڈالا
ہم بول اٹھے غم میں برا ہو کہ بھلا ہو
ہے جرأتِ بے باک اگر، عفو خطا ہو

(۶۶)
معلوم ہے معروض پہ کچھ دھیان نہ دیں گے
جو دل میں سمائی ہے وہی آپ کریں گے
میدان میں جاتے ہی اب اعدا سے لڑیں گے
ہیں حق کے دھنی آپ، رہِ حق میں مریں گے
کوثر کی تمہیں چاہ ہے پہچان گئے ہم
کچھ شوقِ شہادت ہے سوا جان گئے ہم

(۶۷)
اے شہ کے علمدار خدا حافظ و ناصر
شبیرؑ کے غم خوار خدا حافظ و ناصر
بے کس کے مددگار خدا حافظ و ناصر
اے حق کے طلبگار خدا حافظ و ناصر
میدانِ وغا میں تمہیں جانا ہو مبارک
مشکیزہ بھرے نہر سے لانا ہو مبارک

(۶۸)
بس طول نہ دے روک ادیم اپنے قلم کو
کس طرح سے لکھ پائے گا اُس درد و الم کو
پہنچے گا جو مقتل میں شہنشاہِ اُمم کو
سُن بھی نہیں سکتا کوئی اس ظلم و ستم کو
عصیاں سے بچائیں ہمیں یہ اُن کی رضا ہے
بھائی کو اسی واسطے قربان کیا ہے

# ۱۲

(۱)
اے مومنو جانکاہ برادر کا الم ہے — فرزند کے صدمے سے یہ غم کیا کوئی کم ہے
ہو جاتی ہے خم جس سے کمر ایسا یہ غم ہے — سچ ہے کہ جواں بھائی کا مرنا بھی ستم ہے
خوں ہوتا ہے دل اور جگر ہوتا ہے ٹکڑے
ہر چند کرے صبر مگر ہوتا ہے ٹکڑے

(۲)
فرزندِ پیمبرؐ کی مگر شان کو دیکھو — ایثار ہے کیا، فاطمہؑ کی جان کو دیکھو
اس حافظِ دیں مرجعِ ایمان کو دیکھو — اس رحمتِ حق نائبِ رحمٰن کو دیکھو
عاشق ہے کہ بس مرتا ہے امت پہ نبیؐ کی
بھائی کو فدا کرتا ہے امت پہ نبیؐ کی

(۳)
بھائی تو طلب کرتا ہے میدان کی رخصت — لڑنے کی مگر اُس کو نہیں دیتے اجازت
پانی کے لئے بھیج رہے ہیں اُسے حضرت — مقصد ہے کہ قربان ہوں اور پائیں شہادت
شبیرؑ کو کس درجہ محبت ہے ہماری
صدقے کیا بھائی کو یہ الفت ہے ہماری

(۴)
کہتے ہیں برادر سے کہ لو مرنے کو جاؤ — اور نانا کی اُمت کو گناہوں سے بچاؤ
پانی کی طرح نہر پہ خوں اپنا بہاؤ — بگڑے ہوئے امت کے ذرا کام بناؤ
حیوان صفت خلق کو انسان بنا دو
امت کے لئے درد کا سامان بنا دو



(۵)
ہتھیار سجے تن پہ کھڑا ہے وہ دلاور — تیار ہے وہ بحرِ شہادت کا شناور
فرماتے ہیں شبیرؑ گلے اس کو لگا کر — کیا شان ہے اس شان کے قربان برادر
معلوم یہ ہوتا ہے ذرا قد میں بڑے ہیں
ہتھیار سجے حیدرؑ کرار کھڑے ہیں

(۶)
جرار نے القصہ رضا شاہ سے پائی — مسرور ہوا سیدِ والا کا فدائی
ہمراہِ علم مشک سکینہؑ کی سجائی — اور عازمِ میداں ہوا شبیرؑ کا بھائی
گھوڑے پہ چڑھا حیدرؑ کرار کا ثانی
قلعہ کُن خیبر شہہِ ابرار کا ثانی

(۷)
لو رن کو چلا شہہؑ کا علمدارِ دلاور — سایہ علمِ احمدِؐ مرسل کا ہے سر پر
اس شان پہ سو جان سے قرباں مہ و اختر — ماہِ بنی ہاشم پہ فدا مہرِ منور
پُر نور ہوا دشتِ بلا رُخ کی ضیا سے
خوشبوئے علیؑ آتی تھی میداں میں ہوا سے

(۸)
وارد ہوا میدان میں جس وقت وہ صفدر — بولا عمرِ سعدؔ سے یہ شمرِؔ ستمگر
اب کر کوئی تدبیر کہ مرعوب ہے لشکر — آ پہنچا ہے دلبندِ شہہِ فاتحِ خیبر
عباسؑ میں ہر بات ہے خالق کے ولی کی
سر تا بقدم لگتا ہے تصویر علیؑ کی

(۹)
جرأت وہی ہمت وہی صولت بھی وہی ہے — شوکت وہی ہیبت وہی دہشت بھی وہی ہے
ہے رُعب وہی اور شجاعت بھی وہی ہے — طاقت وہی قوت وہی قدرت بھی وہی ہے
تیغ اس کی اِک اژدر ہے کہ کھا جائے گی سب کو
خیبر کی لڑائی نظر آ جائے گی سب کو

بولا وہ لعیں سُن کے کہ سب فوج سے کہہ دے (۱۰) تنہا نہ مقابل کوئی اس شیر کے جائے
جرار پہ حملہ کریں سب چار طرف سے اور نہر کے ساحل پہ بڑے سخت ہوں پہرے
دریا کی ترائی کی طرف آنے نہ پائے
خیموں کی طرف پانی وہ لے جانے نہ پائے

جب حکمِ عمرؑ شمرؑ نے لشکر کو سُنایا (۱۱) بادل کی طرح چار طرف سے اُمنڈ آیا
مانندِ گھٹا کے جونہی اس ماہ پہ چھایا اِک بار جلال ابنِ یداللہ کو آیا
اِک آن میں یوں لشکرِ پُر کید پر آئے
جس طرح کہ ضیغم کی نظر صید پر آئے

للکار کے عباسؑ یہ بولے کہ خبردار (۱۲) آپہنچا وغا کو پسرِ حیدرِ کرار
ہیبت سے لرزنے لگے میداں میں وہ اشرار گھوڑوں کے قدم رُک گئے بُت بن گئے اسوار
کیا کہیئے جو اُفتاد پیادوں پہ پڑی تھی
ہر شخص پہ گویا وہ قیامت کی گھڑی تھی

فرمانے لگے فوج سے پھر حضرتِ عباسؑ (۱۳) لوگو تمہیں کچھ مذہب و ملت کا نہیں پاس
کیوں رحمتِ غفار سے تم ہو گئے بے آس تم لوگوں سے اب تک نہیں مولا کو مرے یاس
آزادی سے لڑنے کی اجازت نہیں دیتے
حیدرؑ کی طرح جنگ کی رخصت نہیں دیتے

فرماتے ہیں یہ سب مرے نانا کی ہیں اُمت (۱۴) ہرچند مرے ساتھ بہت کی ہے شقاوت
لیکن نہیں اُن لوگوں سے مجھ کو تو عداوت باز آئیں یہ اب بھی تو کروں ان کو ہدایت
گر اب بھی کہیں ظلم کی تاریخ بھلا دوں
فردوس کی اک دم میں انہیں راہ دکھا دوں



تھی دین کی امداد مرے باپ کی عادت (۱۵) کام اُن کا تھا قربانی و ایثار و سخاوت
کرتا رہا محبوبِ الٰہی کی وہ نصرت کچھ یاد ہے کیا واقعہ گزرا شبِ ہجرت
کہتے ہیں کہ اسلام پہ وہ رات کڑی تھی
وہ رات نہ تھی روزِ قیامت کی گھڑی تھی

حیدرؑ کو کسی بات کا کچھ دھیان نہ آیا (۱۶) محبوبِ خدا نے اُنہیں بستر پہ لٹایا
ہرچند کہ اُس گھر پہ تھا شمشیروں کا سایہ مخلوق کو حیدرؑ نے وہیں سو کے دکھایا
سر کی یہ بڑی سخت مہم حق کے ولی نے
اسلام کو سو کر بھی جگایا ہے علیؑ نے

نصرت سے کسی وقت بھی منہ اُس نے نہ موڑا (۱۷) سختی میں بھی ساتھ پیمبرؐ کا نہ چھوڑا
جب بھاگ گیا چھوڑ کے ہر ایک بھگوڑا قوت کو غنیموں کی اُسی ایک نے توڑا
نائب اسی حیدرؑ کا ولی ابنِ ولی ہے
کیا سمجھے ہو شبیرؑ کو وہ ابنِ علیؑ ہے

وہ کون ہے اِس پر بھی کبھی غور کیا ہے (۱۸) سردارِ جناں اُس کو پیمبرؐ نے کہا ہے
دنیا ہوسِ زر میں مخالف ہے تو کیا ہے اُس کے تو غلاموں کا مددگار خدا ہے
کونین میں ڈھونڈو تو مثال اُس کی کہاں ہے
احمدؐ کا نواسہ ہے امامِ دو جہاں ہے

یہ وہ ہے نبیؐ نے جسے کاندھے پہ چڑھایا (۱۹) دختر نے پیمبرؐ کی جسے دودھ پلایا
خلقت میں کسی نے بھی یہ رُتبہ نہیں پایا جبریلِ امیں نے اسے جھولے میں جھلایا
اُس کے لئے محبوبِ خدا اونٹ بنے تھے
کاندھوں پہ چڑھائے ہوئے مسجد میں پھرے تھے

(۲۰)
افسوس کہ تم کہتے ہو اپنے کو مسلماں — پر تم سا نہ ہوگا کوئی مخلوق میں ناداں
اولادِ پیمبرؐ کے لئے قتل کا ساماں؟ — اور اُس کی نواسی کے ہی دو بیٹوں کی لو جاں

تم شجرۂ ملعونہ کے سائے میں پلے ہو
فرزندِ پیمبرؐ سے بھی لڑنے کو چلے ہو

(۲۱)
جو دین کا پہلا کلمہ ہے اُسے جانو — کونین کا معبود ہے بس ایک، نہیں دو
معبود کے کچھ معنی و مطلب تو سمجھ لو — قرآن میں کہتا ہے خدا سب سے یہ کہہ دو

جو نفس کے احکام کی تعمیل کرے گا
معبود ہے نفس اُس کا وہ مشرک ہی مرے گا

(۲۲)
بس مجھ سے ڈرو اور مجھ ہی سے کرو الفت — ہے کفر، بھلی لگتی ہے دنیا کی جو زینت
جو مال سے اولاد سے رکھتا ہے محبّت — ازواج و اعزا سے بہت اس کو ہے رغبت

ہو میرے لئے سب تو وہ ایماں کا نشاں ہے
اور نفس کی خاطر ہے تو عقبےٰ کا زیاں ہے

(۲۳)
اللہ سے تم ڈرتے تو حاکم سے نہ ڈرتے — ہوتی جو طلب حق کی تو کیوں نام پہ مرتے
اللہ کے محبوب پہ ظلم ایسا نہ کرتے — خود اپنے بھی دُکھ درد خدا کے لئے سہتے

اللہ کا ہو، صاحبِ ایمان وہی ہے
غالب جو ہوئی پر ہو مسلمان وہی ہے

(۲۴)
کچھ غور کرو زندگیٔ دہر ہے اک خواب — کیا بود و نمود اس کی کہ اک نقش ہے بر آب
مرنا تو حیاتِ ابدی کے لئے ہے باب — پیدا کرو عقبےٰ کے لئے زیست کے اسباب

سمجھا چکا میں تم کو جیو یا کہ مرو تم
مختار ہو جو کام بھی چاہو سو کرو تم



(۲۵)
خاموش ہُوا جب اسد اللہ کا جایا — سکتے میں جو لشکر تھا ذرا ہوش میں آیا
پیدل بڑھے، اسواروں نے گھوڑوں کو دبایا — تیروں کو کمانداروں نے چلّوں پہ چڑھایا

بحرِ ستم و ظلم کی اک موج چڑھی تھی
لشکر تھا شیاطین کا یا فوج چڑھی تھی

(۲۶)
پھر شہہ کے علمدار نے بھی تیغ سنبھالی — کامل کوئی جس طرح پڑھے سیفِ جلالی
حیرت ہے کہ تلوار تھی یا برق جمالی — دم بھر میں لبِ نہر پہ چڑھنے لگی لالی

روحوں کو غذائے شکمِ نار کیا تھا
میداں میں سر و جسم کا انبار لگا تھا

(۲۷)
تلوار نے دکھلائی عجب طرح صفائی — دیکھا نہ کسی نے گئی کب اور کب آئی
دل چیر کے لی جان نظر جس نے ملائی — اعدا کی صفوں میں تھی دُہائی پہ دُہائی

بھاگے جو رسالوں میں تھے رہوار دبا کے
پیدل بھی اُڑے جاتے تھے گھوڑوں پہ ہوا کے

(۲۸)
عباسِؑ دلاور نے عجب رنگ جمایا — دیکھا جو نہ تھا جنگ کا وہ ڈھنگ دکھایا
گھوڑا معہ اسوار کے نیزے پہ اُٹھایا — پھر دونوں کو تلوار سے چو رنگ بنایا

دکھلا دیا قوت ہے یہ حیدرؑ کے پسر میں
مجبور نہیں، دخل ہے اللہ کے گھر میں

(۲۹)
مجبور کبھی دلبرِ حیدرؑ کو نہ جانو — تم ہم پہ ظفر پاؤ گے یہ دل میں نہ ٹھانو
لو جانچ لو گر سچ نہ مری بات کو مانو — آجاؤ مرے سامنے لشکر کے جوانو!

اک حشر ہو، طبیعت جو ذرا جوش میں آئے
سر اک نہ باقی ہو مجھے زخم نہ آئے

(۲۰) گر اذنِ وغا سیّدِ والا سے میں پاتا — پھر دستِ خدا کی تمہیں قوت بھی دکھاتا
میدان میں تم میں سے نظر ایک نہ آتا — بچتا وہی جو کوفے تلک بھاگ کے جاتا۔

سب میرے لئے ہیچ یہ لشکر ہے تمہارا
جو ویل جہنم میں ہے وہ گھر ہے تمہارا

(۲۱) جنّات بھی گر سامنے آئیں تو بھگا دوں — ٹھوکر سے اگر چاہوں تو مردوں کو جِلا دوں
گر کوہ مقابل ہو تو سُرمہ سا بنا دوں — آجائے فلک بھی تو دُھواں کر کے اُڑا دوں

دوں حکم سمندر کو تو قطرے میں سمٹ جائے
سورج کو اشارہ جو کروں دم میں پلٹ آئے

(۲۲) میں کون ہوں ادنیٰ سا غلامِ شہِ والا — دنیا کو اگر چاہوں تو کردوں تہہ و بالا
اِس فکر نے پر آج ہے تشویش میں ڈالا — امّت کا نہ منہ حشر کے میداں میں ہو کالا

فرزندِ نبیؐ امّتِ احمد پہ فدا ہے
سامان ہو بخشش کا یہی اُس کی رضا ہے

(۲۳) بندے کی رضا کیا ہے جو مولا کی ہے مرضی — ہے عبد کی مرضی بھی جو آقا کی ہے مرضی
شبیرؑ کی مرضی شہہِ بطحا کی ہے مرضی — اور اُن کی رضا خالقِ یکتا کی ہے مرضی

شبیرؑ کی مرضی ہے کہ گھر بار لُٹا دیں
امّت کو کسی طرح گناہوں سے بچا دیں

(۲۴) پھیلے نہ مسلمانوں کے گھر گھر میں لڑائی — اور بر سرِ پیکار نہ ہو بھائی سے بھائی
ہو درد کی امّت کے دلوں میں جو سمائی — ہو جائے گی یکسر حق و باطل میں جُدائی

اعمال جو سنبھلیں گے نجات اُن کو مِلے گی
واصل بخدا ہوں گے تو ذات اُن کو ملے گی



(۲۵) طوفان میں ہے امّتِ احمدؐ کا سفینہ — بے چین ہیں اُس کے لئے سُلطانِ مدینہ
ہوتی نہ یہ مشکل نہ محرّم کا مہینہ — پھر تم کو دکھا دیتے لڑائی کا قرینہ

اِس میں تمہیں شک ہو تو ذرا ٹوک کے دیکھو!
دریا پہ ابھی جاتے ہیں ہم روک کے دیکھو!

(۲۶) ابنِ اسداللہ نے گھوڑے کو بڑھایا — میدان سے ایک ایک سپاہی کو بھگایا
باقی نہ رہا جب کسی انسان کا سایا — دریا کی طرف آپ نے رہوار بڑھایا

دریا کے محافظ جو کھڑے ہو گئے ڈٹ کے
عباسؑ بڑھے مجمعِ اعدا کو ڈپٹ کے

(۲۷) جب داخلِ دریا ہوئے عباسِؑ دلاور — خوش ہو کے یہ چلّائے حباب آب پہ اُٹھ کر
لاریب کہ تو ہے پسرِ ساقیٔ کوثر — دریا بھی ہیں چوکھٹ سے تری طالبِ ساغر

قطرے کو ملی آب یداللہ کے در سے
پانی کو روانی اسداللہ کے گھر سے

(۲۸) مشکیزہ بھرے چین سے خیموں میں تو جائے — اللہ کرے کوئی صعوبت نہ اُٹھائے
میدان میں کوئی نہ تجھے ہاتھ لگائے — نیزہ کوئی مارے نہ کوئی تیر چلائے

شق ہوتا ہے اپنا تو کلیجہ اسی غم میں
پیاسے ہیں بہت، پانی پہنچ جائے حرم میں

(۲۹) دریا میں کہیں طرح سے ہم پھوٹ کے روئیں — پیاسے ہوں حرم، بچے بھی سب پیاس سے روئیں
شدّت سے عطش کی نہ یہ ممکن ہو کہ سوئیں — اور اشکوں سے منہ اپنے شب و روز وہ دھوئیں

کس طرح سے چین آئے بھلا ننھے سے جی کو۔
جی چاہتا ہے شکل نہ دکھلائیں کسی کو

(۴۰)
شبیرؑ کے خیموں میں تڑپتے رہیں بچے — اور پیاس سے کٹتے ہوں وہ ننھے سے کلیجے
ہاتھوں میں لئے پھرتے ہوں سوکھے ہوئے کوزے — معصوموں پہ کیوں جان ہماری نہ ہو صدقے

بچے جو اُدھر پانی کو ترسا کریں صد حیف
پھر ہم بھی نہ کیوں آب پہ تڑپا کریں صد حیف

(۴۱)
انسان ذرا غور کریں کچھ تو خدا را — رہبر وہ محمدؐ سا وہ اللہ کا پیارا
جو دونوں جہاں کے لئے ہستی کا سہارا — کنبہ اُسی ذی جاہ کا پیاسا ہے سارا

ہم پانی پہ بہتے ہوئے ہر سمت کو جائیں
افسوس کہ اُن پیاسوں کے کچھ کام نہ آئیں

(۴۲)
کیوں آب میں رہنے سے نہ شق اپنا ہو سینہ — کس طرح سے تسکین کا اپنی ہو قرینہ
نازوں کی پلی دخترِ سلطانِ مدینہ — پانی کے لئے آہ ترستی ہے سکینہؑ

جلتے ہیں حباب آب پہ منہ سب کا ہی فق ہے
شہزادئ کوثر ہے پیاسی، یہ قلق ہے

(۴۳)
بتلاؤ! اِس اُفتاد کا غم کیسے نہ کھائیں — اطفالِ حرم پیاس کے صدمات اُٹھائیں
اور آکے سکینہؑ کو یہی دُکھ درد سنائیں — پھر چاہیں کہ پانی بھی کہیں سے وہ پلائیں

افسوس کہ اُن کے لئے وہ شاہ کی دلبر
پانی کو پھرے ڈھونڈتی ہر خیمے کے اندر

(۴۴)
شبیرؑ کی بچی پہ نہ کیوں ہوجئے قربان — کُل چار برس کی ابھی ننھی سی ہے وہ جاں
اِس پر بھی اُسے پیاس کا اپنی نہیں کچھ دھیان — پر دوسرے بچے ہیں جو حیران و پریشاں

اُن سب سے یہی کہتی ہے صابر رہو بچو!
بس مرضئ اللہ پہ شاکر رہو بچو!



(۴۵)
اب سوچو کہ اس پر بھی ہمیں شرم نہ آئے — پھرتے رہیں ہم نہر میں سر اپنا اُٹھائے
ہر بُلبلہ پانی ہی میں کیوں ڈوب نہ جائے — پیاسی ہو سکینہؑ تو وہ منہ کیسے دِکھائے

ہم پھوٹتے ہیں اِس لئے ہر ضربِ صبا سے
خیموں میں پہنچ جائے نمی کچھ تو ہوا سے

(۴۶)
دریا میں ہوں ہم اور ہو پیاسا علی اصغرؑ — ہم کھائیں ہوا اور وہ تڑپا کرے شب بھر
جھولے میں اس آفت سے نہ سو سکتا ہو دم بھر — کیا ہوگی اذیت بھلا اُس ننھے سے جی پر

پانی کے تھپیڑوں سے جگر اپنا نہ شق ہو
کس طرح نہ اصغرؑ کے تڑپنے کا قلق ہو

(۴۷)
ہو خشک گلا دلبرِ شبیرؑ ہو پیاسا — اک قطرہ برابر نہ ملے نیر، ہو پیاسا
ہم پانی میں موجود ہوں بے شیر ہو پیاسا — افسوس کہ ابنِ شہہِ دلگیر ہو پیاسا

یہ ظلم و ستم ٹوٹیں، یہ دل ٹوٹ نہ جائیں
اِس غم سے کہو کس لئے ہم پھوٹ نہ جائیں

(۴۸)
جھولے میں تڑپتا ہے وہ شبیرؑ کا جانی — منہ کھولتا ہے اس واسطے دیدے کوئی پانی
ہے خشک زباں جیسے کہ قرآں کی نشانی — کن آنکھوں سے دیکھے کوئی یہ تشنہ دہانی

سینہ غم و اندوہ سے پھٹ جائے نہ کیونکر
اس غم سے کلیجہ ہی اُلٹ جائے نہ کیونکر

(۴۹)
کس طرح سے اصغرؑ کا ہمیں دھیان نہ آئے — منہ کھول کے وہ خشک زباں اپنی دکھائے
اور سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ بھی اُس کو پھرائے — اِس پر بھی ستم، پانی کی اِک بوند نہ پائے

حسرت بھری آنکھیں تو وہ ماں باپ کو دیکھیں
پھر کیوں نہ ندامت سے حباب آپ کو دیکھیں

(۵۰)
تیروں سے خدا مشکِ سکینہؑ کو بچائے     حسرت ہے کہ خالق ہمیں وہ وقت دکھائے
سقائے حرم پانی لئے خیمے میں جائے     اور پہلے وہ سب بچوں سے اصغرؑ کو پلائے
سوکھے ہوئے حلقوم سے کچھ آب اُترجائے
منکا جو ڈھلا جاتا ہے کچھ دیر ٹھہر جائے

(۵۱)
اللہ کرے بانوؑ کی گودی رہے آباد     معصوم پہ ہوجائے کسی طرح نہ بیداد
خالق کرے شبیرؑ رہیں خلق میں دلشاد     پروان چڑھے سیّدِ مظلوم کی اولاد
مارے نہ کوئی تیر اُسے رکھ کے کماں میں
اصغرؑ ہو جواں اور پھلے پھولے جہاں میں

(۵۲)
القصہ کہ جب نہر میں داخل ہوئے عباسؑ     یاد آگئی بے آس یتیموں کی اُنہیں پیاس
پانی کے پہنچنے کی جو خیموں میں نہ تھی آس     اک آہ بھری نہر کو دیکھا جو بصد یاس
رہ رہ کے سکینہؑ کا تڑپنا نظر آیا
چلتے ہوئے گھوڑے سے لپٹنا نظر آیا

(۵۳)
جب نہر پہ قبضہ کیا عباسِؑ علیؑ نے     توصیف و ثنا بھائی کی کی حق کے ولی نے
گویا یہ دُعا دی اُنہیں دلبندِ علیؑ نے     اُس واقفِ اسرارِ خفی اور جلی نے
اللہ کرے تم سے قوی دین کے بازو
مضبوط رہیں شرع کے آئین کے بازو

(۵۴)
رہوار پہ پانی میں کھڑا تھا وہ دلاور     اور دیکھتا تھا چار طرف آنکھ اُٹھا کر
تھی چھائی ہوئی شیر کی ہیبت جو دلوں پر     آتا نہ تھا دریا کے قریں کوئی ستمگر
اس وقت کناروں کے کوئی پاس نہیں تھا
اب نہر پہ کوئی بجز عباسؑ نہیں تھا



(۵۵)
عباسؑ نے چھوڑا جو لگام اسپ کا ڈھیلا     گردن کو تھپک کر کیا پانی کا اشارہ
مطلب تھا کہ پی لے ہے کئی روز کا پیاسا     منہ پانی سے فوراً ہی مگر اُس نے پھرایا
پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں یہ کہنے لگا گھوڑا
میں پانی پیوں اور ہو آقا مرا پیاسا

(۵۶)
اب غور کریں جن کو محبت کا ہے دعویٰ     رہوارِ علمدار بھی پانی نہیں پیتا
ہر چند کہ یہ امر ہے فطرت کا تقاضا     حیواں پہ تو اس طرح کا کچھ حق نہیں ہوتا
پانی جو ملے پیاس میں فوراً وہ پیئے گا
حیوان اگر یہ نہ کرے کیسے جیئے گا

(۵۷)
ہے کیسا وفادار علمدار کا رہوار     راکِب ہے وفادار فرس اُس کا وفادار
کس درجہ کا ہے راکِب و مرکب میں یہاں پیار     پیاسا ہے مگر پانی نہیں پیتا وہ زنہار
سمجھے بھی کہ اس ذکر سے کیا بات عیاں ہے
ہے صاف ہوس پر یہ حکومت کا نشاں ہے

(۵۸)
ہو نفس پہ اپنے غلبہ اسپ کو حاصل     پیاسا ہو کئی روز کا اور جسم بھی گھائل
اس پر بھی نہ ہو پانی کے پینے پہ وہ مائل     افسوس کہ ہم نفس کشی پر نہ ہوں عامل
خواہش کو کچلنے پہ جو مائل ہی نہیں ہم
اس گھوڑے پہ قربانی کے قابل بھی نہیں ہم

(۵۹)
حیواں کو تو مل جاتی ہے کچھ فہم و فراست     کرتے ہیں شجر آلِ محمدؐ کی اطاعت
حق کے حجر مانتے ہیں ان کی امامت     کیوں بھائیو بتلاؤ نہیں ہے یہ قیامت
احکام سے مولا کے بغاوت بھی کریں ہم
کہلائیں شیعہ مومن و ناجی بھی رہیں ہم

(۶۰)
عباسؑ کا گھوڑا تو ہو شہوات پہ غالب — افسوس کہ ہم نفس کشی کے نہ ہوں طالب
اور صرف یہ چاہیں کہ ملیں دل کے مطالب — اچھا کہ بُرا نفس رہے عقل پہ غالب
لکھتے ہیں عریضوں میں ادب ہم نہیں کرتے
اور آلِ پیمبرؐ کا بھی کچھ غم نہیں کرتے

(۶۱)
آلِ نبوی خلق پہ خالق کی ہیں رحمت — حیوان کو مِل جائے اگر اُن کی معیت
لاریب دل و جان سے کرتا ہے اطاعت — کچھ اس کو بھی مل جاتی ہے فطرت پہ حکومت
اِک ذکر سُنا اور بھی احوال بہت ہیں
یہ تو ہے فقط ایک مثال اور بہت ہیں

(۶۲)
ہے حکم یہ اللہ کا اور اُس کے نبیؐ کا — دیکھو نہ کبھی مانیو تم نفس کا کہنا
گو سیدِ بے کس تھا کئی روز کا پیاسا — تیروں سے بدن شاہ کا غربال ہوا تھا
اُس وقت میں بھی اُس نے بھلایا نہیں ہم کو
تھا کون سا رستہ جو دکھایا نہیں ہم کو

(۶۳)
منظر ہو فسادات کا ماحول ہمارا — کرتی ہو بہو ساس سے، وہ اُس سے کنارا
اک نند کو بھاوج کا نہ ہو ساتھ گوارا — اور چاہے چچا چھینے بھتیجوں کا سہارا
ہو بھائی کو بھائی سے عداوت یہ عجب ہے
اور باپ سے بیٹے کی بغاوت یہ غضب ہے

(۶۴)
مر جاتی ہے عورت جو کوئی قوم کے اندر — بچّوں کے لئے اور اک آجاتی ہے مادر
ہم نے تو یہی چار طرف دیکھا ہے اکثر — گرتے ہیں ستم ٹوٹ کے معصوموں کے اوپر
مادر کے اگر ظلم وہ بچّے نہیں سہتے
پھر باپ کی اولاد وہ بے کس نہیں رہتے



(۶۵)
یہ حال ہے اور زعمِ سواریٔ سفینہ — بتلاؤ خدارا کہ یہ کیں کا ہے قرینہ
اکبرؑ جو ہیں دلدارِ شہنشاہِ مدینہ — ماں ان کی ہے لیلیٰؑ تو ربابؑ اُمِ سکینہؑ
اور حضرتِ سجّادؑ کی ماں اہلِ عجم ہیں
پر واں کوئی جھگڑا ہے نہ قصّے ہیں نہ غم ہیں

(۶۶)
ہیں آل کی کشتی میں اگر بیٹھے ہوئے ہم — کس واسطے اغیار کے رستے پہ رہے ہم
کشتی میں سواری کا نشاں سمجھے نہ تھے ہم — جس راہ پہ کشتی گئی کیا اُس پہ گئے ہم ؟
ملتے ہیں یہ اعمال بھی کیا آلِ نبیؐ سے ؟
یا غولِ شیاطین کی دنیا طلبی سے ؟

(۶۷)
عباسؑ کے گھوڑے کا ذرا دھیان جو ہوتا — وہ تخمِ صفائی کا ہر اک قلب میں بوتا
غصہ جسے آتا وہ خجل آپ ہی ہوتا — رہوار کی پاکیزگیٔ نفس پہ روتا
رو رو کے دعا مانگتا وہ ربِّ عُلیٰ سے
کردے مجھے محفوظ تو شہوات و ہویٰ سے

(۶۸)
افسوس سکینہؑ کی ہمیں یاد نہ آئی — پیاسی ہے کئی روز سے شبیرؑ کی جائی
پانی کی کوئی بوند کسی طور نہ پائی — کیا صبر کی طاقت ہے کلیجے میں سمائی
اِن صدموں میں اظہارِ تاسّف نہیں کرتی
ٹکڑے ہے جگر پیاس سے پر اُف نہیں کرتی

(۶۹)
کچھ دھیان نہیں بیوۂ عباسؑ کا آتا — غم اُس کے یتیموں کا نہیں ہم کو ستاتا
کیوں خیال ہمارا طلبِ عیش میں جاتا — سچ یہ ہے ہمیں درد کا ساماں نہیں بھاتا
دُکھ درد ہمارے لئے وہ آپ اٹھائیں
ہم اُن کے مصائب کو نظر میں بھی نہ لائیں

۷۰
وہ چاہتے تھے امن ہو اس دہر میں قائم — جاگ اٹھیں کسی طرح جو غفلت سے ہیں نائم
بے آمدِ ماہِ رمضاں نفس ہوں صائم — بچ کر رہیں آلائشِ جذبات سے دائم
اصلاح کو کیا ذکرِ علمدارؑ ہی کم ہے؛
اب جس میں نہ باقی ہو کوئی حس تو ستم ہے۔

۷۱
عباسِؑ علمدار ترے اسپ کے صدقے — اے شاہ کے غمخوار ترے اسپ کے صدقے
اے حق کے طلبگار ترے اسپ کے صدقے — اے شاہِ وفادار ترے اسپ کے صدقے
اُس گھوڑے کے صدقے میں، فسادوں کو مٹا دے!
اِس بندگیٔ نفس سے ہم سب کو چھڑا دے!

۷۲
القصہ کہ عباسؑ نے گھوڑے سے یہ چاہا — دو گھونٹ ہی پی کر ذرا ہو جائے توانا
گھوڑے نے مگر نہر میں منہ اپنا نہ ڈالا — تب جُھک کے علمدار نے خود ہاتھ بڑھایا
چلّو میں دلاور نے جو پانی کو لیا تھا
پھر پیاسوں کے مقدور کا اظہار کیا تھا

۷۳
دنیا کو دکھانا تھا کہ دریا ہے ہمارا — پی سکتے ہیں پانی بھی جو ہم کو ہو گوارا
روکے ہیں اس سے یہ کسی کو نہیں یارا — اِمتعدے مگر ہم کو یہ پانی نہیں پیارا
گو ہاتھ میں پانی ہے مگر ہم نہ پئیں گے
پیاسے ہیں کئی روز کے، پیاسے ہی رہیں گے

۷۴
پھر سوکھی ہوئی مشک کو کاندھے سے اُتارا — بھرنے لگا پانی اسداللہ کا پیارا
مشکیزے کو بھر کر کیا دریا سے کنارا — گھِر آیا وہ لشکر جو پریشان تھا سارا
پھر کیا تھا چلے تیر علمدارؑ کے اُوپر
اور نیزہ و تلوار بھی تلوار کے اُوپر



۷۵
عباسِؑ علیؑ آپ کی ہمت کے تصدق — شوکت پہ فدا، آپ کی جرأت کے تصدق
پانی نہ پیا، آپ کی غیرت کے تصدق — عزت پہ نثار اور سخاوت کے تصدق
قربان ترے اے اسداللہ کے جائے
پیاسے ہی گئے نہر پہ اور پیاسے ہی آئے

۷۶
لڑتا ہوا جاتا تھا وہ شبیرؑ کا غمخوار — خیموں کی طرف تیز بڑھائے ہوئے رہوار
اِتنے میں چلا داہنے شانے پہ جو اِک وار — وہ ہاتھ گرا دوسرے میں تھام لی تلوار
لڑتا رہا پھر بھی شہہِ ابرار کا بازو
ناگاہ کٹا دوسرا جرّار کا بازو

۷۷
جب ہو گیا بے دست شہہِ دیں کا برادر — مجبور ہوا تیغ چلانے سے وہ صفدر
بے روک ہر اِک سوار پہنچنے لگا اُس پر — تیغ و تبر و تیر برستے تھے برابر
ہر سمت سے تھا لشکرِ غدّار دبائے
"بے دست" چلا جاتا تھا رہوار دبائے

۷۸
مشکیزے کو بازوئے بریدہ سے اُٹھایا — تسمے کو لیا دانتوں میں، سینے سے لگایا
خیموں کی طرف اسپ کو تیزی سے بڑھایا — ناگاہ لگا مشک پہ اِک تیر جو آیا
اُس تیر سے صدمہ یہ ہوا جُھک گئے عباسؑ
بہنے لگا پانی تو وہیں رُک گئے عباسؑ

۷۹
اک گرز کسی نے سرِ عباسؑ پہ مارا — اُس ضرب کے لگنے سے ہوا سر بھی دوپارہ
سنبھلا نہ گیا زین پہ، ریتی پہ وہ آیا — گرتے ہوئے گھوڑے سے شہہِ دیں کو پکارا
ہے وقتِ مدد اینِ یداللہ خبر لو!
قربان فدائی ہوا یا شاہ خبر لو!

۸۰
سنتے ہی چلے نہر کی جانب شہہِ صفدر
کس شان سے دیکھو تو ذرا جاتے ہیں سرورؐ
بھائی نہ بھتیجے نہ علمدارؑ نہ لشکر
اس وقت فقط ساتھ ہیں ہمشکلِ پیمبرؐ
انصار و اعزا کا الم کونسا کم تھا
اس پر علمِ احمدؐ مرسل ہوا ٹھنڈا

۸۱
اے بھائیو دیکھو تو ذرا پیاسوں کی تقدیر
پانی کی نہ بچوں کے لئے ہو سکی تدبیر
افسوس کہ بے دست ہوا بازوئے شبیرؑ
بن بھائی کے اب دین کا سلطان ہے دلگیر
پانی کی طرح خونِ علمدار بہا ہے
ریتی پہ ہے مشکیزہ علم ساتھ پڑا ہے

۸۲
ہے ہے شہہِ والا کا فدائی گیا مارا
فریاد ہے شبیرؑ کا بھائی گیا مارا
جس کو نہ گوارا تھی جدائی گیا مارا
وہ الفتِ شبیرؑ کا داعی گیا مارا
عباسِؑ علیؑ عازمِ دربارِ خدا ہیں
دو نیم ہے سر جسم سے شانے بھی جدا ہیں

۸۳
اے دل تو ذرا شہہ کے علمدار سے کہہ تو
اے حق کے فدائی ابھی کوثر پہ نہ جاؤ
پیاسی ہے سکینہؑ اُسے پانی تو پلاؤ
شبیرؑ کی بچی تو بہت پیاری ہے تم کو
وہ تم سے ہلی ہے اُسے غربت میں نہ چھوڑو
سقائے حرم! پیاسی ہے وہ آس نہ توڑو

۸۴
رہتا تھا سکینہؑ پہ سدا پیار تمہارا
کیوں ایسی دُلاری کو بھلا دل سے اُتارا
سوچو تو ذرا ٹوٹ گیا اُس کا سہارا!
تم نے نہ سُنا اُس نے چچا کہہ کے پکارا
کیا ہو گیا ہے آج خبر بھی نہیں لیتے
وہ روتی ہے اور آپ اثر بھی نہیں لیتے



۸۵
عباسؑ خبر لیجئے روتی ہے سکینہؑ
بے چین ہے منہ اشکوں سے دھوتی ہے سکینہؑ
افسوس ہے بے آسرا ہوتی ہے سکینہؑ
آرام دل و جان کو کھوتی ہے سکینہؑ
دو ایک اشارہ اُسے نزدیک بُلا لو
سینے سے ذرا پیاری بھتیجی کو لگا لو

۸۶
ہے ہے شہہِ بے کس کا مددگار سدھارا
ماری گئی سب فوج علمدار سدھارا
بے آس ہیں شبیرؑ وفادار سدھارا
تھا جس کا سکینہؑ پہ بہت پیار سدھارا
کیسی یہ بلا ننھی سی بچی پہ پڑی ہے
وہ آس میں اب تک درِ خیمہ پہ کھڑی ہے

۸۷
اطفالِ حرم کو جو کئی روز کی ہے پیاس
معصوموں کے چہروں سے برستی ہے عجب یاس
عباسؑ کے دم تک انہیں پانی کی رہی آس
تکتے تھے کھڑے اُڑتے تھے جب حضرتِ عباسؑ
کہتے تھے کہ سقائے حرم خیر سے آئے
پانی سے بھری مشک کو اب خیمے میں لائے

۸۸
اے دوستو دیکھو تو ذرا بچوں کا عالم
پیاسے ہیں کئی روز کے سن بھی ہیں بہت کم
اس پر بھی نہ فریاد و فغاں اور نہ ماتم
لب پر ہے فقط واعطشا چشم ہے پُرنم
کیا گزری ہو کیا جانئے بچوں کے دلوں پر
جب تیر برسنے لگے غازی پہ سراسر

۸۹
کہہ اے دلِ نادان کہ عباسؑ کے صدقے
اطفالِ شہہ دین کی اس پیاس کے صدقے
میدان کو تکنے کے اور اُس آس کے صدقے
کیسی ہوئی پھر یاس ہیں اس یاس کے صدقے
دروازۂ خیمہ پہ کھڑے ہونے کے صدقے
پھر خاک پہ بے حال پڑے ہونے کے صدقے

۹۰

اے سیّدِ عادل کے علمدار میں قرباں — شبیرؑ کی سرکار کے مختار میں قرباں
اے حیدرِؑ کرار کے دلدار میں قرباں — بے ہمدم و مونس کے مددگار میں قرباں

ٹکڑے ہو بدن ہاتھ بھی شانوں سے جُدا ہوں
قرباں ہوئے ہم پر ترے لاشے پہ فدا ہوں

۹۱

عباسِؑ علیؑ اے پسرِ فاتحِ خیبر — شبیرؑ کو تم نے نہ کبھی جانا برادر
کہتے رہے آقا ہی انہیں آپ برابر — اپنے تئیں ادنیٰ سا غلامِ شہِ صفدر

تعظیم کے آداب میں اس طرح رہے گُم
بوسے قدمِ پاک کے لیتے تھے سدا تم

۹۲

پر آج شہادت نے تمہیں کیسا سُلایا — تعظیم نہ دی ابنِ یداللہ جو آیا
تم کو جو پکارا تو جواب اس نے نہ پایا — کیا ہو گیا تسلیم کو سر تک نہ جُھکایا

فرزندِ شہِ بدر و حُنین آئے ہیں اٹھو!
عباسِ علیؑ! دیکھو حسینؑ آئے ہیں اٹھو!

۹۳

تسکین تو دو قلبِ برادر ہوا سُونا — شبیرؑ کا دیکھو تو بھرا گھر ہوا سُونا
دربارِ شہنشاہ کا منظر ہوا سُونا — اے ماہِ تمام عالمِ اختر ہوا سُونا

لشکر کا گماں ہوتا تھا دیدارِ عَلَم سے
فوجوں سے کہیں بڑھ کے تھی شوکت ترے دم سے

۹۴

اے ثانیٔ حیدرؑ تری ہمت کے میں صدقے — میرے لئے دی جان سخاوت کے میں صدقے
قربانی و ایثار و ہدایت کے میں صدقے — جرأت پہ فدا اور شجاعت کے میں صدقے

بچوں کا بھی اپنے تجھے کچھ دھیان نہ آیا
ہم لوگوں کی خاطر ہی جوانی کو گنوایا



۹۵

قربان ہوں میں تجھ پہ یداللہؑ کے جائے — میرے لئے تو تیغ و سناں شوق سے کھائے
اور اپنی سکینہؑ کا تجھے دھیان نہ آئے — میرے لئے میدان میں شانے بھی کٹائے

میرے لئے زخموں سے بدن چُور ہو سارا
کر جائے مرے واسطے بخشش کا سہارا

۹۶

بتلا تجھے عباسؑ کا کچھ غم نہیں اے دل — کچھ تجھ میں نشانِ الم و ہم نہیں اے دل
کوئی بھی ترا شوق ابھی کم نہیں اے دل — کیا اب بھی تجھے فرصتِ ماتم نہیں اے دل

افسوس اَدیم تو ہی بتا کیسا یہ غم ہے؛
نے حرص گھٹی اور نہ جذبہ کوئی کم ہے؛

---

# ١٣

فرزند کا ماتم بھی زمانے میں غضب ہے — نشتر کی طرح چبھتا ہے دل میں وہ تعب ہے
(١)
ہر صاحبِ دل کے یہ تڑپنے کا سبب ہے — اس پر بھی نہ تڑپے جو کوئی بات عجب ہے

نزع میں کوئی باپ نہ فرزند کو دیکھے
زخمی ہوئے برچھی سے نہ دلبند کو دیکھے

اولاد تو انساں کے کلیجے کا ہے ٹکڑا — غم سب کا ہی تڑپاتا ہے بیٹی ہو کہ بیٹا
(٢)
ہے قلب پہ ماں باپ کے اک تیر سا لگتا — جیسے کوئی اندر سے کلیجہ ہو مسلتا

ہو جاتی ہے تاریک یہ دنیا ہی نظر میں
اک میخ گڑی ہوتی ہے محسوس کمر میں

بتلائیے کس طرح سے اس غم کا بیاں ہو — کس طرح کسی دل پہ حقیقت یہ عیاں ہو
(٣)
جس وقت نگاہوں میں یہ محشر کا سماں ہو — فرزند وہ دم توڑ رہا ہو جو جواں ہو

اس درد کو پوچھے کوئی ماں باپ کے جی سے
ملتی نہیں تسکیں انہیں دنیا میں کسی سے

یوں لگتا ہے جیسے کہ ہو اک زخم سا دل پر — اور سینے میں دل ایسے کہ مذبوح کبوتر
(٤)
آتا نہیں نالوں کے سوا کچھ بھی لبوں پر — ہو خاک سکوں چین تو لے جاتا ہے دلبر

کیونکر نہ بھلا سینے میں دل باپ کا تڑپے
فطرت ہے کہ وہ ماہئِ بے آب سا تڑپے



فطری ہے کہ فرزندِ جواں ہوتا ہے پیارا — خود سوچ کے انصاف سے بتلاؤ خدارا
(٥)
کرنے لگے دنیا سے اگر وہ ہی کنارا — ہے کوئی جسے بیٹے کا مرنا ہو گوارا؟

ہر باپ یہی چاہے گا میں اُس کی بلا لوں
صدقے کروں ہر چیز مگر اس کو بچا لوں

اب غور کرو عقل نہیں کرتی ہے یاری — شبیرؑ کو کس درجہ ہے مخلوق دلاری
(٦)
اس کا یہی منشا ہے کہ بخشش ہو ہماری — اولاد نہیں امتِ جد سے اسے پیاری

قربان کروں بیٹے کو یہ دل میں ٹھنی ہے
بیٹا بھی وہ بیٹا کہ جو ہمشکلِ نبیؐ ہے

فرزندِ پیمبرؐ کی یہ امت پہ ہے رحمت — بیٹے سے کہیں زیادہ اسے ہم سے ہے الفت
(٧)
تیغوں میں جواں بیٹے کو بھیجے، ہے یہ نیت — امت کے لئے اس کو گوارا ہے اذیت

محبوب ہمارے لئے ہر رنج و تعب ہے
پیارا نہ ہو اس پر بھی ہمیں وہ تو غضب ہے

ہاں اہلِ عزا سوچو کرو غور خدارا — شہ نے کیا فرزند کا جو داغ گوارا
(٨)
کس طرح ہمارا ہے وہ بخشش کا سہارا — جب ہم نے کیا ہو نہ گناہوں سے کنارا

بوجھ اپنے گناہوں کا نہ اکبرؑ پہ پڑے گا
جیسا بھی کسی نے کیا وہ آپ بھرے گا

ہاں بھائیو یہ بات بڑی غور طلب ہے — غفلت ہی تو انساں کے گناہوں کا سبب ہے
(٩)
بڑھ جاتی کچھ اور بھی عصیاں سے غضب ہے — اور صرف یہی دوریٔ رحمت کا سبب ہے

کم ہوتی ہے گر درد و الم نفس کو پہنچے
بس اس کی دوا یہ ہے کہ غم نفس کو پہنچے

(۱۰)
مٹ جاتا ہے جذبات کا سب جوش الم سے — غفلت میں بھی آجاتا ہے کچھ ہوش الم سے
ہوتا ہے گنہگار سبکدوش الم سے — شیطان بھی ہو جاتا ہے روپوش الم سے
جذبات ہی دنیا میں گناہوں کا سبب ہیں
جذبات کے مصلح تو فقط رنج و تعب ہیں

(۱۱)
ہوتی ہے جوانی کی تو غفلت ستم آرا — سننا نہیں ہوتا ہے نصیحت کا گوارا
پر ذکر جوانوں کا اسے ہوتا ہے پیارا — قربانی و ایثار کا گر ذکر ہو سارا
پہنچے الم و درد تو کچھ ہوش میں آئے
فطری ہے کہ غم اس کو گناہوں سے بچائے

(۱۲)
قربانئ اکبرؑ کی اگر دل میں رہے یاد — ممکن نہیں اس ظلم و ستم پہ نہ ہو فریاد
اکبرؑ کی جوانی ہو مرے واسطے برباد — اس پر بھی نہ ہو مجھ کو الم اور رہوں دلشاد
ہمشکل نبیؐ میرے لئے تیغ و سناں کھائے
صد حیف کہ مجھ سے نہ برائی سے بچا جائے

(۱۳)
ہاں اہل عزا دیکھو کہ کیا کرتے ہیں شبیرؑ — اکبرؑ سا پسر ہم پہ فدا کرتے ہیں شبیرؑ
پہلوئے کلیجے کو جدا کرتے ہیں شبیرؑ — مرتا ہے پسر شکر خدا کرتے ہیں شبیرؑ
تنہائی ہے غربت ہے برادر کا الم ہے
اس وقت میں بیٹا بھی جدا ہو تو ستم ہے

(۱۴)
کس حال میں خاموش کھڑے ہیں شہ دلگیر — ہیں بیچ میں خود چار طرف لشکر بے پیر
اک سر ہے ہزاروں ہیں مگر خنجر و شمشیر — دلبند بہن کے ہیں نہ ہے بھائی کی تصویر
ہے فوج نہ لشکر نہ علمدارؑ ہے باقی
بس اصغرؑ و اکبرؑ ہیں یا بیمار ہے باقی



(۱۵)
جو کچھ بھی ہے، لشکر کی عجب شان ہے واللہ — وہ دھوپ میں زخمی ہیں کھڑے ابن ید اللہ
اور باپ کے پیچھے ہیں فقط اکبرؑ ذی جاہ — یا چار طرف خون میں غلطاں شہداء آہ!
میدان میں سردار ہے اور ایک سپاہی
ہیبت سی مگر پھر بھی لعینوں پہ ہے چھائی

(۱۶)
قربان ہوں میں ہمت شبیرؑ پہ یارو — فرزند سے فرماتے ہیں لو جاؤ سدھارو
امت کی بگڑتی ہوئی تقدیر سنوارو — اور اس کی ہدایت کے لئے جان کو وارو
میدان میں اب تیغ و سناں کھانے کو جاؤ
سامان شفاعت کے لئے خوں میں نہاؤ

(۱۷)
یہ سنتے ہی اک بار بڑھے اکبرؑ ذی جاہ — ہاتھوں کو اٹھا کر یہ دعا کرنے لگے شاہ
اس قوم پہ تو رہیو گواہ اے مرے اللہ — اب مرنے کو جاتا ہے وہ بیٹا پئے جنگاہ
حد درجہ مشابہ ہے جو خلقت میں نبیؐ سے
رفتار کہ گفتار کہ کردار سبھی سے

(۱۸)
اس بات سے مقصد تھا کہ ہو خلق پہ ظاہر — آل نبوی کرتے ہیں مخلوق کو طاہر
ہر رنج و بلا میں وہ رہا کرتے ہیں شاکر — دشمن سے بھی میلی وہ نہیں رکھتے ہیں خاطر
کرتے رہے اعدا کو یہی شاہ نصیحت
بچ جاؤ ہلاکت سے کہ اب بھی ہے غنیمت

(۱۹)
اس فوج میں سب جانتے تھے حق کے نبیؐ کو — بعضوں نے تو دیکھا تھا رسول عربیؐ کو
اس واسطے بھیجا وہاں ہمشکل نبیؐ کو — دیکھیں گے جو تصویر رسول مدنیؐ کو
ممکن ہے اسے دیکھ کے دل کوئی پگھل جائے
اور بندۂ خالق کوئی دوزخ سے نکل جائے

(۲۰)
اس واسطے کہتے ہیں کہ اے خالقِ اکبر — ہر طرح سے سمجھا چکا میں اُن کو برابر
گو کر چکے ہیں قتل یہ سب میرے برادر — پر اب بھی سمجھ جائے کوئی ان میں تو بہتر
بندے ہیں ترے تو نے کیا ہے انہیں پیدا
شبیرؑ ہے یارب تری مخلوق پہ شیدا

(۲۱)
ہر بات کا تو جاننے والا ہے الہٰی — سب کٹ گیا لشکر مرا کوئی نہیں باقی
اب کون ہے بھیجوں جسے جز اکبرِؑ غازی — سرتابقدم شکل ہے جو تیرے نبیؐ کی
اس کی بھی اثر گر نہ کرے صورت و تقریر
امت کے لئے اس کے سوا کیا کرے شبیرؑ

(۲۲)
اس طرح بیاں کرتے ہیں اب راویٔ اخیار — میدان میں پہنچے جو علی اکبرِؑ جرار
مبہوت ہوئے دیکھ کے صورت کو ستمگار — بعضوں نے کہا آ گئے لو احمدِؐ مختار
ہو کر متبسم کہا دلبندِ نبیؐ ہوں
میں ایک علیؑ ابنِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہوں

(۲۳)
دعویٰ ہے تمہارا کہ مسلمان ہو سارے — کہتے ہو نبیؐ تم بھی تو نانا کو ہمارے
ہوں سامنے اس شکل میں موجود تمہارے — لو غور سے دیکھو مجھے اور کر لو نظارے
عقبیٰ میں ہے گر آس رسولِؐ عربی سے
برتاؤ مناسب کرو ہمشکلِ نبیؐ سے

(۲۴)
ہر طرح سے سمجھاتے رہے اکبرِؑ ذیجاہ — مانے نہ کسی طور مگر دشمنِ گمراہ
سمٹی کئی جانب سے صفِ لشکرِ بدخواہ — برسنے لگے تیر و سناں گھیر کے ہر راہ
اکبرؑ نے بھی تلوار کچھ اس شان سے کھینچی
اعدا کے لئے گویا اجل میان سے کھینچی



(۲۵)
ہر دیکھنے والے کو ہے اس بات کا اقرار — پیاسے تھے کئی روز کے گو اکبرِؑ جرار
اس پر بھی کیا سینکڑوں اشرار کو فی النار — کہتے ہیں کہ مارے گئے کُل پانچ سو اسوار
تھی بھوک بھی اور پیاس بھی اور خوں بھی بہا تھا
پر لشکرِ اعدا کا بُرا حال کیا تھا

(۲۶)
مصروفِ وغا تھے کہ سناں سینے پہ کھائی — جو چیر کے سینے کو کلیجے میں در آئی
اور جونہی رُکا ہاتھ سپر ٹوٹ کے آئی — پھر کیا تھا لگی لُٹنے شہہِ دیں کی کمائی
گھوڑے سے گرے گرتے ہی بابا کو پکارا
ہے وقتِ مدد آیئے! اکبرؑ گیا مارا

(۲۷)
سُنتے ہی صدا رن کو چلے سیدِ ابرار — پیدل تھا جلو میں نہ کوئی ساتھ تھا اسوار
ہمدم تھا کوئی اور نہ کوئی مونس و غمخوار — اس طرح سے پہنچے پسرِ حیدرِؑ کرار
جس وقت کہ مقتل میں شہہِ بحر و بر آئے
رتی پہ تڑپتے ہوئے اکبرؑ نظر آئے

(۲۸)
تھا خاک میں اور خون میں غلطاں وہ دلارا — بہتا تھا لہو زخموں سے تن چور تھا سارا
لوٹتا تھا پڑا خاک پہ پیری کا سہارا — کس دل سے کوئی باپ کرے گا یہ نظارا؟
لیکن کوئی نالہ نہ بُکا کرتے ہیں مولا
مرتا ہے پسر شکرِ خدا کرتے ہیں مولا

(۲۹)
وہ غور کرے جس کو شہہِ دیں کی ہو کچھ چاہ — کیوں شکر ادا کر کے یہ فرمانے لگے شاہ
اے راحتِ جاں نورِ نظر اکبرِؑ ذیجاہ — ہے بعد ترے خاک ہی اس دہر پہ واللہ
مقصود تھا کیا اس سے حسینؑ ابنِ علیؑ کا
کیا بات یہ کہتا تھا جگر بندِ نبیؐ کا

(۲۰)
مطلب یہ ہے اکبرؑ کہ تھا ہمشکلِ پیمبرؐ — قربان کیا اس کو بھی امت ہی کے اوپر
اب جن کے دلوں میں ہے وِلائے شہِ صفدر — بن جائیں گے سُن کر اسے وہ دَرد کے پیکر

ہر زینتِ دنیا کہ جو لے جائے سقر میں
ہو جائے گی بس خاک ہی ان سب کی نظر میں

(۲۱)
اے اہلِ عزا غور کرو کچھ تو خُدا را — شبیرؑ نے بیٹا کیا ہم سے نہ پیارا
چھنوا دیا پیری کا جو تھا اپنی سہارا — افسوس ہے گر قلب نہ ٹکڑے ہو ہمارا

ایثار ہمارے لئے کیا کر گئے شبیرؑ
سب بھائیوں بیٹوں کو فدا کر گئے شبیرؑ

(۲۲)
فرزندِ رسولِؐ عربی اے شہِ ذیشاں — اس نظرِ کرم پر تری صدقے ہو مری جاں
کیا خوب ہماری کیا بخشش کا یہ ساماں — ہم لوگوں کی خاطر ہو جواں بیٹا بھی قرباں!

احمدؐ کے نواسے تری الفت کے میں صدقے
اے بھوکے پیاسے تری الفت کے میں صدقے

(۲۳)
میرے لئے کیا رنج سہے اے شہِ والا — تف ہے جو نہ ہو میرا کلیجہ تہہ و بالا
میرے لئے تاریک ہو گھر بھر کا اُجالا — ہو چاند ترا خاک پہ اور خون کا ہالا

ہمشکلِ نبیؐ میرے لئے خاک پہ تڑپے
کیوں قلب نہ ابنِ شہِ لولاک پہ تڑپے

(۲۴)
میرے علی اکبرؑ مرے ذی شاں علی اکبرؑ — نازوں کے پلے درد کے درماں علی اکبرؑ
تم نے نہ کیا ماں کا بھی کچھ دھیاں علی اکبرؑ — اور ہو گئے میرے لئے قرباں علی اکبرؑ

رحمت کا نزول اس پہ ہو کیا دل تھا وہ ماں کا
تم جیسا پسر جس نے کہ قربان کیا تھا



(۲۵)
اے بانوئے ناشاد عجب لال گنوایا — سہرا نہ بندھا بیاہ بھی اس کا نہ رچایا
دھیان اس کی جوانی کا نہ مطلق تمہیں آیا — میرے لئے یہ داغ کلیجے پہ اُٹھایا

ایسا نہ جگر ہو گا زمانے میں کسی کا
جو اپنا پسر اوروں پہ قربان کرے گا

(۲۶)
ہاں بھائیو اب مادرِ اکبرؑ کو کرو یاد — اس بی بی کی خدمت میں کرو نالہ و فریاد
اے کوکھ جلی درد بھری بانوئے ناشاد — اللہ رکھے خلد میں گھر کو ترے آباد

گو حشر تلک آپ کے فرزند پہ روئیں
ممکن نہیں احساں سے سبکدوش ہم ہوئیں

(۲۷)
واللہ تھا کس درجہ تمہیں دھیان ہمارا — قربان وہ بیٹا کیا جو سب کو تھا پیارا
بن بیاہا گیا خلق سے دلبند تمہارا — کس چودھویں کے چاند کو ہم لوگوں پہ وارا

یہ وہ مہِ کامل تھا نظر جس پہ نہ ٹھہرے
سر شرم سے یوسفؑ کا بھی جھک جائے جو دیکھے

(۲۸)
تم کو نہ ہوا اس کی جوانی کا بھی کچھ دھیان — ہم لوگوں پہ قرباں کیا اپنا جگر و جان
سہرا نہ بندھا آہ نہ نکلا کوئی ارمان — افسوس کہ سر سبز چمن ہو گیا ویران

ترسا کیا پانی کو جگر بند تمہارا
تلواروں سے ٹکڑے ہوا فرزند تمہارا

(۲۹)
زخمی ہے پڑا خاک پہ زہراؑ کا وہ پوتا — بی بی! کہو کچھ دَرد تو دل میں نہیں ہوتا!
اے کاش کہ میں خدمتِ شبیرؑ میں ہوتا — اس شیرِ جواں کے لئے اِس جان کو کھوتا

برچھی جو لگا تا کوئی ہمشکلِ نبیؐ کو
میں سینے پہ خود روکتا نیزے کی اَنی کو۔

۴۰
بی بی یہ ادیمؔ آپ کی الفت کا ہے طالب — اس پر کوئی جذبہ کوئی خواہش نہ ہو غالب
اکبرؑ کے تصدق میں ملیں اس کے مطالب — دل اس کا سدا تیری محبت کا ہو طالب
ہمشکلِ پیمبرؐ کی سدا یاد میں تڑپے
ہر صبح و مسا نالہ و فریاد میں تڑپے

---



# (۱۴)

۱
اے صاحبو! اولاد بھی کیا نعمت رب ہے — سچ ہے کہ یہی زینتِ دُنیا کا سبب ہے
اولاد سے محبوب زیادہ کوئی کب ہے — بچوں سے نہ الفت ہو کسی کو تو عجب ہے
بچے پہ تو ہر شخص ترس کھاتا ہے دل سے
حیوان کے بچے پہ بھی رحم آتا ہے دل سے

۲
ہوتی ہی نہیں بچوں کی تکلیف گوارا — بچہ جو تڑپتا ہو کوئی پیاس کا مارا
ہونٹوں پہ زباں پھیر رہا ہو وہ بیچارا — ممکن نہیں ہو صبر کے ساتھ ایسا نظارا
ہر شخص یہ چاہے گا کہ تکلیف مٹا دوں
اس ننھے کو جس طرح بھی ہو پانی پلا دوں

۳
بچہ جو ابھی بولنے کے قابل بھی نہ ہوئے — اور اتنی سکت بھی نہ ہو تکلیف میں روئے
وہ پیاس کی شدت سے بھلا کس طرح سوئے — یہ حال جو دیکھے وہی منھ اشکوں سے دھوئے
پھر کیسا قلق ہوئے گا ماں باپ کے جی کو
تڑپاتا ہے جب بچوں کا یہ حال سبھی کو

۴
اور ننھا سا بچہ تو ہے گھر بھر کا کھلونا — اک مشغلہ ہے باپ کا، مادر کا کھلونا
چھوٹی ہو بڑی ہو، وہ ہے خواہر کا کھلونا — گھر بھر میں ہے ہر ایک برادر کا کھلونا
پیارا ہے وہی پیار کا مرکز ہے سبھی کا
یارب نہ مرے ننھا سا بچہ تو کسی کا

۵ جھولے میں جھلاتے ہو جسے، خوں میں نہائے    اور باپ کی آغوش میں جاں اپنی گنوائے
ایسی بھی اذیت کوئی معصوم نہ پائے    یارب کسی بچے کے کوئی زخم نہ آئے

لگ جائے کہیں تیر جو حلقوم پسر میں
گویا ہوا پیوست وہ مادر کے جگر میں

۶ کس ماں کو گوارا ہے کوئی یہ تو بتائے    ننھا سا پسر اس کا کوئی خوں میں نہائے
اور تیرِ ستم ننھی سی گردن پہ وہ کھائے    تڑپے گی اگر خیال بھی اس بات کا آئے

کس باپ کا دل ہے جو پسند اس کو کرے گا
ہے کوئی خوشی سے جو یہ دُکھ درد بھرے گا؟

۷ مشکل ہے مثال ایسی کوئی خلق میں مل جائے    ماں باپ کا دل اس کے تصور ہی سے ہل جائے
تسکین کا محور ہی اگر خاک میں رِل جائے    ممکن نہیں ماں باپ کے ہاتھوں سے نہ دل جائے

ہمت ہے یہ بس احمدِ مرسل کے پسر میں
مخصوص ہے یہ حیدرِ کرار کے گھر میں

۸ کس واسطے دُکھ آلِ نبی نے کئے منظور    سوچیں تو کُھلیں راز، رہیں ورنہ یہ مستور
ہے کتنی احادیث میں اس بات کا مذکور    جو دل ہو شکستہ رہے حد درجہ وہ رنجور

رحمت کی نظر اس پہ پڑے ربِّ عُلیٰ کی
اور پائے اماں شانِ کریمی میں خدا کی

۹ فطرت ہے یہ انساں کی بُھلا دیتا ہے غم کو    کوشش یہ ہی کرتا ہے رکھے دُور اَلم کو
یہ ذکر مسلسل کبھی بھاتا نہیں ہم کو    پر یاد اگر کرتے ہیں اس ظلم و ستم کو

جو احمدِ مرسل کے گھرانے پہ رہا ہے
دنیا کے ہر اک ذکر سے مرغوب ہوا ہے



۱۰ ہمدردی کا جذبہ ہے ہر انساں میں مستور    تکلیف و مصیبت کا کسی کی جو ہو مذکور
سنتا ہے بڑے شوق سے اور ہوتا ہے رنجور    اس جذبے کی تسکین سے پھر ہوتا ہے مسرور

تکرار جو ہو غم کی اثر دل پہ پڑے گا
فطرت ہے کہ مغموم بُرائی سے بچے گا

۱۱ اس ذکرِ الم کو جو کوئی دل میں سموئے    عصیاں کی سیاہی کو یہ غم نفس سے دھوئے
ہو یاد جو ہیہم نہ کبھی چین سے سوئے    اور دَرد جو دل میں ہو تو غفلت کو بھی کھوئے

ہو دُور جو غفلت تو گناہوں سے بچے گا
اور پھر نہ بُرے کام وہ دنیا میں کرے گا

۱۲ اس واسطے شبیرؑ نے بچے کئے قرباں    حیوان صفت خلق میں جو رہتے ہیں انساں
ہو دُور جو غفلت تو رہیں گے نہ وہ ناداں    مل جائے گا کچھ شہ کے محبوں کو بھی ایماں

جب نور ملا چین سے دنیا میں رہیں گے
پہچان کے ہادی کو زمانے کے مریں گے

۱۳ فرزندِ پیمبرؐ نے یہ قربانیاں دے کر    سامانِ غم و رنج مہیا کیا یکسر
ہر عمر کے ہر شخص کو ہو درد میسر    تا ہو اثرِ درد و الم سب کے دلوں پر

بچوں کے لئے غم کا یہ سامان کیا ہے
ششماہا پسر شاہ نے قربان کیا ہے

۱۴ لو دیکھو وہ خیمے کی طرف جاتے ہیں شبیرؑ    اصغرؑ ہیں کہاں آکے یہ فرماتے ہیں شبیرؑ
پھر آپ ہی جھولے کے قریں آتے ہیں شبیرؑ    معصوم کو بے ہوش پڑا پاتے ہیں شبیرؑ

بچے کا کسی کے کوئی یہ حال نہ دیکھے
بیٹے کا کوئی باپ یہ احوال نہ دیکھے

(١٥) کیسے ہو بیاں شہہ کو جو حالت نظر آئی — ہونٹ اُودے تھے زردی رُخِ روشن پہ تھی چھائی
گردن کی رگیں صاف جو دیتی تھیں دکھائی — ظاہر تھا کہ پانی کی نہیں بوند بھی پائی
تھا حلق جو سوکھا ہوا ہچکی بھی لگی تھی
خاموش کھڑی پاس ہی ماں دیکھ رہی تھی

(١٦) شبیرؑ نے منہ کان سے بیٹے کے لگایا — سرگوشی میں نہ جانیئے کیا اس کو سُنایا
بس کھول دیا آنکھوں کو اور ہوش میں آیا — بابا کی طرف ہاتھوں کو پھر اُس نے اُٹھایا
روئے شہہ دلگیر تو تکنے لگا بچہ
شبیرؑ کی جانب کو ہُمکنے لگا بچہ

(١٧) میں بھی تو سنوں ثانیٔ زہراؑ نے یہ پوچھا — بھیّا یہ کہو آپ نے اصغرؑ سے کہا کیا
جو سُنتے ہی ہوش آ گیا اور شوق سے ہُمکا — شہہ بولے بہن میں نے فقط اتنا کہا تھا
امّت کو گناہوں سے بچانے نہیں چلتے؛
میدان میں تم خوں میں نہانے نہیں چلتے؛

(١٨) اب اہلِ عزا سوچیں یہ کیسی ہے قیامت — شبیرؑ کے بچوں کو ہماری ہے یہ الفت
قربان ہوا واہ رے ششماہے کی ہمّت — مقصد تھا کہ بچ جائے گناہوں سے یہ اُمّت
ہے شرم کی جا گر نہ گناہوں سے بچیں ہم
اور غرقِ ہوئی و ہوسِ نفس رہیں ہم

(١٩) ششماہے کو القصّہ شہہ دیں نے اٹھایا — چھد جائے گا ناوک سے گلا دھیان جو آیا
حلقوم کے بوسے لئے چھاتی سے لگایا — اور ہاتھوں پہ لے کر اسے دامن سے چھپایا
تصویر عجب قدر کے قابل نظر آئی
رکھی ہوئی قرآں پہ حمائل نظر آئی



(٢٠) خیمے سے جو نکلے اسے ہاتھوں پہ اُٹھائے — دامانِ عبا ننھے سے بچے کو اُڑھائے
اعدا کو ہوا خیال کہ قرآن ہیں لائے — اور صلح کا پیغام ہمیں دینے ہیں آئے
پر اُلٹا جو دامن تو یہ منظر نظر آیا
ششماہہ پسر ہاتھوں کے اوپر نظر آیا

(٢١) پھر فوج سے فرمانے لگے شاہِ خوش انجام — تم طالبِ بیعت ہو مجھ ہی سے تمہیں کام
تقصیر ہے میری مجھے پانی کا نہ دو جام — اس بچّے کا پر کیا ہے گناہ اے سپہ شام
بِن پانی کے بچّہ یہ تڑپتا ہے غضب ہے
زندہ ہے یہ اس وقت تلک یہ بھی عجب ہے

(٢٢) طالب نہ صراحی کا ہے نے جام یہ مانگے — خود دیکھ لو غنچے کی طرح منہ کو ہے کھولے
ٹپکا دو فقط چُلّو سے کچھ پانی کے قطرے — ہے خشک دہن پیاس سے اور ہونٹ ہیں اودے
کیا جانیئے اُتریں گی بھی بوندیں وہ گلے سے
رہ جائیں گی یا حلق کے اندر ہی اٹک کے

(٢٣) اصغرؑ سے یہ کہنے لگے پھر بادلِ ناکام — آمادۂ بیداد ہے ساری سپہِ شام
ہم مانگ چکے پانی بھی، خود دیکھ لو انجام — حجّت کا اب ان لوگوں پہ تم بھی کرو اتمام
بس سنتے ہی فرمانِ شہہ عرش نشاں کو
ہونٹوں پہ لگے پھیرنے ننھی سی زباں کو

(٢٤) بس ننھے مجاہد نے کیا رَن میں بڑا کام — ایسا تو کسی فوج سے ممکن نہ ہوا کام
خود شاہ کے خطبوں نے بھی ایسا نہ دیا کام — جو سوکھی زبانِ علی اصغرؑ نے کیا کام
اس ضرب سے دل فوج کے مجروح ہوئے تھے
اشک آنکھوں میں بھر آئے تھے منہ پھیر لئے تھے

(۲۵) دیکھا پسرِ سعدؑ نے جس دم یہ نظارا — اب رونے لگا لشکرِ غدار ہی سارا
سوچا کہ نہ کر جائے کہیں مجھ سے کنارا — پس حرملہ کو کس طرح ظالم نے پکارا
یہ کیا ہوا؛ دل زم ہوا فوجِ شقی کا!
کر قطع بہت جلد کلام ابنِ علیؑ کا!

(۲۶) یہ سنتے ہی ملعون نے اِک تیرِ سہ شعبہ — بے شیر کے سوکھے ہوئے حلقوم پہ چھوڑا
بھر کیا تھا وہ ننھا سا گلا توڑ کے نکلا — اور ساتھ ہی زخمی کیا بازوئے شہِ دیں کا
مُنھ کھل گیا تکلیف سے چونکے علی اصغرؑ
دم دے دیا شبیرؑ کے ہاتھوں پہ تڑپ کر

(۲۷) شبیرؑ نے اس حال میں بیٹے کو جو دیکھا — وہ تیرِ ستم گردنِ معصوم سے کھینچا
اور ہاتھ کو پھر زخم سے گردن کے لگایا — اک چلّو ہی مشکل سے بھرا خون کا نکلا
فرمانے لگے چہرے پہ اس خون کو مل کر
آؤں گا اسی طرح جو برپا ہوا محشر

(۲۸) قرباں ہوں ہم ہمت و صبرِ شہِ دیں پر — فریاد نہ کی اور نہ مطلق ہوئے مضطر
آئے تو یہ آئے کلمے شہ کی زباں پر — صد شکر ہے صد شکر ہے اے خالقِ اکبر
احسان کا ممنون سوا ہو گیا شبیرؑ!
لے تیری امانت سے ادا ہو گیا شبیرؑ!

(۲۹) اے اہلِ عزا بیٹے رونے کی یہ جا ہے — چھ ماہ کا بے شیر فدا ہم پہ ہوا ہے
ماں باپ نے بچّے کو جو قربان کیا ہے — عصیاں بچائیں ہمیں یہ ان کی رضا ہے
تڑپے جو دلِ زار تو غفلت نہ رہے گی
امت جو ہو مغموم گناہوں سے بچے گی



(۳۰) اب عرض کرو دل سے کہ اے سیدِ ذیجاہ — فرزند رسولِ عربی فاطمہؑ کے ماہ
نورِ نظر و قوتِ قلبِ اسد اللہ — کس درجہ ترے دل میں تھی ہم عاصیوں کی چاہ
اُمت پہ یہ کتنا بڑا احسان کیا ہے
ننھا سا پسر خلق پہ قربان کیا ہے

(۳۱) اے بانوئے سرور تری ہمت کے میں قرباں — ممکن نہیں ایثار کرے ایسا کوئی ماں
صرف اس لئے بچّے کو وہ اپنے کرے قرباں — خلقت کے لئے تا کہ ہو کچھ در کا ساماں
کیونکر نہ تعجب ہو کلیجہ ہے یہ کس کا
بچّہ وہ دیا دودھ بھی چھوٹا تھا نہ جس کا

(۳۲) ہاں بھائیو ہم لوگوں پہ جاں بچے نے واری — اس پر بھی کوئی کیفیتِ غم نہیں طاری
نے قلب ہی تڑپا نہ ہوئے اشک ہی جاری — بولو تو کوئی حد بھی ہے غفلت کی ہماری؟
شبیرؑ کا ششماہہ پسر تیرِ ستم کھائے
اُمت کا ہو یہ حال کہ اس پر بھی نہ غم کھائے

(۳۳) اے ننھے مجاہد علی اصغرؑ علی اصغرؑ — یہ ظلم ہوں تم پر علی اصغرؑ علی اصغرؑ
تم ہم پہ ہو قرباں علی اصغرؑ علی اصغرؑ — ہم کیوں نہ ہوں مضطر علی اصغرؑ علی اصغرؑ
بچّے تھے پہ ہمت تو جوانوں سے سوا کی
خود دوڑ کے جا لپٹے جو چھاتی سے قضا کی

(۳۴) مادر سے بچھڑنا تمہیں کیونکر ہوا آساں — تنہائی تھی تاریک تھا سنسان تھا میداں
ماں یاد نہ آئی تمہیں اے اصغرِ ذیشاں — آرام سے جا سوئے بلا خوف میں قرباں
اُمت کے لئے ظلم و ستم سہہ گئے اصغرؑ
رونے کے لئے خلق میں ہم رہ گئے اصغرؑ

نھے سے مجاہد تری ہمت کے میں صدقے
گردن کے فدا ننھی سی میت کے میں صدقے
(۲۵)
اس بھوک کے اور پیاس کی شدت کے میں صدقے
میرے لئے دی جان سخاوت کے میں صدقے

ننھا سا گلا کاٹ کے لے جائیں جو ظالم
تڑپا کرے کیوں کر نہ ادیم آپ کا خادم

---



# فلسفۂ غم

(حضرت علامہ اقبال کی نظر میں)

گو سراپا کیفِ عشرت ہے شرابِ زندگی
اشک بھی رکھتا ہے دامن میں سحابِ زندگی
موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی
ہے الم کا سورہ بھی جزوِ کتابِ زندگی

ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بلبل، وہ بلبل ہی نہیں

آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں
نغمۂ انسانیت کامل نہیں غیر از فغاں
دیدۂ بینا میں داغِ غم چراغِ سینہ ہے
روح کو سامانِ زینت آہ کا آئینہ ہے
حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال
غازہ ہے آئینۂ دل کے لئے گردِ ملال
غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے
طائرِ دل کے لئے غم شہپرِ پرواز ہے
راز ہے انساں کا دل غم انکشافِ راز ہے

غم نہیں غم، روح کا اک نغمۂ خاموش ہے
جو سرودِ بربطِ ہستی سے ہم آغوش ہے

شام جس کی آشنائے نالۂ یارب نہیں
جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں

جس کا جامِ دل شکستِ غم سے ہے نا آشنا
جو سدا مستِ شرابِ عیش و عشرت ہی رہا

ہاتھ جس گلچیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے
عشق جس کا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے

کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے
زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

اے کہ نظمِ دہر کا ادراک ہے حاصل تجھے
کیوں نہ آساں ہو غم و اندوہ کی منزل تجھے

ہے ابد کے نسخۂ دیرینہ کی تمہید عشق
عقلِ انسانی ہے فانی، زندۂ جاوید عشق

عشق کے خورشید سے شامِ اجل شرمندہ ہے
عشق سوزِ زندگی ہے تا ابد پائندہ ہے

رخصتِ محبوب کا مقصد فنا ہوتا اگر
جوشِ الفت بھی دلِ عاشق سے کر جاتا سفر

عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں
روح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں

ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نا آشنا محبوب کی

آتی ہے ندی جبینِ کوہ سے گاتی ہوئی
آسماں کے طائروں کو نغمہ سکھلاتی ہوئی

آئنہ روشن ہے اس کا صورتِ رخسارِ حور
گر کے وادی کی چٹانوں پر یہ ہو جاتا ہے چور

نہر جو تھی اس کے گوہر پیارے پیارے بن گئے
یعنی اس افتاد سے پانی کے تارے بن گئے

جوئے سیماب رواں پھٹ کر پریشاں ہو گئی
مضطرب بوندوں کی اک دنیا نمایاں ہو گئی



ہجر ان قطروں کو لیکن وصل کی تعلیم ہے
دو قدم پر پھر وہی جو مثلِ تارِ سیم ہے

ایک اصلیت میں ہے نہرِ روانِ زندگی
گر کے رفعت سے ہجومِ نوعِ انساں بن گئی

پستیٔ عالم میں ملنے کو جدا ہوتے ہیں ہم
عارضی فرقت کو دائم جان کر روتے ہیں ہم

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

عقل جس دم دہر کی آفات میں محصور ہو
یا جوانی کی اندھیری رات میں مستور ہو

دامنِ دل بن گیا ہو رزم گاہِ خیر و شر
راہ کی ظلمت سے ہو مشکل سوئے منزل سفر

خضرِ ہمت ہو گیا ہو آرزو سے گوشہ گیر
فکر جب عاجز ہو اور خاموش آوازِ ضمیر

وادیٔ ہستی میں کوئی ہم سفر تک بھی نہ ہو
جادہ دکھلانے کو جگنو کا شرر تک بھی نہ ہو

مرنے والوں کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں